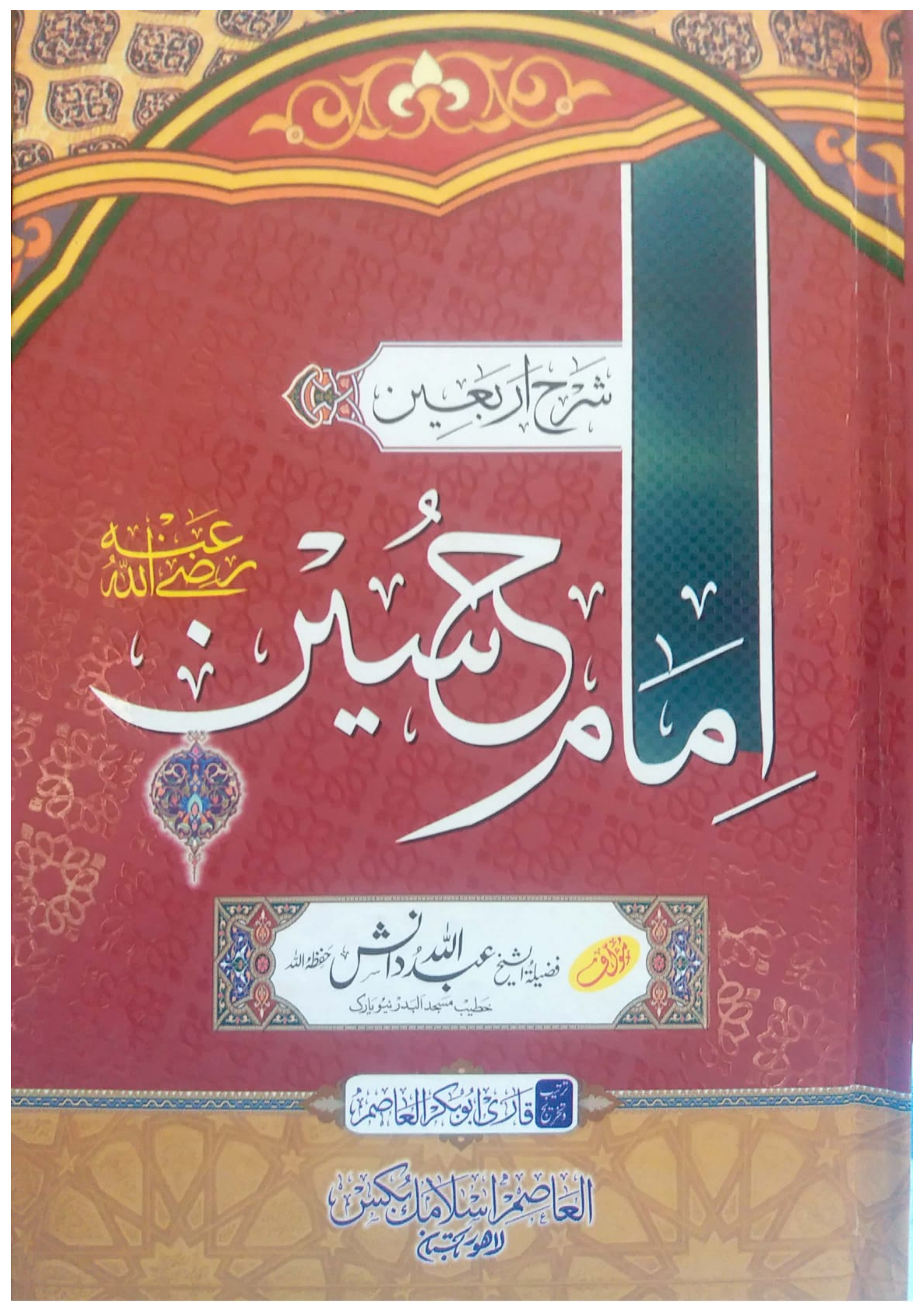
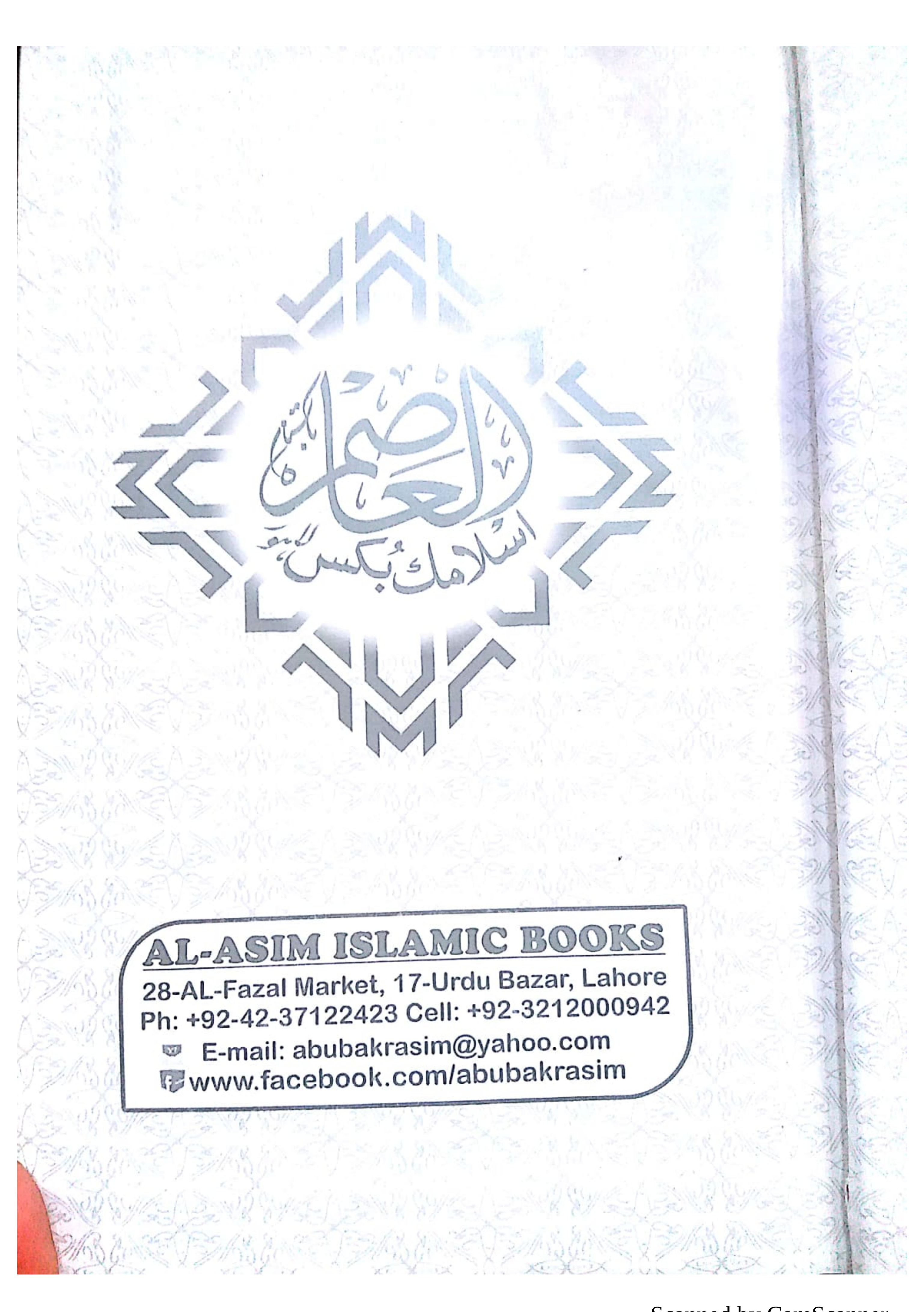


Scanned by CamScanner

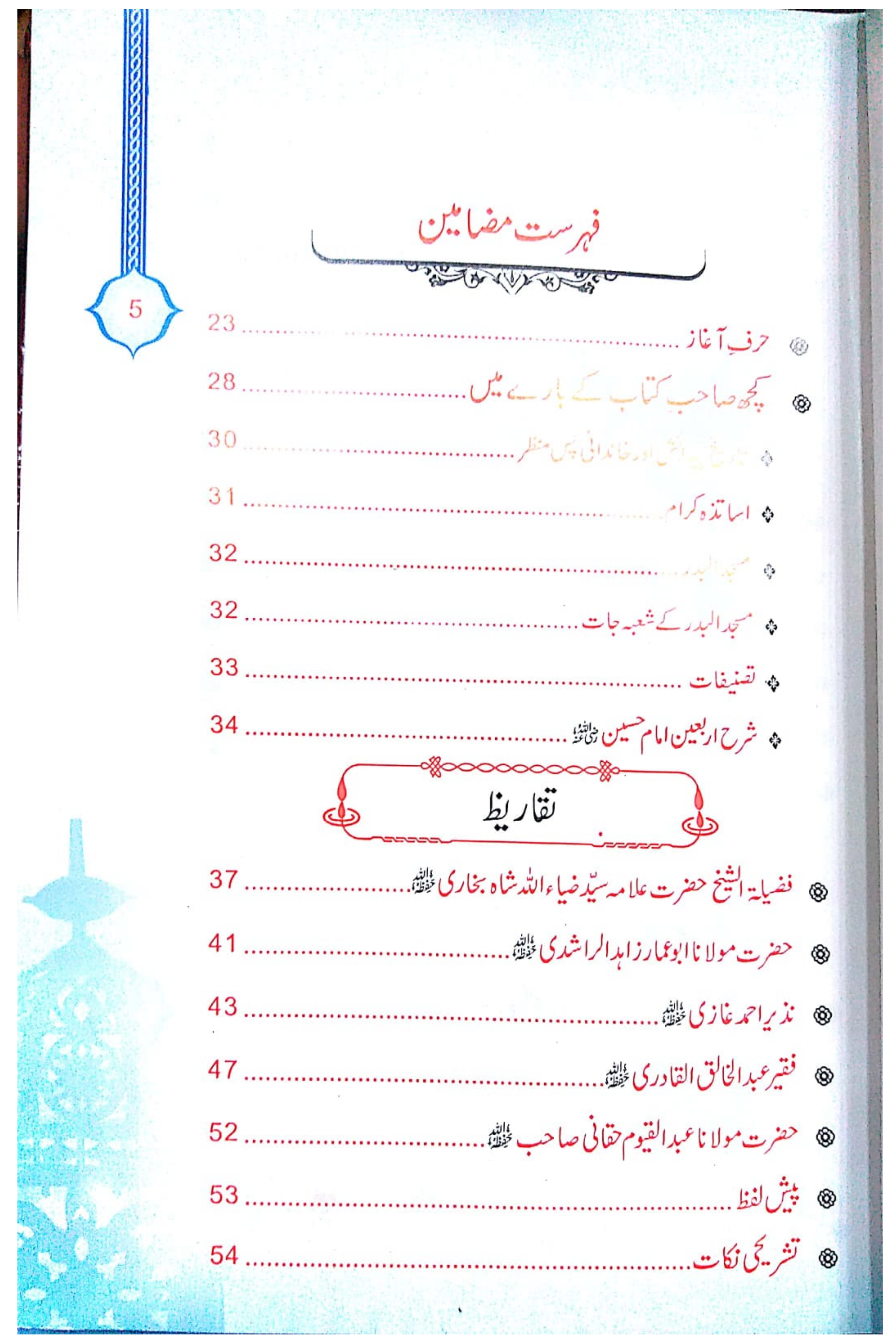

العاصم
اسلامک بکس
AL-ASIM ISLAMIC BOOKS
28-AL-Fazal Market, 17-Urdu Bazar, Lahore
Ph: +92-42-37122423 Cell: +92-3212000942
E-mail: abubakrasim@yahoo.com
www.facebook.com/abubakrasim



اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا

”اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں
تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان دونوں سے
محبت کرے یا اللہ! تو اس سے بھی محبت کر۔“

رواہ الترمذی، حدیث نمبر :3769

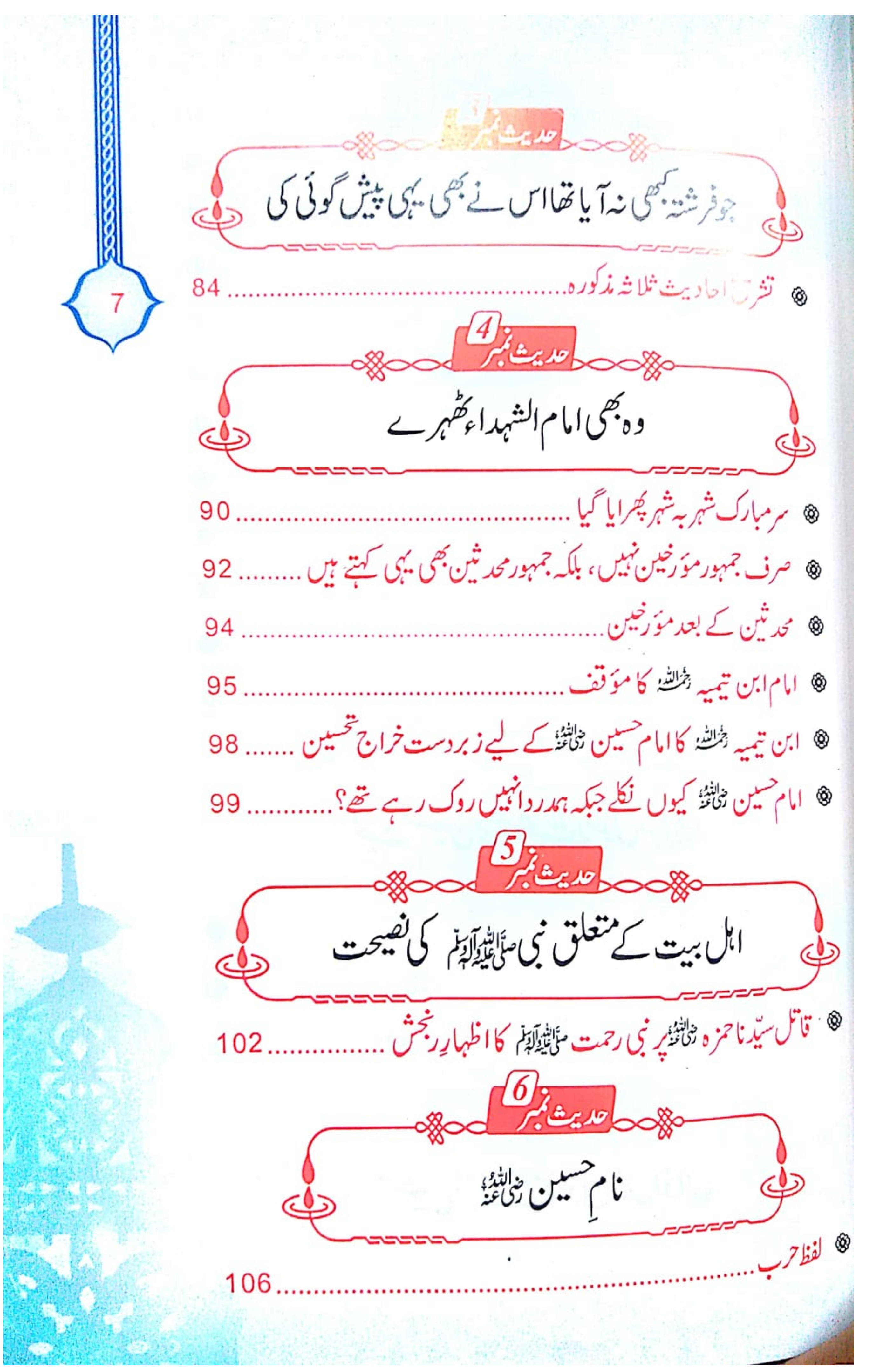


فہرست مضامین

تقاریظ

حدیث نمبر 2

مقتل حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھا دی گئی تھی



حدیث نمبر 3

جو فرشتہ کبھی نہ آیا تھا اس نے بھی یہی پیش گوئی کی

حدیث نمبر 4

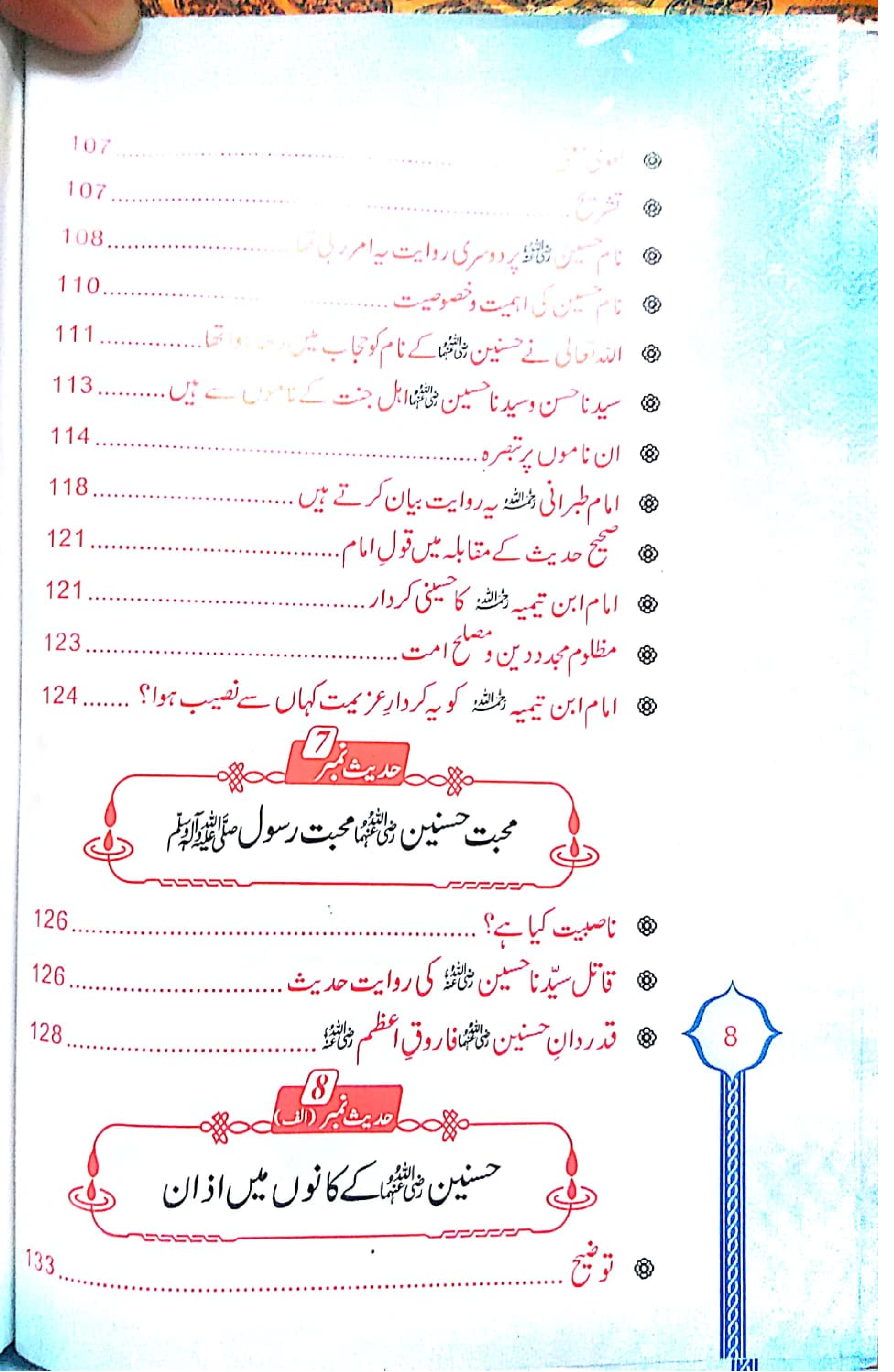
وہ بھی امام الشہداء ٹھہرے

حدیث نمبر 5

اہل بیت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت

حدیث نمبر 6

نامِ حسین رضی اللہ عنہ

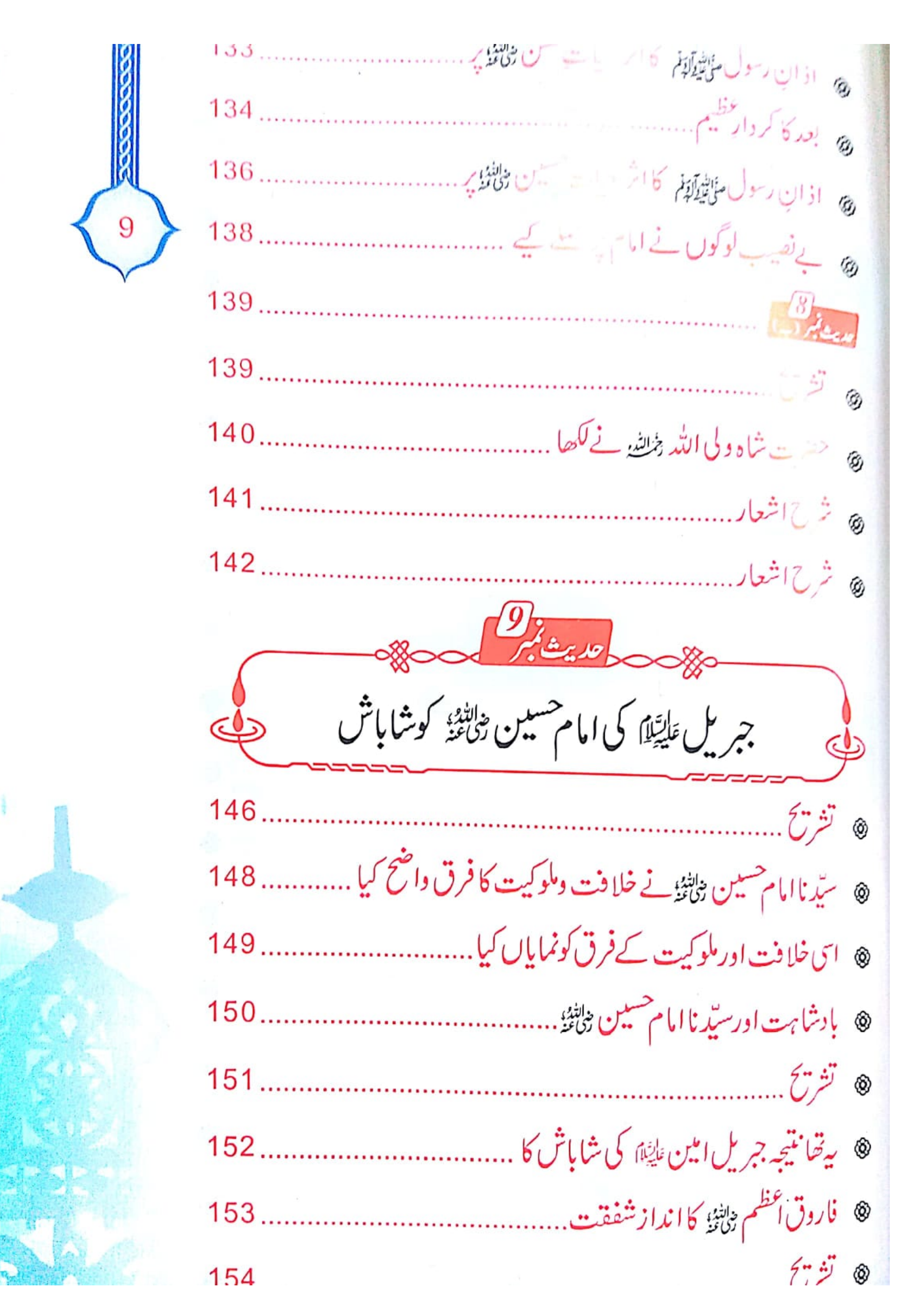


حدیث نمبر 7

محبت حسنین رضی اللہ عنہما محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

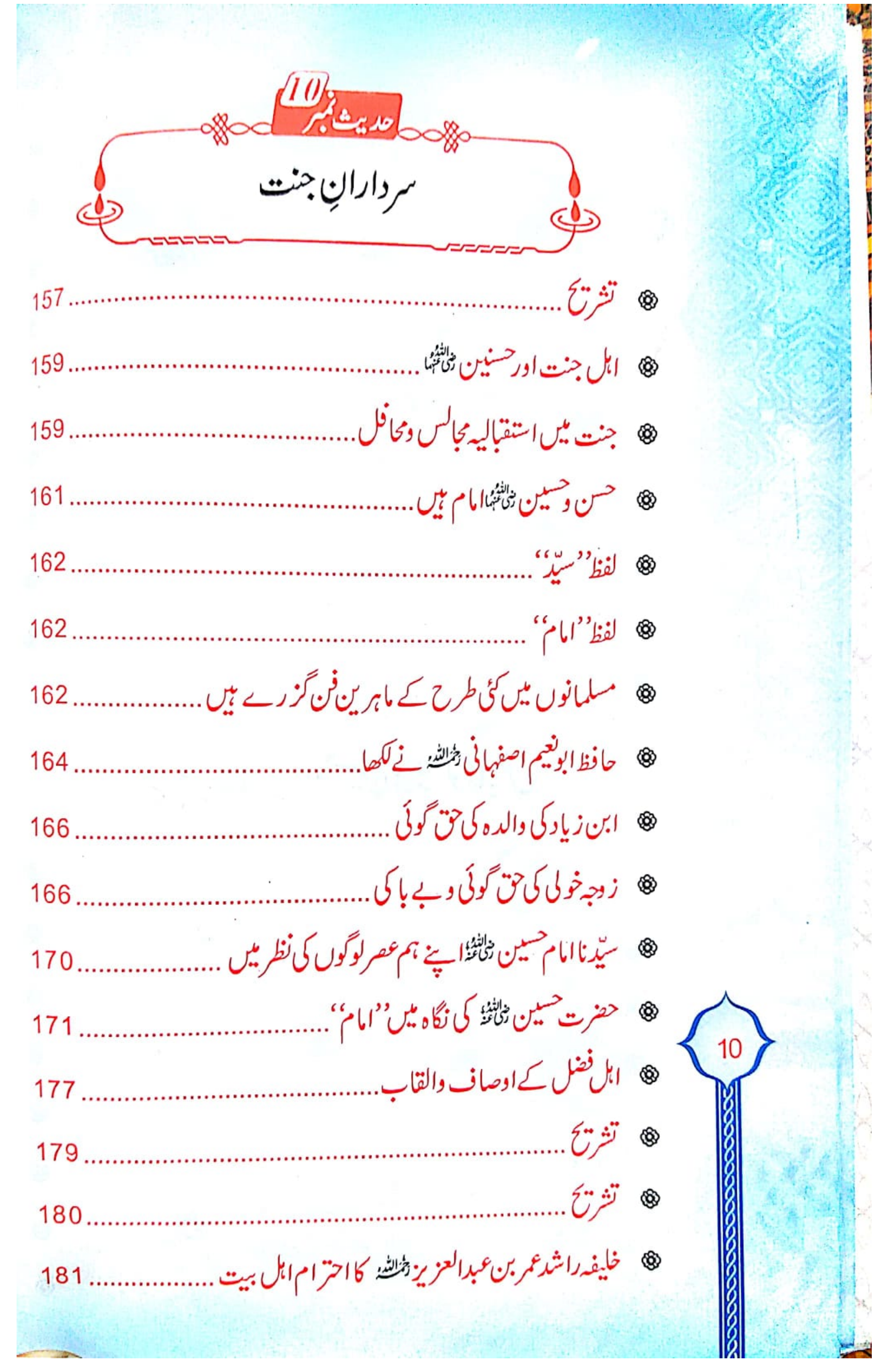
حدیث نمبر 8 (الف)

حسنین رضی اللہ عنہما کے کانوں میں اذان



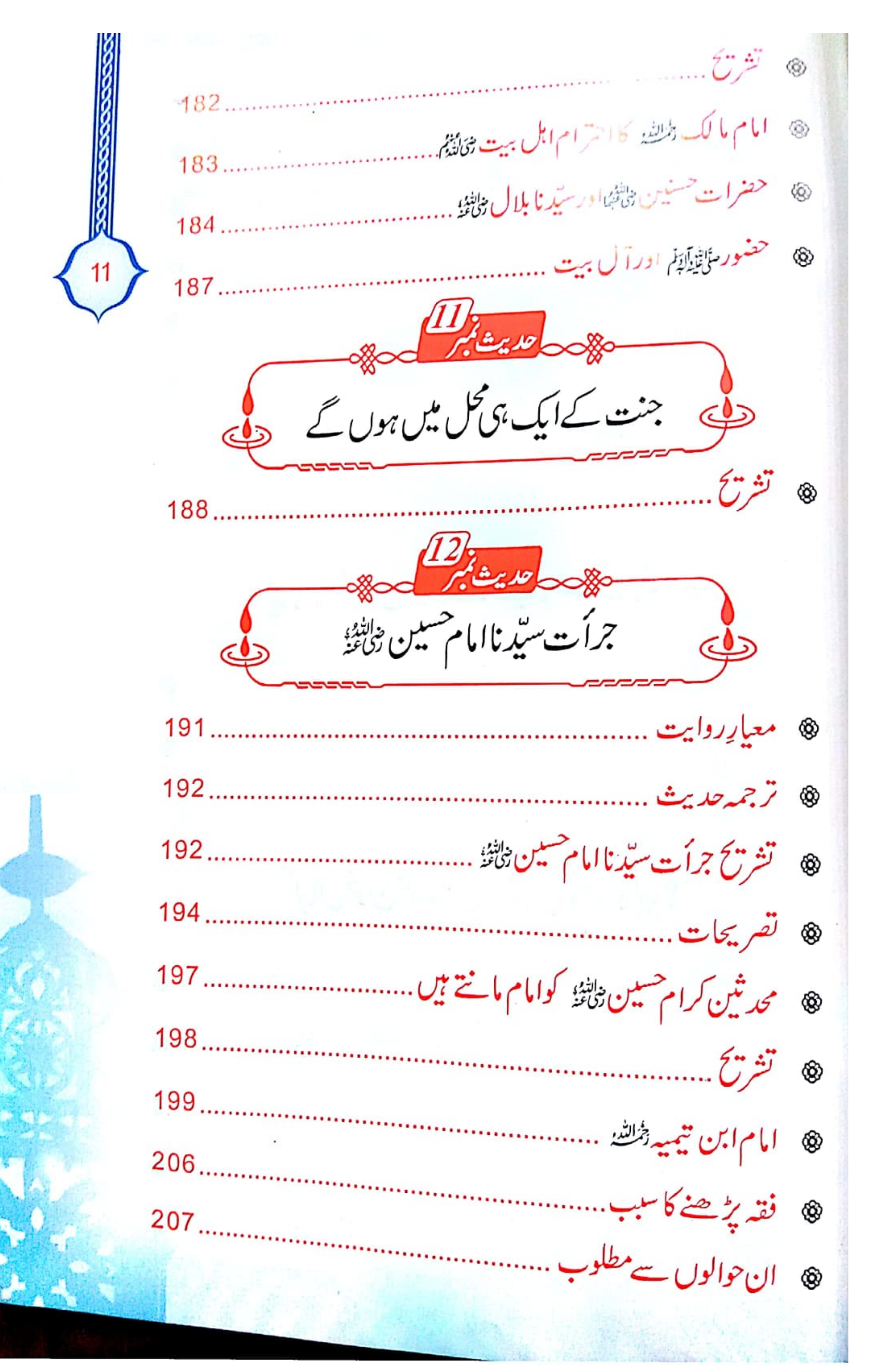
حدیث نمبر 9

جبریل علیہ السلام کی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شاباش



حدیث نمبر 10

سردارانِ جنت

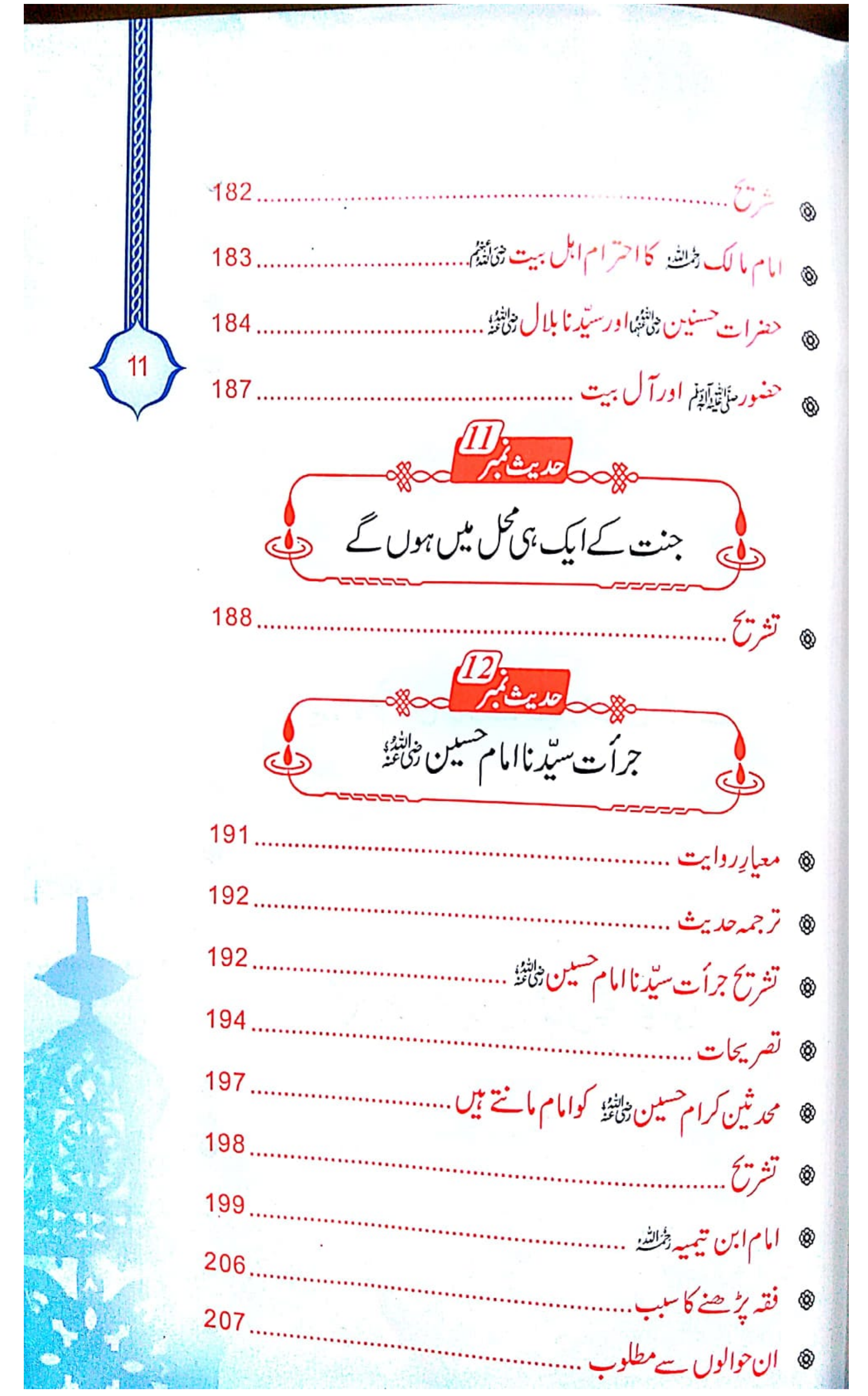


حدیث نمبر 11

جنت کے ایک ہی محل میں ہوں گے

حدیث نمبر 12

جرأت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

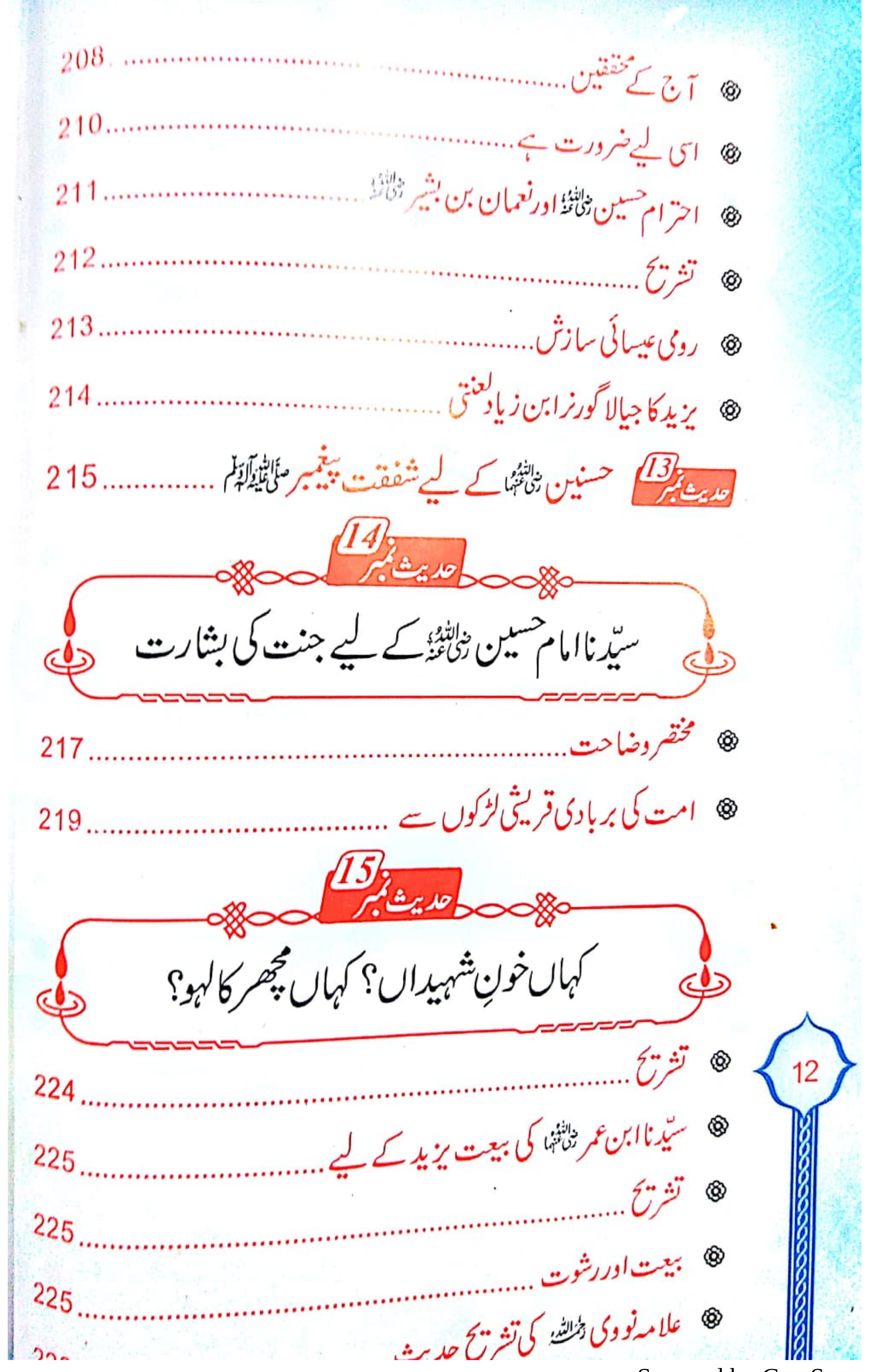


حدیث نمبر 11

جنت کے ایک ہی محل میں ہوں گے

حدیث نمبر 12

جرأت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

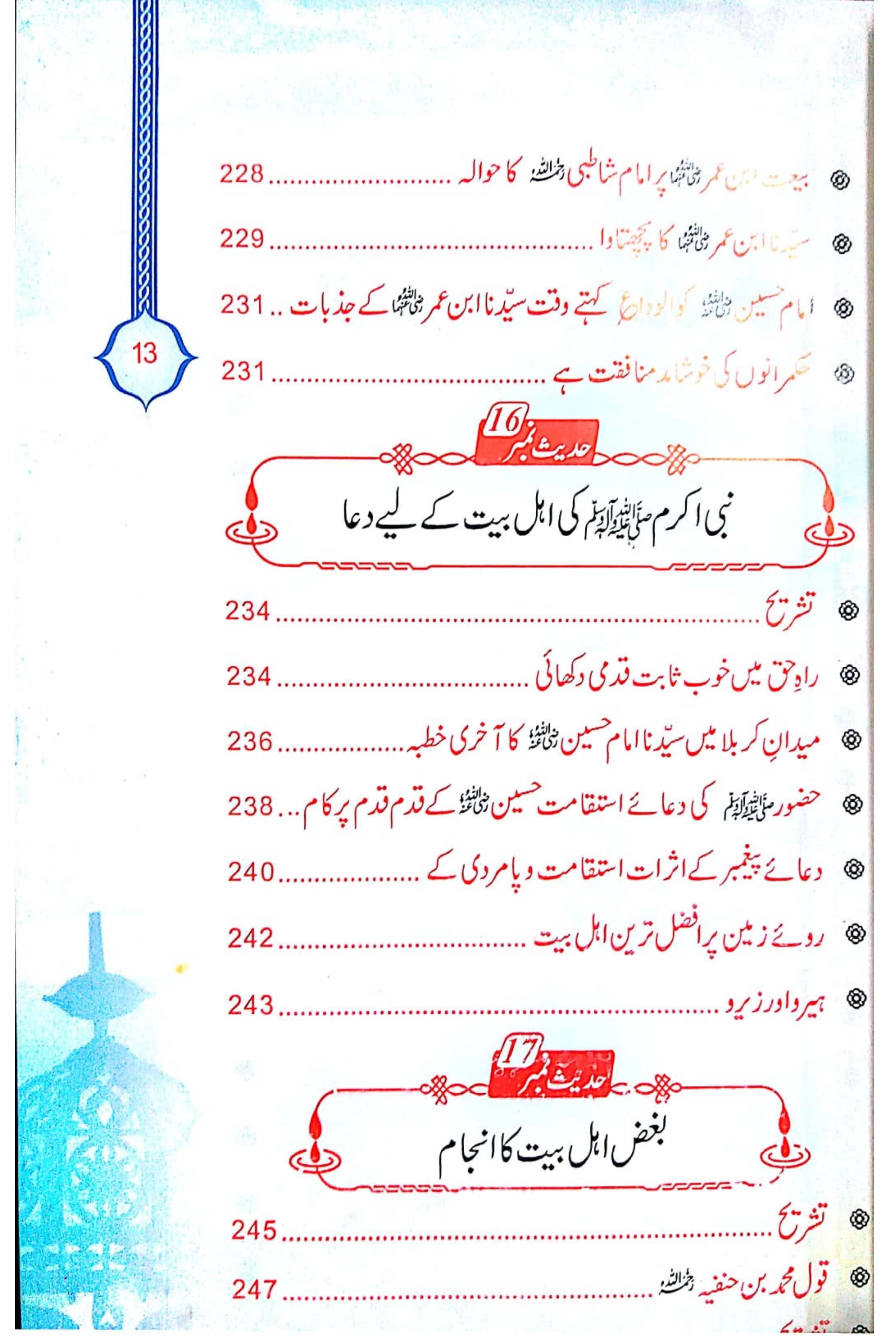


حدیث نمبر 14

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت

حدیث نمبر 15

کہاں خونِ شہیداں؟ کہاں مچھر کا لہو؟

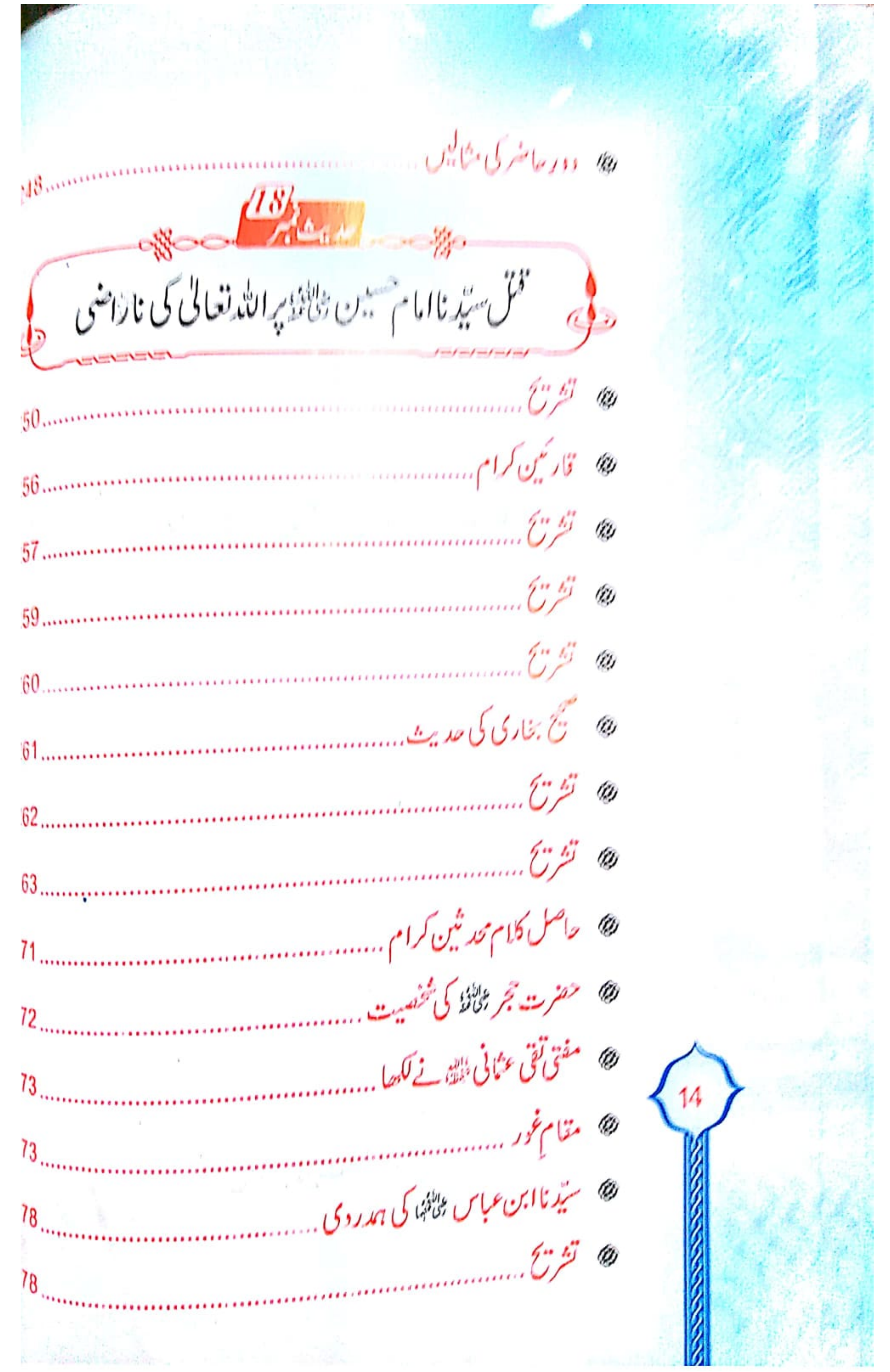


حدیث نمبر 16

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کے لیے دعا

حدیث نمبر 17

بغض اہل بیت کا انجام



حدیث نمبر 18

قتلِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی



حدیث نمبر 19

گھوڑے کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ملاقات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث نمبر 20

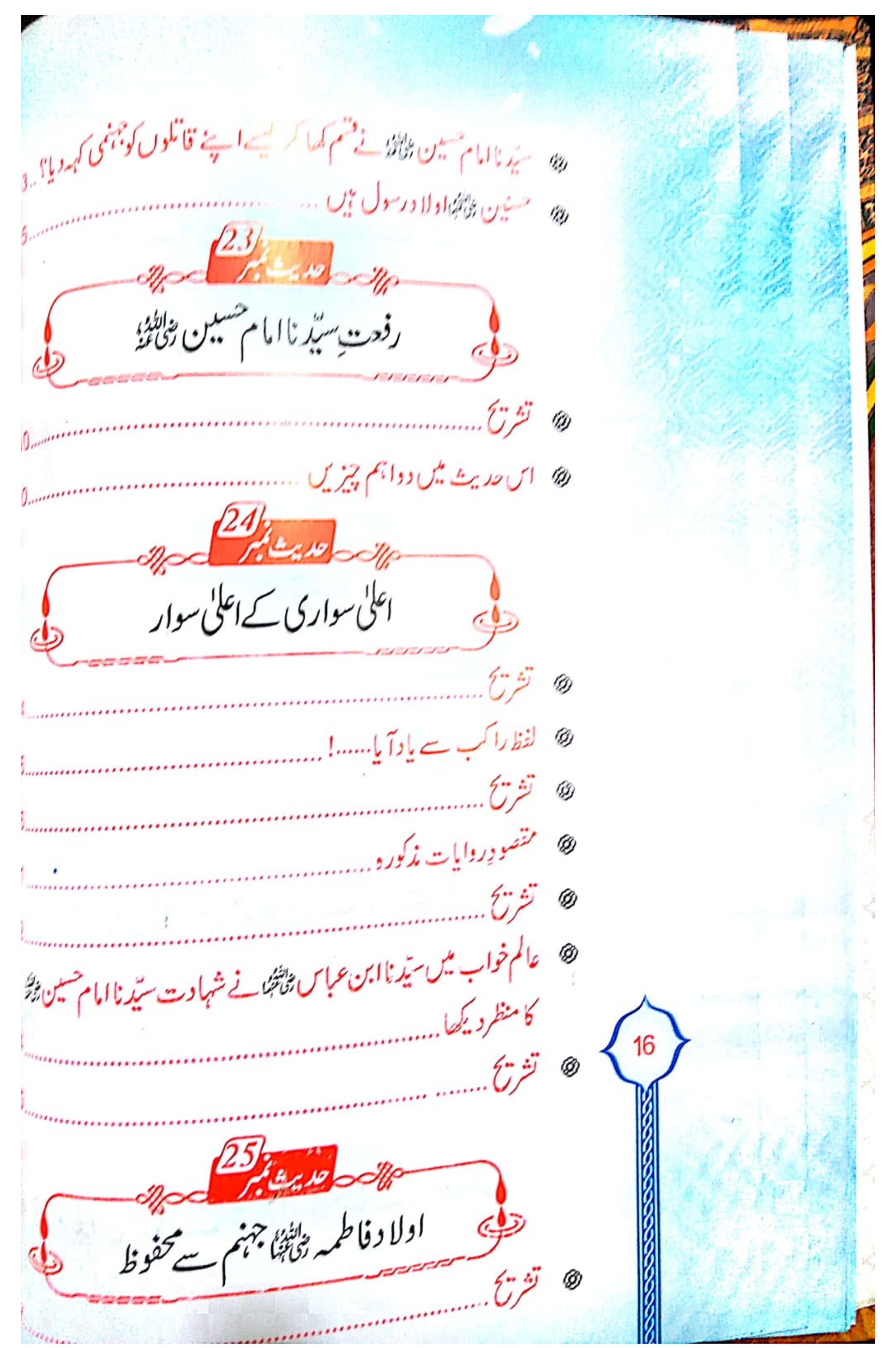
لعنت کے مستحق لوگ

حدیث نمبر 21

حسنین رضی اللہ عنہما کی شیطان سے حفاظت الٰہی

حدیث نمبر 22

میدانِ کربلا کے ستر ہزار بلا حساب جنت میں



حدیث نمبر 23

رفعتِ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 24

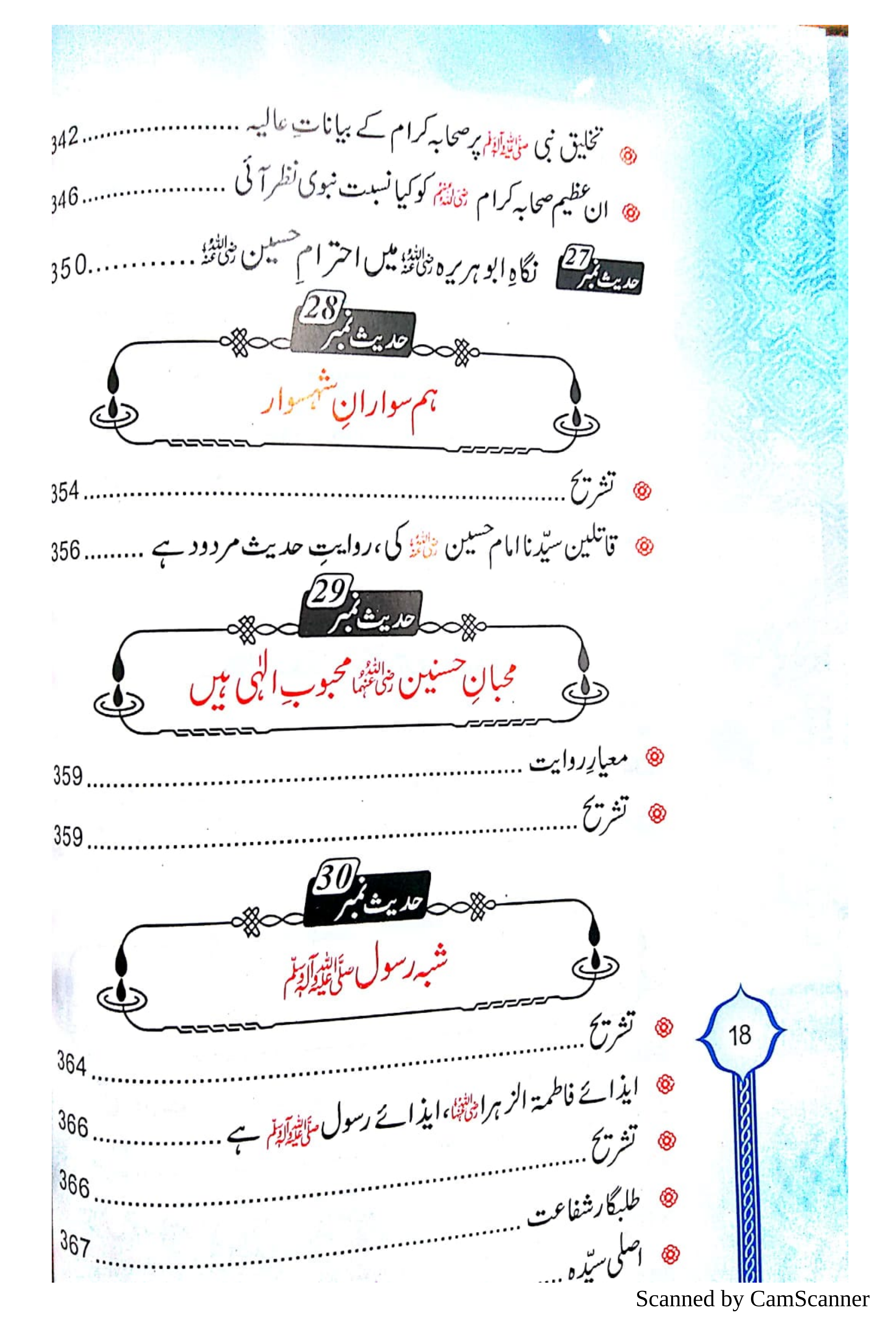
اعلیٰ سواری کے اعلیٰ سوار

حدیث نمبر 25

اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا جہنم سے محفوظ

حدیث نمبر 26

کربلا میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدد ضرور کرنا



حدیث نمبر 28

ہم سوارانِ شہسوار

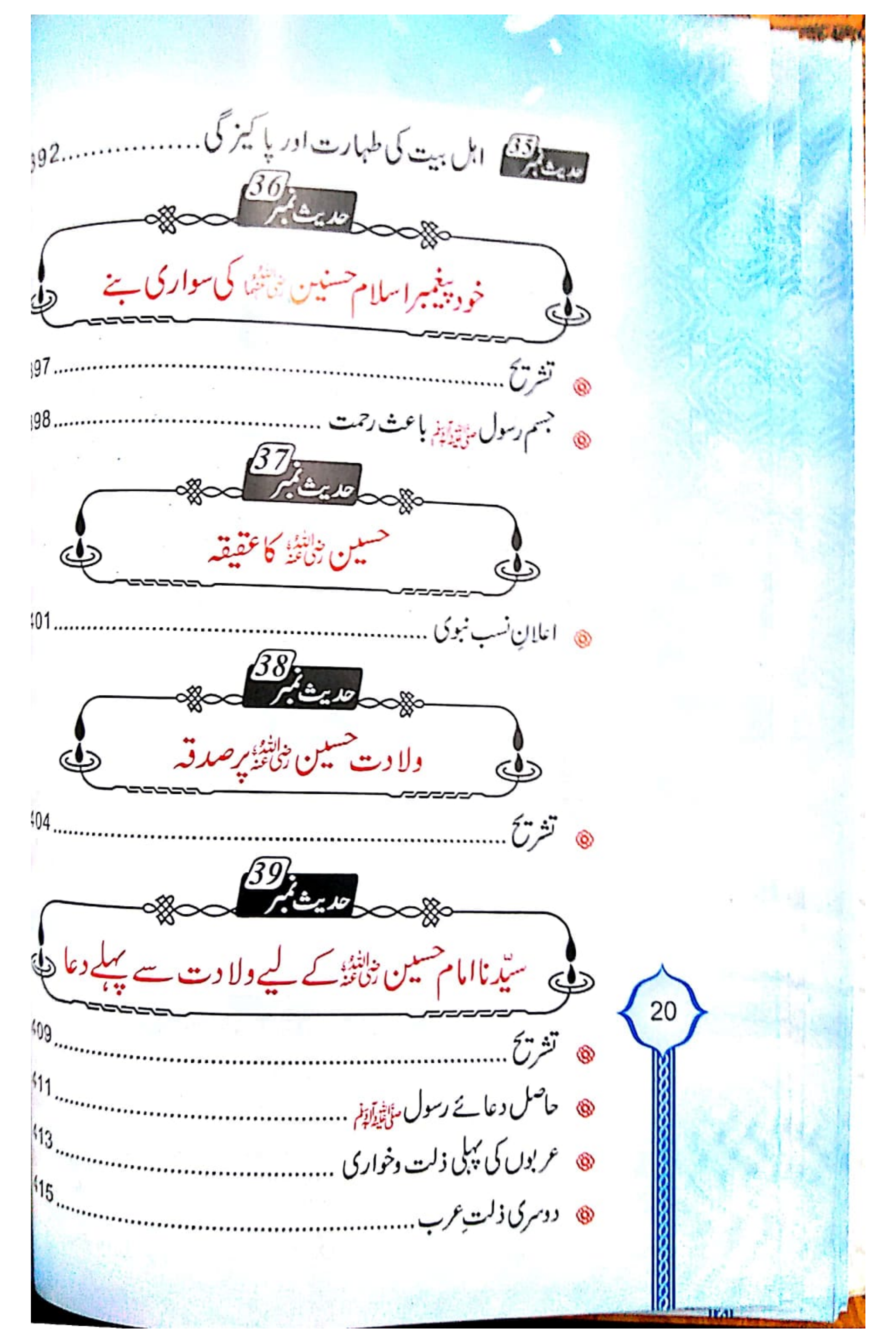
حدیث نمبر 29

محبانِ حسنین رضی اللہ عنہما محبوبِ الٰہی ہیں

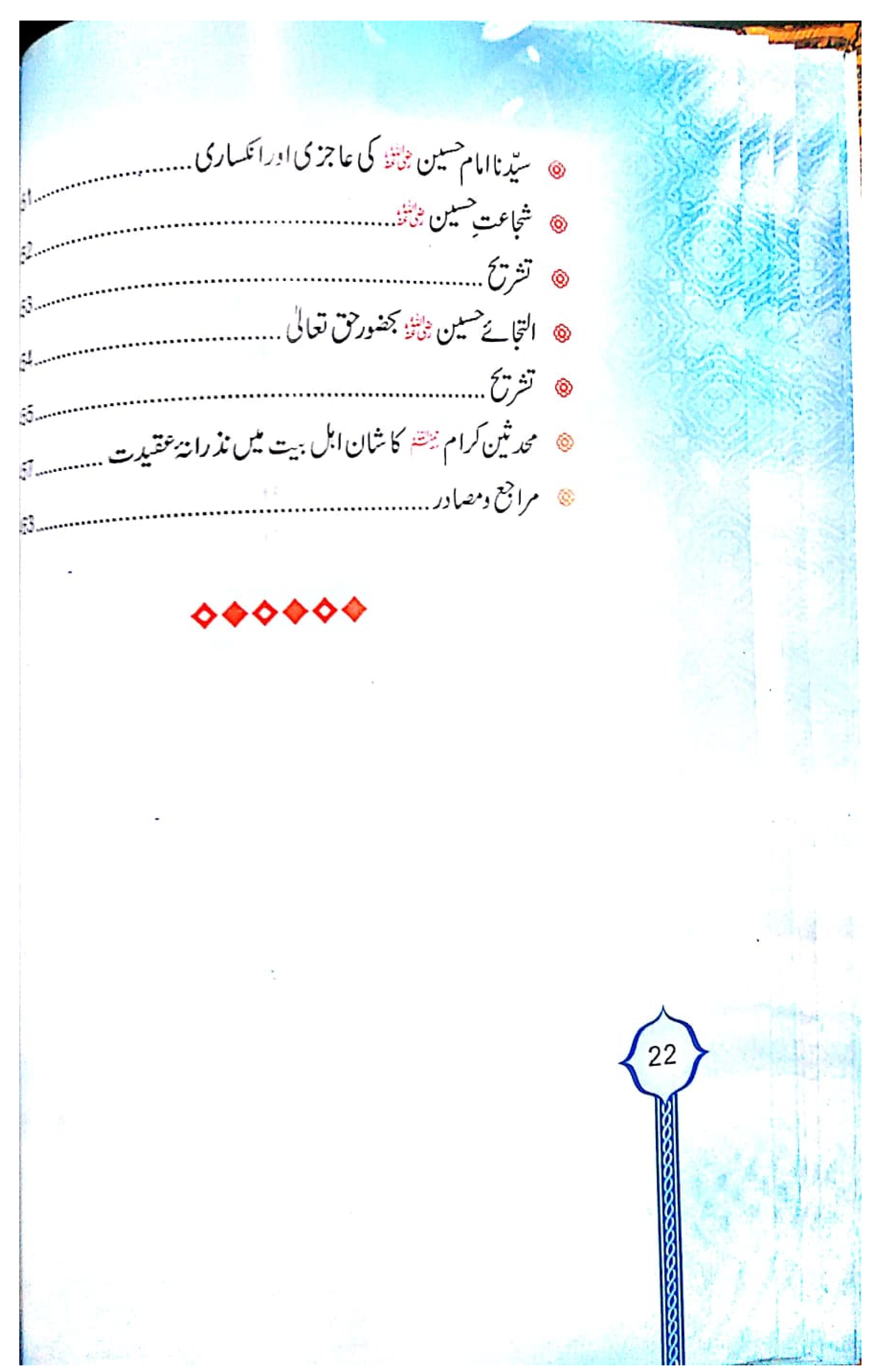
حدیث نمبر 30

شبہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم





حدیث نمبر 40
سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ منزلِ موعود پر



◇◆◇◆◇◆

حرفِ آغاز

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قلم وقرطاس کا رشتہ ازل سے ہے اور جب تک دنیا کا وجود برقرار ہے تب تک یہ رشتہ ثمر آور رہے گا۔ کتاب کے انسانی زندگی پر اثرات کا انکار کم از کم کسی ذی شعور کے لیے تو ناممکن ہے۔ دورِ حاضر کی تمام جدتیں اور وسعتیں بھی کتاب کی اہمیت وافادیت کو کم نہیں کر سکیں۔ اگرچہ ہمارے ذرائع ابلاغ دانستہ یا نادانستہ طور پر آنے والی نسل کو بتدریج کتاب سے دور کرنے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں لیکن کتاب سے استوار نسلوں پر محیط رشتہ اتنا مضبوط ہے کہ اسے ختم کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔

کتاب دراصل انسان کی دوست، رازدار، غمگسار، خاموش رہبر، چراغِ راہ اور نشانِ منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔ خاص طور پر کتاب کا تعلق اگر دین یا دینی شعار سے ہو تو اس کی افادیت اور قدر و منزلت دوچند ہو جاتی ہے، کیونکہ ایسی کتاب صرف کتاب ہی نہیں تاریخ کا ایک مستند حوالہ ہوتی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ایسی کتاب نہ صرف شرک و بدعت، کفر و ضلالت، افراط و تفریط، بدبختی و شقاوت بلکہ بدنصیبی و عدم ثقاہت کے تمام راستوں کو مسدود کر کے نورِ علم کی روشنی میں راہِ اعتدال کا راہی بنا دیتی ہے۔

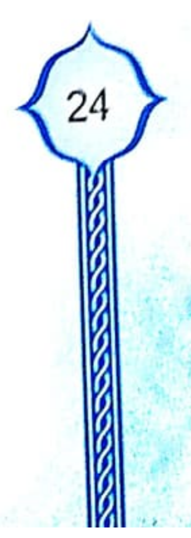
سید الشہداء، امام مظلوم، شہید کربلا، نوجوانانِ جنت کے سردار امام کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے گلشن کے پھول حضرت سیدنا امام

حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی قدر، ان کی عظیم قربانی اور ان کی مظلومانہ شہادت عظمیٰ تاریخ اسلام کا ایک ایسا روشن باب ہے، جو اپنی تابنا کی کے ساتھ ساتھ المناک اور انتہائی درد انگیز ہے۔ شہید کسی بھی قوم کے لیے حیات نو بخشنے کا کام کرتے ہیں اور ان کا گرم اور تازہ لہو کسی بھی مردہ قوم کی رگوں میں نئی زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔

شہداء کی ایک طویل اور روشن فہرست تاریخ اسلام کے ماتھے کا جھومر ہے۔ یہ ایک ایسی خوبصورت تسبیح ہے کہ جس کے بے شمار دانے ہیں جو ہیروں اور جواہرات سے بھی زیادہ خوبصورت اور قیمتی ہیں اور اس خوبصورت اور قیمتی تسبیح کے امام سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر آپ کی شہادت کے بعد سے تحریروں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ تعریف وتوصیف جس ذات گرامی کا حق اور خراج تحسین جس کے لیے لازم وملزوم ہے، اسی ذات بلند پر کچھ بدنصیب بے جا اور حرف غلط کی مانند مٹا دینے والی تنقید کرکے اپنے نامہ اعمال بھی سیاہ کرتے رہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ ایک ایسی علمی شخصیت ہیں جو اپنے محتاط قلم، شستہ طرز تحریر، روایت و درایت پر عبور رکھنے والے تاریخ اسلامی کے روشن پہلو کی پاسداری کے امین رہے ہیں۔ ان کا قلم جب بھی تحریر کے لیے متحرک ہوا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی محبت میں ہی ہوا ہے۔ دشمنان اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت عظام اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمتوں کے مخالفین کو اپنے مخصوص سنجیدہ، متین اور مناسب طرز تحریر سے دندان شکن جواب دیتے نظر آتے ہیں۔



''مقالات دانش'' میں انہوں نے جس طرح دور جدید کے مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل پیش کیا ہے وہ ان کی خوبصورت طرز فکر کا ایک عمدہ ثبوت ہے۔ وہ امت کی بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہایت نرم اور اچھے انداز میں ان کی کمی کوتاہیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے انہیں غور وفکر اور تدبر کی دعوت دیتے ہوئے اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ وہ خشمگیں اور درشت لہجہ نہیں اپناتے، بلکہ پڑھنے والے کو نہایت متانت سے دلائل دے کر اپنی بات منوا لینے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''شرح اربعین امام حسین'' ان کی سابقہ شاندار تصنیف ''اربعین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ'' کے سلسلہ کی ہی اضافی کڑی ہے۔ یہ ایک ایسی کاوش ہے جو نہ صرف دلوں کا زاویہ بدلنے کا بلکہ ذہنوں کا رخ تبدیل کرنے کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دیتی ہے۔ کون ایسا مسلمان ہے، جس کے دل کی دھڑکنوں میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت نہ ہو؟ کون ایسا سچا مؤمن ہے جس کی رگوں میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی الفت خون بن کر نہ دوڑ رہی ہو؟ اور یہ تصنیف لطیف محبان امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔

فضیلۃ الشیخ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ کا نام علمی حلقوں میں اس لحاظ سے بہت نمایاں مقام کا حامل ہے کہ اگر امام نووی رحمہ اللہ اپنی اربعین لکھ کر مقتداء کا مقام پا رہے ہیں تو امام عالی رضی اللہ عنہ مقام کے مقصد وشہادت اور فلسفہ و پیغام کو چالیس صحیح احادیث تحریر کی صورت میں محفوظ کر کے پیش کرنے کا منفرد اعزاز فضیلۃ الشیخ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ کو حاصل ہوا ہے اور پھر بعض حضرات نے اپنی روایتی ہٹ دھرمی اور کج بحثی سے اس متبرک اربعین پر جو نام نہاد بودے اعتراض کیے ہیں ان کا

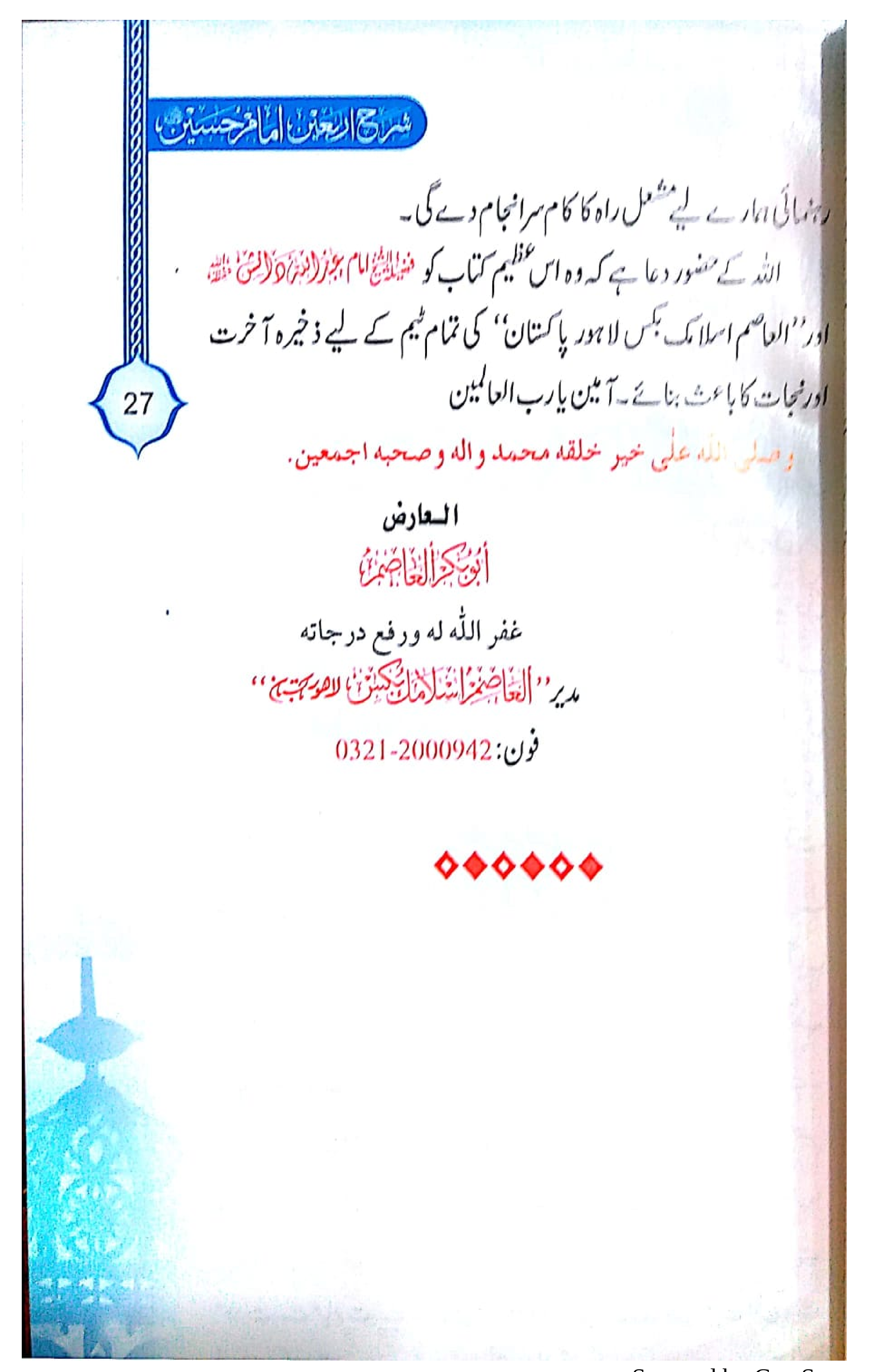
''شرح اربعین امام حسنین'' ''میں نہایت مدلل انداز میں جواب دیا گیا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف آپ کے ایمان و انقان کی دولت میں ڈھیروں اضافہ کرے گا بلکہ آپ کو خزینہ علم وعرفان سے بھی فیض یاب ہونے کا پورا پورا موقع عطا کرے گا۔ کیونکہ فضیلۃ الشیخ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت اس تصنیف کے ہر ہر لفظ سے آشکار ہو رہی ہے۔ تاریخ اسلام کے اس اہم مجموعہ اور علمی کاوش کی ترتیب و تقدیم اور طباعتی مراحل کا اعزاز العاصم اسلامک بکس لاہور کو حاصل ہو رہا ہے، جس کے لیے ہم اپنے اللہ کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہمارے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

ان شاء اللہ العزیز ''العاصم اسلامک بکس لاہور پاکستان'' ان قارئین کے لیے جو اسلام اور علوم اسلام اور اسلامی عظمت کے روشن پہلوؤں پر شستہ اور سنجیدہ نیز علمی تحقیق سے بھرپور کتب پڑھنے کے شائق ہیں۔ ایسی عمدہ اور محققانہ کتب پیش کرتا رہے گا۔

آخر میں اپنے پڑھنے والے تمام معزز قارئین کرام سے درخواست کروں گا کہ وہ فضیلۃ الشیخ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ، ان کے اہل خانہ، احباب اور دوستوں کو جہاں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے وہاں مجھ ناچیز اور میرے والدین کریمین اور ''العاصم اسلامک بکس لاہور پاکستان'' کی پوری ٹیم کو بھی اپنی قیمتی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اسی طرح میری گزارش ہے کہ پروف کی اغلاط، اپنی تنقید، آراء، تجاویز ہمارے طباعتی کام اور معیار کے متعلق بھی ہمیں ضرور آگاہ کریں کہ آپ کی یہ



رہنمائی ہمارے لیے مشعل راہ کا کام سرانجام دے گی۔

اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس عظیم کتاب کو فضیلۃ الشیخ امام ابو زبیر داؤد السنی حفظہ اللہ اور ''العاصم اسلامک بکس لاہور پاکستان'' کی تمام ٹیم کے لیے ذخیرہ آخرت اور نجات کا باعث بنائے۔ آمین یارب العالمین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین.

العارض

أبو بكر العاصم

غفر اللّٰہ له ورفع درجاته

مدیر ''العاصم اسلامک بکس لاہور پاکستان''

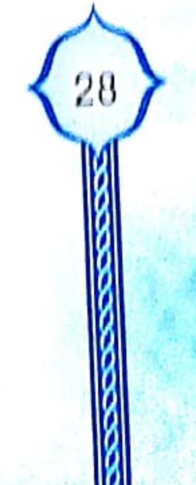
فون: 0321-2000942

◆◆◆◆◆◆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ صاحبِ کتاب کے بارے میں

جس طرح ہر زبان دانتوں کی ہم آہنگی کے ساتھ الفاظ و بیان کی سحر انگیز ادائیگی سے قاصر ہوتی ہے، اسی طرح ہر ہاتھ انگلیوں کی گرفت کو ذہنی خیالات کے ہم آہنگ کر کے لوگوں کے ذہنی خیالات کو بدلنے والی تحریر نہیں لکھ سکتا، مگر دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی زبان و قلم میں خالق نے یہ خوبی رکھ چھوڑی ہوتی ہے کہ وہ ذہنی افکار و نظریات کو الفاظ و بیان کا حسن اسلوب دے کر حسن ادائی کا وہ کرشمہ کر جاتے ہیں کہ لوگ ان کی باتوں کو اپنے دل کی ترجمانی محسوس کر کے عرصہ دراز تک ان کی حلاوت کو محسوس کرتے ہیں۔ ایسی ہی نابغہ عصر شخصیات میں سے ایک مستند نام فضیلۃ الشیخ، پیکر اخلاص مجسمہ شرافت، عالم باعمل، مجموعہ جمال و کمال، دیار غیر میں اسلام کی نورانی کرنیں بکھیرنے والے عظیم سکالر حضرت علامہ عبداللہ دالسن ﷾ ہیں۔ حضرت الامام ﷾ ایک عبقری شخصیت کے مالک ہیں۔ ہر علم دوست اور ادب شناس ان سے واقف ہے اور اہل بیت نبویؑ سے پیار کرنے والا ہر دیوانہ ان سے شناسائی رکھتا ہے۔
آپ علم و عمل کی دنیا میں مینارۂ نور بن کر پورے عالم اسلام میں روشنیاں بکھیر رہے ہیں۔ ان کی حیات مستعار کے شب و روز تعلیم و تعلّم، درس و تدریس، وعظ و تقریر، کتابوں سے عشق، ادب سے لگاؤ، اہل علم سے محبت اور اہل قلم سے مودت سے عبارت ہے۔ ان کی زندگی نور علم عام کرتے، شمع محبت اہل بیت فروزاں کرتے، وراثت علم سنبھالتے، اخلاق و کردار کی میراث بانٹتے بسر



ہو رہی ہے۔ ہزاروں کتب پر مشتمل اپنے کتب خانے سے خوشہ چینی کرنے والے اور سینکڑوں ادیبوں، دانشوروں سے تعلق رکھنے والے محقق مصنف علامہ امام عبداللہ دانش ﷾ کے لکھنے کا اپنا ایک منفرد اسلوب ہے۔ وہ صرف الفاظ و محاورات، زبان کی سلاست و روانی اور اسلوب کی چاشنی پر ہی زور نہیں دیتے بلکہ الفاظ کی گہرائی، زبان کی سچائی اور اسلوب کی اونچائی پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ وہ دل کی بات کو دل کی راہ تک لانے کے لیے سادگی اور واقعاتی حقیقت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کی 50 سے زائد تصنیفات (جو العاصمہ اسلامک بکس لاہور کے زیر اہتمام پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے دوبارہ زیور طباعت سے آراستہ ہو رہی ہیں ان شاء اللہ) ان کی وسعت مطالعہ، ذہانت و فطانت، سنجیدگی و متانت، علم کی اشاعت اور اسلاف امت کی محبت کا واضح ثبوت ہیں۔

حضرت علامہ ﷾ وسعت مطالعہ میں اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کے شوقِ مطالعہ کا یہ عالم ہے کہ ان کا دیارِ غیر میں دارالمطالعہ تنگی داماں کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے۔ ہزاروں کتابوں کے درمیان چشمہ فیض بنے حضرت علامہ ﷾ گوشہ تنہائی میں بھی شہرت دوام سے بہرہ ور ہیں۔

سیرت و کردار کی پختگی، محبت و لگن، فرض شناسی، مستقل مزاجی، مزاج کی لطافت، طبیعت کی نفاست، جدت طرازی، ندرت خیالی، علمی سر بلندی، شخصیت کی سحر انگیزی، لہجے کی ملائمت، اندازِ تحریر کی متانت، قول و فعل میں ہم آہنگی، دل نشین اندازِ بیان، یقین کی منزلیں طے کرتا طرزِ استدلال ان کا طرہ امتیاز ہے۔

نصف صدی کی تاریخ کے مستند گواہ امام عبداللہ دانش ﷾ خوش کلامی، خوش

ولی، خوش اخلاق، خوش لباسی میں عدیم النظیر ہیں۔ آپ جب بولتے ہیں تو سننے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔ سنتے ہیں تو علم وحکمت کے انمول موتی اپنے سینے میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ لکھتے ہیں تو لفظ لفظ صداقت وحقیقت کا آئینہ دار اور سطر سطر حکمت ومعرفت کی گواہ نظر آتی ہے۔ حضرت الامام ﷾ قرآن و سنت کی سچی تعلیمات کی ترویج، فرقہ واریت کی بیخ کنی، اخلاق کریمانہ کے پرچار اور اہل بیت کی شمع روشن رکھنے کے لیے اپنا تن، من، دھن، تجربہ، مہارت اور اپنی تمام تر صلاحیت وقف کیے ہوئے ہیں۔

تاریخ پیدائش اور خاندانی پس منظر:

حضرت الامام ﷾ 1950ء میں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی، عالم باعمل مولانا سلطان محمد ؒ اور والدہ ماجدہ اپنی نیکی، تقویٰ، للّٰہیت، خوش اخلاق، سادگی اور دین کے ساتھ گہری وابستگی ومحبت کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت الامام کی تعلیم وتربیت میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ حضرت الامام کی بلند کردار اور دین حنیف سے قلبی لگاؤ ان کے والدین کریمین کی حسن تربیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ابتدائی تعلیم عارف والہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں 1968ء میں مدرسہ اشاعت الاسلام E-B149 سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ 1969ء میں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں شیخ المشائخ حافظ عبد اللہ بڈھیمالوی ؒ سے دوبارہ صحیح بخاری پڑھی اور ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبداللہ ؒ کے ہاتھوں سے سند فراغت حاصل کی، اسی طرح کراچی میں علامہ یوسف کلکتوی ؒ سے تیسری مرتبہ بخاری شریف پڑھی اور سند حاصل کی۔ تعلیمی مراحل سے گزرنے کے

بعد حضرت علامہ صاحب نے 1973ء میں تدریسی میدان میں قدم رکھا اور نیک نام ٹھہرے۔ 1977ء میں پاک فوج میں بطورِ خطیب سیالکوٹ تقرر ہوا جو 1982ء میں ان کے استعفیٰ پر اختتام پذیر ہوا۔

حضرت علامہ صاحب عرصہ دراز تک جماعت اسلامی کے ساتھ بھی منسلک رہے۔ سیّد مودودی رحمہ اللہ، الشیخ ابن باز رحمہ اللہ اور الشیخ ابن السبیل رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی یادگار ملاقاتیں رہیں۔

اساتذہ کرام:

حضرت الامام علمی رسوخ اور فقاہت و ثقاہت کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ انہیں اس عظیم مرتبے تک پہنچانے میں بلاشبہ ان کے اساتذہ کرام کی محبتیں اور محنتیں شامل ہیں۔ ان کے اساتذہ کرام میں مولانا اسماعیل فیروز پوری رحمہ اللہ، مولانا محمد حسین آزاد حفظہ اللہ، مولانا سرور عزیز حفظہ اللہ، ولی کامل شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک حفظہ اللہ منصورہ، شیخ الحدیث علامہ یوسف کلکتوی رحمہ اللہ جیسی نابغہ عصر شخصیات شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پیکرانِ علم وعمل کو کروٹ کروٹ انعامات سے نوازے اور انہیں قبر وحشر کی تمام مشکلات میں آسانیاں عطا فرمائے کہ انہوں نے حضرت الامام جیسا ایک نگینہ تراشا جو آج اپنی تحریر و تقریر اور درس و تدریس کے ذریعے ان کے لیے صدقہ جاریہ اور توشہ آخرت بنا ہوا ہے۔

حضرت علامہ صاحب 1992ء میں وزٹ ویزہ پر امریکہ دیارِ غیر میں تشریف لے گئے اور تادم تحریر وہ نیویارک میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے

لیے سرگرم عمل ہیں۔

مسجد البدر:

فضیلۃ الشیخ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ نے 7 نومبر 1996ء میں باتھ ایونیو بروکلین میں کرائے پر جگہ حاصل کی۔ 1 ماہ کا پیشگی کرایہ اور 2 ماہ کی سیکورٹی یعنی 4500 ڈالر خود نقد ادا کر کے لیز پر حاصل کی۔ قریباً 12 سال کرائے کی جگہ پر مسجد کا نظام چلایا، پھر اللہ کی توفیق سے جولائی 2008ء میں اسی روڈ پر ایک غیر مسلم اطالوی سے بغیر سود 9 لاکھ ڈالر میں 80×34 فٹ پر بنی ہوئی عمارت خرید لی، جسے زندہ دلان مسلم نوجوانوں نے ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر مسجد کی شکل میں ڈھال دیا۔ اللہ انہیں جزائے عظیم سے نوازے۔ آمین

29 اگست 2008ء کو نئی افتتاحی مسجد میں خطبہ جمعہ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ نے خود ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ کچھ عرصہ قبل تمام رقم ادا کر دی گئی ہے۔

مسجد البدر نیویارک کا طرۂ امتیاز یہ ہے وہاں مسلکوں (گروہ بندیوں) کی باہمی کشاکش سے پاک وصاف ماحول فراہم کیا جاتا ہے تاکہ لوگ سچے اسلام کی غیر مسلموں کے باہمی اختلافات کی بجائے خالص اسلام کی کتابیں اردو اور انگلش زبان میں وافر مقدار میں موجود ہیں، جو مسلم و غیر مسلم افراد کو پیش کی جاتی ہیں۔

مسجد البدر کے شعبہ جات:

1. شعبہ ناظرۃ القرآن الکریم
2. شعبہ ترجمۃ القرآن
3. شعبہ دار الافتاء

4. شعبہ دعوت و تبلیغ (مسجد ہذا میں مختلف اوقات میں نامور خطباء، علماء اور سکالرز اپنے علم سے عوام الناس کو بہرہ ور کرتے رہے ہیں)
5. شعبہ دارالحدیث
6. شعبہ تقسیم لٹریچر

دینی امور کے لیے اگر کسی شخص کو ایک متحرک اور مخلص ٹیم مل جائے تو نہ صرف دینی معاملات بطریق احسن سرانجام پاتے ہیں بلکہ ان کاموں کی رفتار تیز اور نتائج عمدہ ملتے ہیں۔ حضرت علامہ حفظہ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مخلص رفقاء سے نواز رکھا ہے جن میں ایک شخصیت مولانا عمر حفظہ اللہ کی ہے جو حضرت کے نائب ہیں جبکہ دوسری شخصیت برادر ذی وقار قاری وسیم دانش حفظہ اللہ کی ہے جو حضرت کے فرزند گرامی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حضرت علامہ حفظہ اللہ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون بنائے اور حضرت علامہ حفظہ اللہ اور ان کے صاحبین کی محنتوں اور کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرما کر ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

تصنیفات:

حضرت الامام نے زندگی کے مختلف روپ دیکھے۔ عسرت بھی دیکھی اور یسرت بھی۔ اپنوں کو بھی دیکھا اور پرایوں کو بھی۔ بے وفائی بھی دیکھی اور وفا بھی۔ آنسو بھی دیکھے اور مسکراہٹ بھی۔ محنت و مزدوری بھی دیکھی اور ملازمت بھی، لیکن جب سے انہوں نے قلم و قرطاس کے ساتھ رشتہ جوڑا ہے تب سے اس کی آبرو قائم رکھنے کی جستجو میں مگن ہیں۔ حضرت الامام مقدار سے زیادہ معیار اور کثرت سے زیادہ ثقاہت کے قائل ہیں۔ ان کی جملہ تصنیفات علم و ادب اور فقاہت و ثقاہت کے افق پر ستاروں کی مانند جگمگا رہی ہیں اور روشنی

کے متلاشی ان سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

حضرت علامہ صاحب دینی و دنیاوی امور اور حالات و واقعات پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کے مقالات ''مقالات دانش'' کے نام سے شائع ہو کر عام و خواص کے لیے فکر و عمل کی راہیں روشن کر رہے ہیں ان کے پسندیدہ عنوانات میں سے اہم ترین عنوان ''محبت آل رسول'' ہے۔

آلِ رسول کی محبت و عقیدت میں ان کی زبان، زبان و بیان کی بلندیوں کو چھونے لگتی ہے اور ان کا قلم قلم کی آبرو بن کر اپنی جولانیوں پر نظر آتا ہے۔ ان کا لفظ لفظ مٹھاس سے بھرا ہوا اور ان کا صفحہ صفحہ ادب و توقیر کی روشنی بکھیرتا ہوا نظر آتا ہے۔

شرح اربعین امام حسین

امام عز و علم و ادب کی تازہ تصنیف ''شرح اربعین امام حسین'' اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے جو تصنیفات کی دنیا میں بلند مرتبہ رکھنے والی ایک عظیم کتاب ہے۔

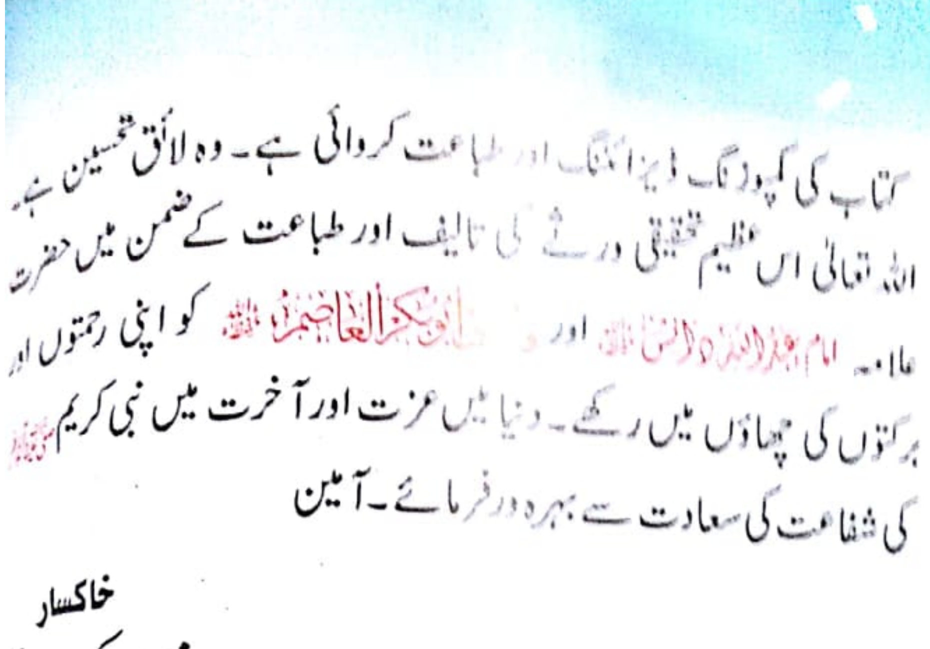
جو کہ انوار و تجلیات کی کرنیں ہیں۔ علم و حکمت کے موتی ہیں۔ فکر و عمل کی روشن راہیں ہیں۔ عقیدت امام حسین کے مہکتے پھول ہیں۔ محبت آل رسول کے چمکتے نگینے ہیں۔ تکریم و توقیر کی جولانیاں ہیں۔ تحقیق و تنقید کے منفرد اسلوب ہیں۔ احادیث پیغمبر کا خوبصورت انتخاب ہے۔ راہ اعتدال کی وسعتیں ہیں۔ ناصبیت کے بیت عنکبوت کے انہدام کے لیے پھونکیں ہیں۔ بحر الفت کی پُرسکون لہریں ہیں۔ گلشن رسالت کی پُر بہار رعنائیاں ہیں۔ مختصراً ''شرح اربعین امام حسین'' محبت امام حسین سے زندگی خوشنما بنانے والوں کے لیے عقیدت بھرا ایک منفرد مجموعہ ہے۔ جس کا مطالعہ نہایت نفع بخش

ثابت ہوگا۔

"شرح اربعین امام حسنین" کی ترتیب و تقدیم کا اعزاز برادر ذی احتشام قاری المقری أبوبکر العاصم کو حاصل ہورہا ہے جو یقیناً ان کی علم دوستی کی بین دلیل ہے۔ قاری أبوبکر العاصم امام القراء حضرت الشیخ القاری المقری محمد ادریس العاصم کے فرزند نامدار اوران کی مسند تدریس جانشین، علمی وتحقیقی میگزین سہ ماہی "العاصم" کے مدیر اعلیٰ اوراسلامی کتب کی اشاعت کے منفرد ادارے "العاصم اسلامک بکس لاہور" کے مدیر منتظم ہیں۔ قاری أبوبکر العاصم امام القراء کی متانت، علمیت اور مستودہ صفات شخصیت کا عکس روشن ہیں۔ علم اور اہل علم کے ساتھ محبت اور قلم اور اہل قلم کے ساتھ عقیدت ان کی شخصیت کا خاصہ ہے۔ انہوں نے العاصم اسلامک بکس پلیٹ فارم سے جس انداز سے علمی کتب کو زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

جانشین امام القراء، قاری أبوبکر العاصم تحقیقی ذخیروں کو عوام کی دسترس تک پہنچانے اور نادر علمی کتب کو منصۂ شہود تک لانے اور بہت سے اہل علم وفضل کی کاوشوں کو کتابی شکل میں ڈھالنے کے لیے جس محنت ومحبت سے عازم سفر ہیں، وہ لائق تحسین ہے۔

اللہ تعالیٰ جزا خیر عطا فرمائے حضرت الامام کو کہ انہوں نے اس دور میں اسلاف کے مشن کو زندہ رکھا ہوا ہے اور محبت آل رسولؐ کی شمع کو روشن کیے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے، برادرِ عزیز جانشین امام القراء قاری المقری محمد ادریس العاصم، قاری أبوبکر العاصم کو کہ جنہوں نے حضرت الامام صاحب کے مشن کی تکمیل کے لیے دن رات ایک کیا ہوا ہے۔ جس حسن وخوبی کے ساتھ انہوں نے اس عظیم



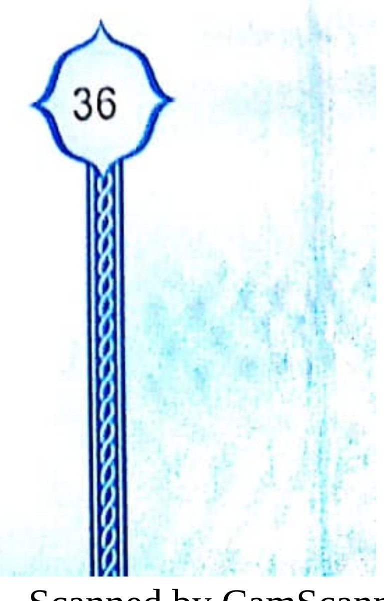
کتاب کی کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور طباعت کروائی ہے۔ وہ لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم تحقیقی ورثے کی تالیف اور طباعت کے ضمن میں حضرت علامہ امام ابو عبداللہ [illegible] اور [illegible] ابوبکر العاصمی [illegible] کو اپنی رحمتوں اور برکتوں کی چھاؤں میں رکھے۔ دنیا میں عزت اور آخرت میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

خاکسار

محمد ابوبکر فاروقی

معاون مدیر ماہنامہ پیام آگہی فیصل آباد





بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از: فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ سیّد ضیاء اللہ شاہ بخاری ﷾

فاضل مدینہ یونیورسٹی، ساہیوال پاکستان

بلاشبہ رسول اکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے والہانہ محبت کرنا عین ایمان ہے جب کہ خود رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.)) (رواه البخاری)

''کہ جب تک کوئی انسان اپنے والد اور بیٹے سے بلکہ تمام انسان سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت نہ کرے وہ مؤمن نہیں ہوسکتا۔''

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ (الاحزاب : 6)

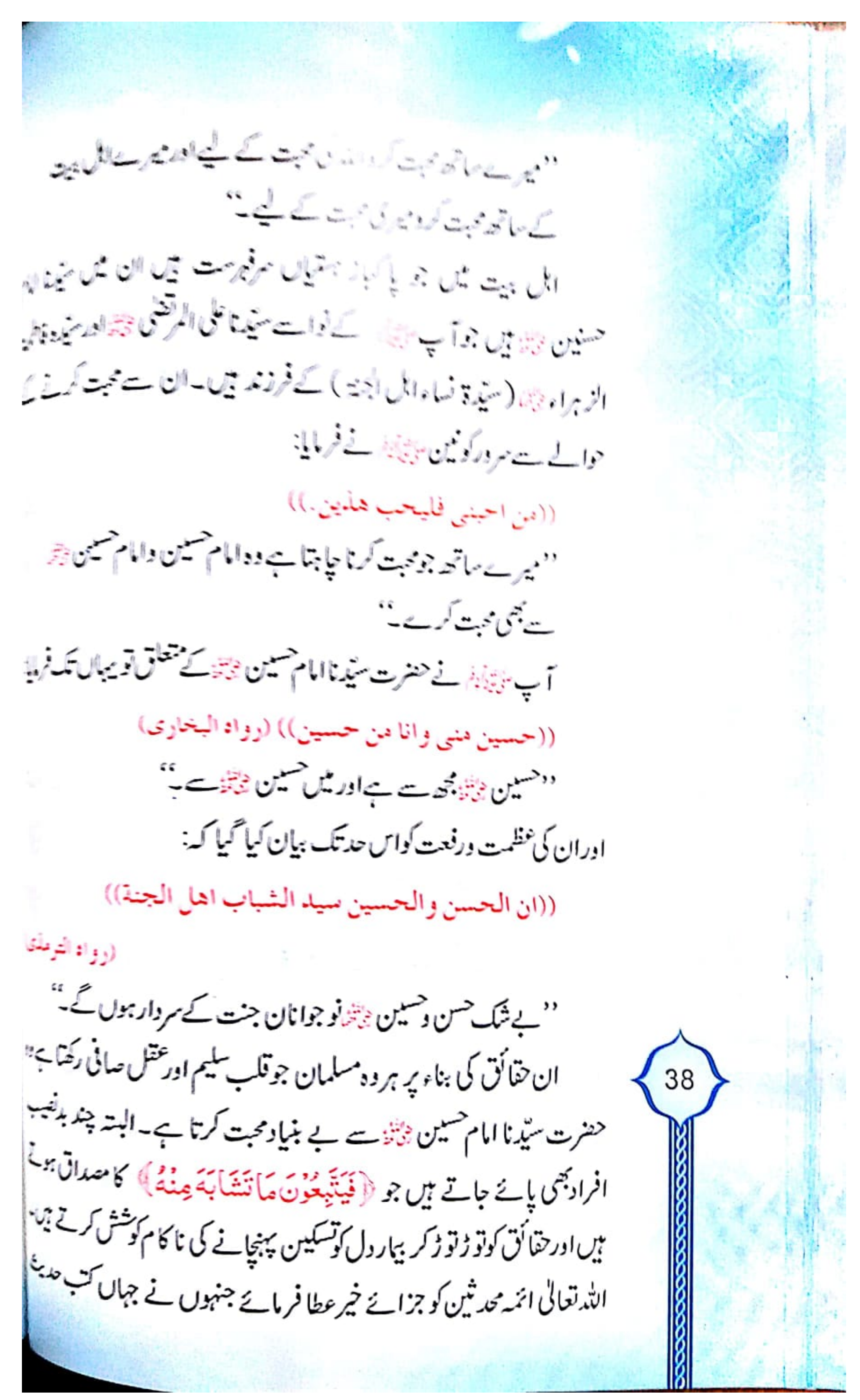
''کہ مؤمن اپنی جانوں سے بڑھ کر نبی ﷺ کو اولیٰ سمجھتے ہیں۔''

بنابریں حب نبوی ﷺ کے تقاضوں کی معرفت حاصل کرنا اور ان کی تعمیل و تکمیل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے ساتھ قلبی وابستگی والہانہ لگاؤ اور دلی محبت و عقیدت رکھنا حب نبوی ﷺ کا اہم ترین تقاضا ہے۔ جیسا کہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((احبونی لحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی))

(رواه الترمذی)



"میرے ساتھ محبت کرو اللہ کی محبت کے لیے اور میرے اہل بیت کے ساتھ محبت کرو میری محبت کے لیے۔"

اہل بیت میں جو پاکباز ہستیاں سرفہرست ہیں ان میں سیدنا امام حسنین رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ ﷺ کے نواسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا (سیدۃ نساء اہل الجنۃ) کے فرزند ہیں۔ ان سے محبت کرنے کے حوالے سے سرور کونین ﷺ نے فرمایا:

((من احبنی فلیحب ھذین.))

"میرے ساتھ جو محبت کرنا چاہتا ہے وہ امام حسین و امام حسین رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کرے۔"

آپ ﷺ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق تو یہاں تک فرمایا:

((حسین منی وانا من حسین)) (رواہ البخاری)

"حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہے۔"

اوران کی عظمت ورفعت کواس حد تک بیان کیا گیا کہ:

((ان الحسن والحسین سید الشباب اھل الجنۃ)) (رواہ الترمذی)

"بے شک حسن و حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے۔"

ان حقائق کی بناء پر ہر وہ مسلمان جو قلب سلیم اور عقل صافی رکھتا ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے بنیاد محبت کرتا ہے۔ البتہ چند بدنصیب افراد بھی پائے جاتے ہیں جو ﴿فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ کا مصداق ہوتے ہیں اور حقائق کو توڑ توڑ کر بیمار دل کو تسکین پہنچانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ائمہ محدثین کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے جہاں کتب حدیث

میں اہل بیت کے مناقب بیان فرمائے وہیں کتب رجال میں ان کی پاکباز شخصیات کو خراج تحسین پیش کیا۔ وہاں اہل بیت کے مخالفین کو محض بغض سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی پاداش میں "لانہ من قتلۃ الحسین رضی اللہ عنہ" کہہ کر مجروح الصدالۃ قرار دیا اور اہل بیت سے بغض عناد رکھنے والے بدنصیبوں کو ناصبی کا بدنما دھبہ لگا کر انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امت مسلمہ کے نزدیک بدخوضی، مردود اور متروک ٹھہرایا یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ جس فرد نے بھی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے "تحقیق" یا "تجدید تاریخ" جیسے خوش نما الفاظ کا سہارا دے کر اپنی کدورت کا اظہار کیا ہے۔ امت مسلمہ نے اسے قطعی طور پر مسترد کر دیا اور جس مرد مجاہد نے بھی اہل بیت کی محبت وعقیدت یا ان کی حمایت ودفاع کا علم بلند کیا اللہ رب العزت نے اسے "فیوضع لہ القبول فی الارض" کا مصداق بنا دیا۔

مخلص اہل علم کے علاوہ عوام الناس میں بھی اس کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ ان معاملگی زندگی میں بے حد اطمینان، استقرار اور استحکام نصیب ہوا۔ تاریخی شواہد اور اپنی زندگی کے مشاہدات وتاثرات کی بنیاد پر یہ حقیقت لکھ رہا ہوں۔ اہل بیت اطہار کے محبین، صادقین کا جو پاکباز قافلہ چودہ صدیوں سے اپنے منہج صدق وفا پر گامزن ہے۔ اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اس قافلے میں گزشتہ کئی برسوں سے ایک علمی شخصیت کا خوبصورت اضافہ ہوا ہے جس نے خالق کائنات کی عطا کردہ علمی صلاحیتوں کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بزرگی و برتری کو بیان کرنے اور واقعہ کربلا کے ضمن حقائق کو مدلل انداز سے بیان کرنے اور اس میں مضمر دینی حکمتوں بصیرتوں کو واضح کرنے اور ناصبیوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کے لیے وقف کر دیا اور وہ اپنی

اس پاکیزہ سعی میں بفضلہ تعالیٰ نہایت کامیاب و کامران ٹھہرے۔

میری مراد حضرت [illegible] ادریس ﷾ ہیں۔

جن سے میرا دیرینہ برادرانہ رشتہ ہے وہ عرصہ دراز سے ساہیوال سٹی میں دینی خدمات انجام دیتے رہے اور راقم الحروف کے ساتھ نہایت قوی دینی رابطہ رہا، بعد ازیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دینی خدمات کی انجام دہی کے لیے امریکہ میں پہنچا دیا۔ گزشتہ کئی برسوں سے وہ جامع مسجد البدر نیویارک میں دعوت و تبلیغ، تعلیم، تعلیم و تدریس، تربیت و تزکیہ اور تصنیف و تالیف میں مصروف ''شرح اربعین امام حسین ؓ'' کے عنوان سے اور گزشتہ سال نہایت ایمان افروز تالیف ان کی اولاد سے منصۂ شعور پر آئی جوان کے داماد عزیزم القاری ابوبکر العاصم بن فضیلۃ الشیخ المقری محمد ادریس العاصم ﷾ کی وساطت سے راقم الحروف تک پہنچی چونکہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں بندہ عاجز نہایت حساس جذبات کا حامل ہے اور ایسی کتب کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کو تین دفعہ بغور پڑھا ہے۔ دلائل اور حقائق پر مشتمل اور اسلوب نہایت حکمت و بصیرت سے پُر اور اہل بیت کی محبت و عقیدت سے لبریز پایا۔ کتاب کا نیا ایڈیشن مزید اضافوں کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ امید واثق ہے کہ سابقہ ایڈیشن کی طرح اسے بھی نہایت پذیرائی حاصل ہوگی۔

کتبہ

سیّد ضیاء اللہ شاہ بخاری

12-09-2015



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از: شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء حضرت مولانا ابوعمار زاہد الراشدی دامت برکاتہم

صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

ڈائریکٹر الشریعہ اکیڈمی، کنگنی والا گوجرانوالہ

رئیس التحریر ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

نحمدہ تبارک وتعالٰی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک مسلمان کی محبت وعقیدت کا طبعی تقاضا ہے کہ ان کے خانوادہ اور قریبی رشتہ داروں سے جو ایمان لاکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کا حصہ بن چکے تھے۔اسی طرح کی محبت وعقیدت ہو اور ان کے ادب واحترام کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھا جائے۔خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام طبقات مہاجرین، انصار، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور خاندان نبوت کے افراد رضی اللہ عنہم کے ساتھ عقیدت ومحبت کو ایمان کا تقاضا اور اس کی علامت قرار دیا ہے اور امت مسلمہ اجتماعی طور پر اس محبت و عقیدت کا مسلسل اظہار کرتی آرہی ہے۔

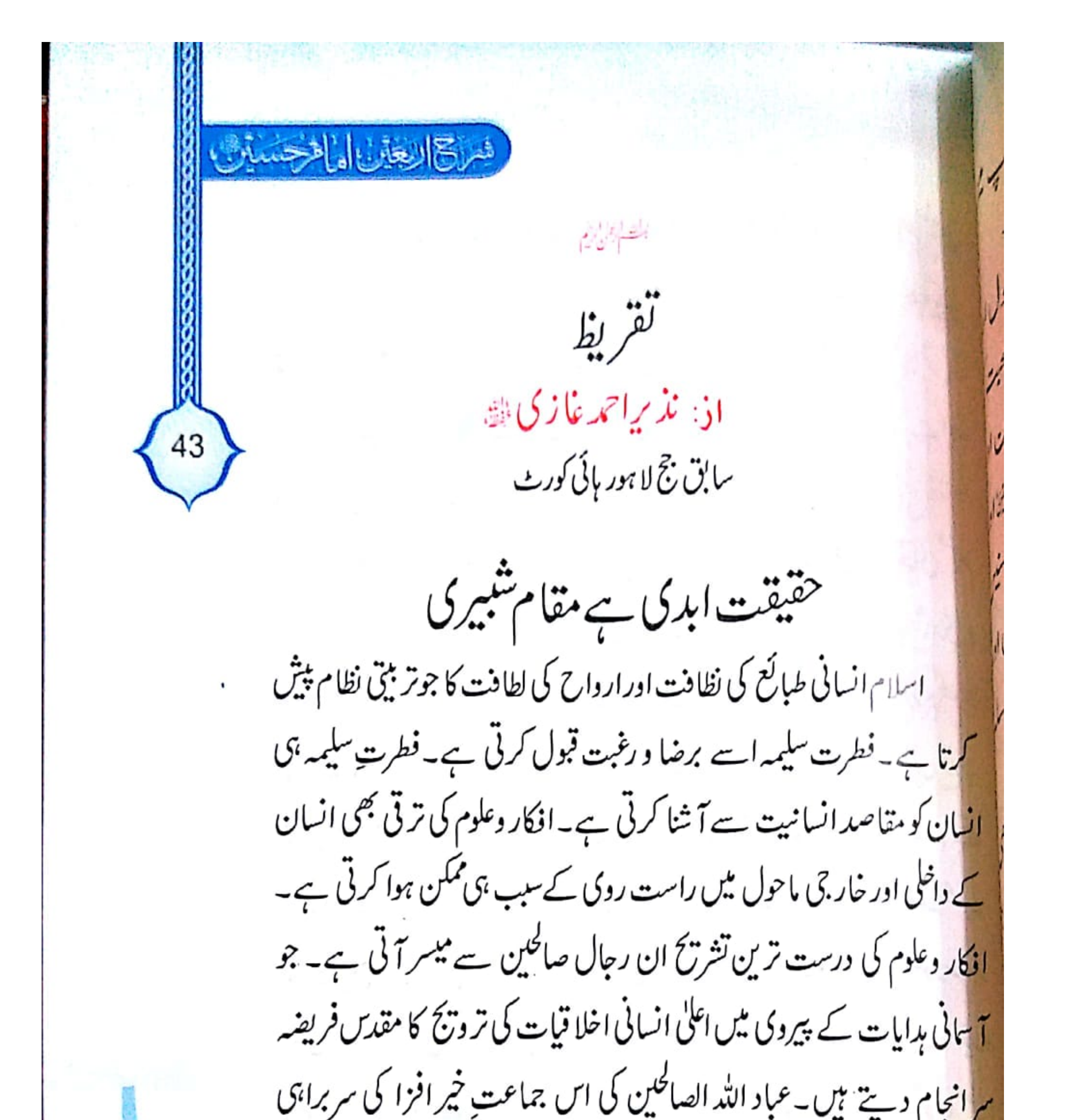
احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذخیرہ پر نظر ڈالیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہر طبقہ کی ممتاز شخصیات کا تذکرہ ملتا ہے اور محبت وعقیدت میں اضافہ ہوتا ہے۔ان میں خاندانِ نبوت کے گل سرسبد سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام بہت نمایاں ہے۔انہوں نے اپنے بڑے بھائی سیّدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبوت کی گود میں پرورش پائی۔اپنے عظیم نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ناز وانداز دکھائے۔ان

کے بڑھاپے کو آنگن میں کھیلتے ہوئے معصوم اور محبوب بچوں کے روپ میں
خوشیاں دیں اور ان کی امت کو حکمت وعزیمت کے ساتھ راہنمائی بخشی۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نواسوں کو اپنے چمن کے خوشنما پھول اور
جنت کے نوجوانوں کے سردار کے خطاب سے نوازا اور ان کے ساتھ محبت کو
اپنے ساتھ محبت کی علامت اور اظہار قرار دیا۔ محدثین کرام رحمہم اللہ، مؤرخین اور
دیگر اصحاب علم وفضل ہر دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور
مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ خانوادۂ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص حسنین
کریمین رضی اللہ عنہما کی منقبت وفضیلت کے تذکرہ کے ساتھ اپنے ایمان کی تازگی اور
امت کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان مہیا کرتے آ رہے ہیں اور یہ سلسلہ
قیامت تک جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ہمارے فاضل دوست مولانا عبد الرحمٰن دارانی حفظہ اللہ آف نیویارک نے بھی
اس کارِ خیر میں حصہ ڈال کر سعادت مندوں میں اپنا نام شمار کرایا ہے اور سیدنا
امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیات وخدمات کے حوالہ سے روایات واحادیث اور آئمہ
اہل سنت کے اقوال کا ایک بڑا ذخیرہ زیرِ نظر کتاب میں جمع کر دیا ہے جس کی
برکت سے مجھ سے ناکارہ کو بھی چند لمحات حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں
صرف کرنے اور ان کے ارشادات وفرمودات سے ایمانی حرارت حاصل
کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور زیادہ
سے زیادہ لوگوں کے لیے نفع بخش بنائیں۔ آمین یارب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی
خادم الحدیث النبوی الشریف
جامع نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، پاکستان
9 ستمبر 2015ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از: نذیر احمد غازی ﷾

سابق جج لاہور ہائی کورٹ

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری

اسلام انسانی طبائع کی نظافت اور ارواح کی لطافت کا جو تربیتی نظام پیش کرتا ہے۔ فطرت سلیمہ اسے برضا و رغبت قبول کرتی ہے۔ فطرتِ سلیمہ ہی انسان کو مقاصد انسانیت سے آشنا کرتی ہے۔ افکار و علوم کی ترقی بھی انسان کے داخلی اور خارجی ماحول میں راست روی کے سبب ہی ممکن ہوا کرتی ہے۔ افکار و علوم کی درست ترین تشریح ان رجال صالحین سے میسر آتی ہے۔ جو آسمانی ہدایات کے پیروی میں اعلیٰ انسانی اخلاقیات کی ترویج کا مقدس فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ عباد اللہ الصالحین کی اس جماعتِ خیر افزا کی سربراہی جماعت انبیاء کرام علیہم السلام فرماتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات عام انسانوں کی تربیت و تزکیہ کے لیے چنیدہ اور خواص مقربین کی جماعت کی خصوصی تربیت فرماتے ہیں۔ قرآن کی شہادت جا بجا نظر آتی ہے کہ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی آل و اولاد کو فوقیت و فضیلت عطا فرمائی گئی اور پھر ان کی حکایات روح افزا سے نظام تبلیغ و تلقین کا دائمی سلسلہ ہدایت قائم کیا گیا۔ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلواۃ فی التسلیمات دائماً ابداً کا سلسلہ تربیت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام اور سیّدنا اسحاق علیہ السلام سے گزرتا ہوا ایک بلند مقام کی جانب رخ

پھیرتا ہے۔ پھر یہ سلسلہ رشد کامل اور ہدایت فائق اشرف الانبیاء و امام الرسل حضرت سیّدنا محمد ﷺ تک پہنچتا ہے تو کائنات میں تربیت صالحین کا ایک تازہ اور مستقل انداز جنم لیتا ہے کہ تقرب خصوصی کے حامل افراد کو کامل تربیت سے گزار کر بقائے دین اور دفاع دین کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور مامور فرمایا جاتا ہے۔

حضور کونین پناہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے دائرہ مقام اور حدود کار میں نہایت رفیع المرتبت ہیں اور جاں نثاری فداکاری میں رشک امم ہیں۔ ان کے معاملات پر تنقید و بحث کا دروازہ کھولنا نہایت نامناسب ہے۔ البتہ آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کی نسبت تقرب میں درجہ بندی نہ کرنا بھی نہ صرف نامناسب ہے بلکہ نظام تربیت و نظام سیاست کے لیے بسا اوقات بہت ہی غیر متناسب ہو جاتا ہے۔ نظام حیات کے جملہ شعبہ جات اپنی اصل میں ترتیب و درجہ بندی کا بدیہی تقاضہ رکھتے ہیں۔ حضور سرور کونین ﷺ کی اولاد میں جو تقرب اور مقام رفیع حضرت سیّدۃ النساء سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو صاحبزادوں سیّدنا امام حسن اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے۔ کتاب اللہ کی جلی آیات اور احادیث صحیحہ متواترہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ دین و شریعت میں مقبول و مستحکم دلائل ان کی اس فضیلت فائقہ کو نہایت درجہ بلند کرتے ہیں۔

اسلام کی حقانیت کے منابع صادقیہ کو گدلا کرنے کی یہودی سازشوں اور نصرانی دسیسہ کاریوں نے کمزور ایمان مسلمانوں کو قرینۂ ابلیسی سے خوب استعمال کیا۔ مقاصد اسلام کو دھندلانے کے لیے فطرت سلیمہ کو دعوت مبارزت دی گئی اور انکار وحی و نبوت کے افکار بزور اقتدار متعارف کروانے کی کوشش کی

گئی۔ وارثین دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقائے حق اور دفاع دین سے روکنے کے لیے تاریخ کے بدترین ظلم وجور کا سہارا لیا گیا اور فضیلت وتقرب کے معیارات کو باطل قرار دینے کی علمی وعملی کاروائیاں کی گئیں۔ تاریخ اسلام کے اندوھناک واقعہ کربلا نے قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے دینی بیداری کا مستقل اہتمام کردیا۔

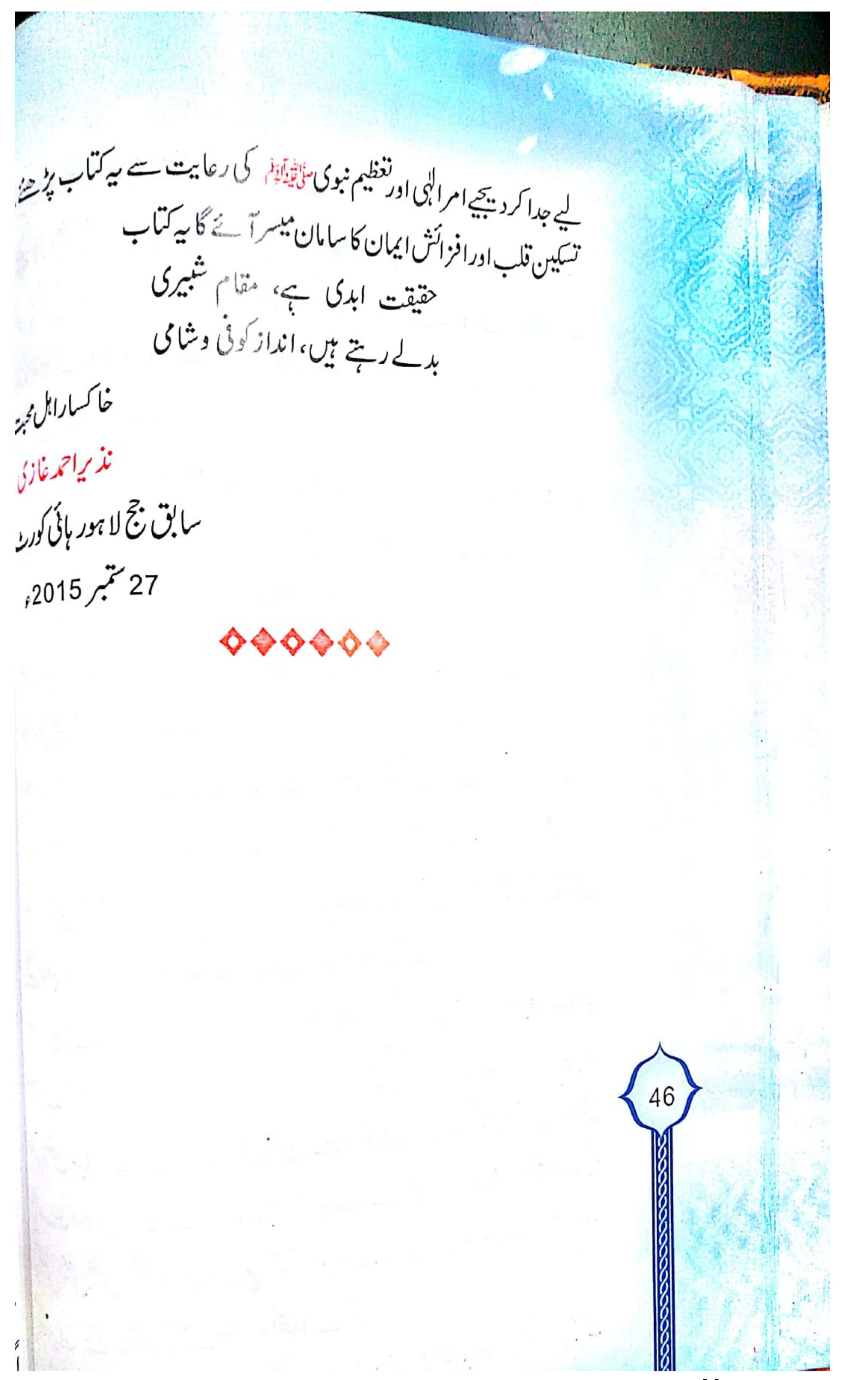
کم علم، کج فہم اور ضعیف الایمان لوگ بزعم خویش تاریخ کے مطالعے کے ادراک کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دلیل حقی اور مقاصد دین سے بے خبر ہوکر دور کی کوڑی لانے کی کوشش کرتے اور اسی سعی ناکام میں جھنجھلاہٹ کے چشموں تک جا پہنچتے ہیں۔ پھر کج بحثی اور گمراہی کے دروازے کھلتے ہیں اور امت افتراق کا شکار ہوتی ہے۔ حالانکہ

سب نے سنا ہے بادشہِ مشرقین سے
مجھ سے مرا حسین ہے میں ہوں حسین سے

یہی آئین ایمان ہے اور یہی ذوق محبت ہے۔ یہی فکر بلند ہمیں حبل متین سے وابستہ رکھتا ہے اور نجات اخروی کا سندیسہ دیتا ہے۔

جناب عبداللہ دارزی حفظہ اللہ دانشور ہیں، محتاط محقق ہیں، حزم واحتیاط سے یہ کتاب ''شرح اربعین امام حسینؑ'' تحریر فرمائی ہے۔ دورِ جدید کی معروضی سیاست کے بارے میں ان سے اختلاف ممکن ہے لیکن، لیکن اسلامی سیاست اور ریاست کے بارے میں حسینیت سے انکی عقیدت اور اعتقاد صالح کو کسی بھی علمی وفکری میزان پر رکھ کر پرکھ لیجیے۔ قارئین کو سو فیصد خلوص اور خالصیت کے ساتھ حقیقت جلوہ گر نظر آئے گی۔

گروہی نظریات یا اساتذہ ومشائخ کے مقلدانہ نظریات کو چند لمحوں کے



لیے جدا کر دیجیے امر الٰہی اور تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رعایت سے یہ کتاب پڑھے
تسکین قلب اور افزائش ایمان کا سامان میسر آئے گا یہ کتاب

حقیقت ابدی ہے، مقام شبیری
بدلے رہتے ہیں، انداز کوفی و شامی

خاکسار اہل محبت

نذیر احمد غازی

سابق جج لاہور ہائی کورٹ

27 ستمبر 2015ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از: فقیر عبدالخالق القادری مدظلہ

سجادہ نشین درگاہ عالیہ قادریہ بھرچونڈی شریف

ضلع گھوٹکی (سندھ پاکستان)

دین کی حقیقت کا اعتبار رسول اکرم سیّد عالم ﷺ کی ذاتِ مقدس سے میسر آتا ہے وہ کتابِ الٰہی کے سب سے بڑے شارح ہیں۔ امن کے حالات میں دین کی تشریح اسی رہبر عالم ﷺ کی تعلیمات ہی سے میسر آتی ہے۔ میدانِ حرب وقتال اسی خیر مدار ﷺ کا طرز عمل وحی الٰہی کا شفاف آئینہ ہوا کرتا ہے۔ انجمن صحابہ رضی اللہ عنہم میں اسی ماہِ درخشاں کی ضوفشانیاں مستقبل کے معاشروں کا دستور عمل کا منشور متعارف کرواتی ہیں۔ بزمِ اہل بیت میں وہ اکرم الانبیاء ﷺ ارشادِ ربانی کا مصداق بناتے ہیں کہ کون کون دائمی زمرۂ طہارت میں شمار ہوا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کو خدا نے سراجِ منیر بنایا ہے اور کائنات کے ہر گوشے میں سراجِ حق کی تنویریں موجود ہیں۔ لیکن تنویر حق کی وصول یابی کے لیے محبت کا ایسا زاویہ درکار ہے جہاں پر طلب حق کی شفافیت فطرت کی عطا سے موجود ہو۔ زیغ وضلال کا پرچھایاں کبھی نہ پڑا ہو اور سوز وگداز کے نغموں کی پھوار کا لامتناہی سلسلہ برقرار رہے۔ صحت عقیدہ بھی ایمانی زاویوں کو منور رکھتی ہے لیکن یہ سب برکات قلبی کیفیات کی محتاج ہیں۔ کیفیات قلبی میں اگر حق پرستی کا چراغ روشن ہے تو بلند نسبتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اگر یہ چراغ اپنی

ضوفشانیاں روک لے تو فضائے ایمان تاریک ہو جاتی ہے۔

قرآن نے نسبتوں کا دوام نسب سے جوڑا ہے اور نسب کی عمومی نسبت کو جب خصوصیت کا کرم بخشتا ہے تو آیت مباہلہ حق و باطل کی بلند ترین معرکہ آرائی کا قرآنی پیغام بن گیا ہے۔ اہل تثلیث کی فکر مزعومہ جب علمی روشنی سے محروم ہوتی اور تاریخی کفرِ صریح کا مصداق ٹھہری تو قرآن نے اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نہایت منتخب و محبوب چار افراد کو رسول محتشم کے جلو میں انوارِ قدسیہ سے منور فرما کر فیصلہ کن معرکہ مباہلہ میں اتارنے کا پیغام سنایا۔

نبی زادوں کا ابلیسی قوتوں سے پنجہ آزمائی کا مظاہرہ تاریخ انبیاء کا مسلمہ طریقہ ہے۔ نبی زادوں میں امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کا بلند مقام قرآن کریم کی آیاتِ مقدسہ سے واضح ہے اور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ہر پہلو سے ثابت ہے۔ اعاظم خلفاء، اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، جلیل القدر صلحاء رحمہم اللہ کی قلبی وابستگی اور شعوری تعظیم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے ایمانی محبت کو امتیازِ ایمان بنا دیا ہے۔ ایقان و اطمینان قلبی کی روشن دنیا ایسے پاکانِ اُمت کے تعلق سے قائم ہے۔ حق و باطل کے توحیدی و تثلیثی معرکہ میں ان شرکاء کا نام ابدی ہدایت یافتگان کی فہرست میں بصورت طغریٰ لکھا ہوا ہے اور مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ کا سب سے بڑا مظہر یہی گروہ صالحین ہے جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوامی نسبت حاصل ہے۔

انسان بھول سکتے ہیں ان کے افکار میں تغیر ممکن ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ اولاد کی محبت غالب آ جائے اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت مغلوب ہو جائے اور یہ امکان نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کہ دنیاوی اقتدار کی دلچسپی اتنی گہری ہوئی کہ قرآن کا نظریہ مودت اور احترام نبوت قلب سے محو ہوا اور محبت کی وہ

لافانی حکایت جو قلب رسول ﷺ کے گداز سے رقم ہوئی تھی حالات کی چیرہ دستی اور مرور زمانہ کے سبب نسیان کے طاق میں رکھ دی گئی۔ ملوکیت نے انگڑائی لی اور ابلیس نے نیا سوانگ رچایا اور یزیدیت کا لبادہ اوڑھ کر مرشد حق سے پنجہ آزمائی ہوئی۔ نجانے لوگ احسانات کو کیوں فراموش کر دیتے ہیں اخلاقیات سے پہلوتہی کرتے ہیں اور جس درگاہِ کرم نواز سے کشکول ایمان بھرتے ہیں اسی سرکار جو دونوال ﷺ کے اہل بیت سے پشت پھیرتے ہیں۔ اپنی حرماں نصیبی کو علمی پردوں میں چھپانے کے لیے دلائل کے خیمے تانتے ہیں لیکن خدائی احکامات و مرضیات کی قرآنی تفصیلات کے مقابلے میں یہ بیت العنکبوت ثابت ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ تربیت میں مسترشدین کی فہرست میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت جامع الصفات ہے وہ بزم مرشد کائنات ہیں۔

حسین ہے مرشد، مرشد جانا

حسین ہے مرشد مرشد مانا

اور یہی مرشد رزم کے ہر کٹھن میں امام حریت ہے۔ قرآن کا تصورِ حریت بہت وسیع ہے۔ یہ تصور شعور ایمان کی گہرائیوں کی اس اتھاہ کو روشن کرتا ہے۔ جس اتھاہ پر منتخب اور چیدہ صالحین ہی کی نظر پڑتی ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ امام الصلحاء ہیں۔ وہ امامِ حق پرستاں ہیں۔ وہ گومگو کی حالت میں لہجہ ھادیان میں فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ وہ تشکیک کے ماحول میں فیصلہ کن اقدامات کا عملی مظاہرہ فرماتے ہیں۔ وہ باطل کی مشکل دگر منافقت سے پنجہ لڑانے والے اُمت محمدیہ ﷺ کے وہ فردِ وحید ہیں جن کا ظاہر و باطن نبوت کے دائمی فیضان کا مرقع ہے۔

وہی اہل حق کی آنکھ کا تارا اور سفینۂ نجات کا فردِ فرید ہے۔ وقتی مصالح کیا ہوتے ہیں؟ جبر و کراہ کی اندھیر نگری میں پامردی اور حق پرستی سے اعراض برتنا کیوں ہوتا ہے؟ پھر عزت نفس اور مال مثال کا تحفظ کیسے ممکن ہو؟ یہ بڑے اہم سوال تھے جو اس دور کے اہل دانش کے پیش نظر تھے۔ تاریخ کے طلبہ اور ماہرین کا اپنا نقطہ نظر ہے۔ لیکن قرآن کے نظریۂ حریت و لقائے دین اور احترام انسانیت کے علمبردار امام حسین رضی اللہ عنہ کا فکر روشن علیحدہ تھا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کی حقیقت کے کامل شناسا تھے۔ بقائے دنیا کی بڑھتی ہوئی تحریک کو بقائے دین کی فکری و عملی مزاحمت سے روکنے کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ جادۂ حق پر گامزن رہے۔ فکر و عمل کا یہ جہاد ایک لمحے کے لیے بھی نہ رکا اور خاموش اہل حق کے لیے بلند نشان منزل قائم کر گیا۔

یزیدیت ناکام ہوگئی۔ لیکن ابلیسیت کی قوت نئے شکار تلاش کرتی ہے۔ ضعیف الاعتقاد، مبتدع فکر اور خود پرست کمزور باطن مدعیان علم کو وقتاً فوقتاً میدان نطق و قلم میں اتارتی ہے۔ چاند کی طرف کون کس طرح منہ کر کے کیا کیا کرتا ہے دنیا جانتی ہے اور پہچانتی ہے۔ دورِ جدید محقق مولانا عبداللہ دانش دینی علوم سے بہرہ ور ہیں اور تحقیقی دنیا میں توازنِ فکر کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اسلامی سیاست و ریاست کے موضوع پر ان کی بالغ نظری اہل علم کے حلقوں میں مسلم ہے سلطنت قلوب کی حکمرانی جن صالحین امت کو اللہ تعالیٰ اور رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب سے ودعیت کی گئی ہے۔ عبداللہ دانش دورِ حاضر میں اسی اسلامی نظریے کے بڑے مبلغ ہیں۔ وہ امت مسلمہ کی بین الامم امامت کے تصور حقیقی کو اجاگر کرنے کے لیے علمی جہاد میں علم حسینی لے کر اٹھے ہیں۔

حسینیت ایک مستقل فکر ہے۔ ہر دور میں حریت دینی اور حریت انسانیت کے
داعی حسینیت کا پرچم بلند لے کر ہی اٹھتے ہیں۔ حسینیت پر کسی بھی مکتبہ فکر کا
اجارہ نہیں ہے۔ حسینیت تمام اسلامی مکتبہ فکر کے لیے نکتہ اتصال ہے۔ اسی نکتہ
اتصال کے دفاع کے لیے جناب عبداللہ دانش علمی جہاد کر رہے ہیں۔

دور جدید کے سیاسی تصورات کی تعبیر میں جناب عبداللہ دانش سے
اختلاف ممکن ہے۔ لیکن اسلامی ریاست و سیاست کی اساس حسینی نظریے کے
دفاع اور ترویج کے لیے ان کی کوششوں کو ہم سب ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔
ان کی کتاب ''شرح اربعین امام حسینؑ'' دور جدید کے حسینی مشن
داروں کے لیے ایک کتاب نصاب ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اور ہمت عطا
فرمائے اور یہ کتاب ان کے لیے توشۂ آخرت ثابت ہو۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین





بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از: فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ ابو ہریرہ، شارح صحیح مسلم، مصنف کتب کثیرہ

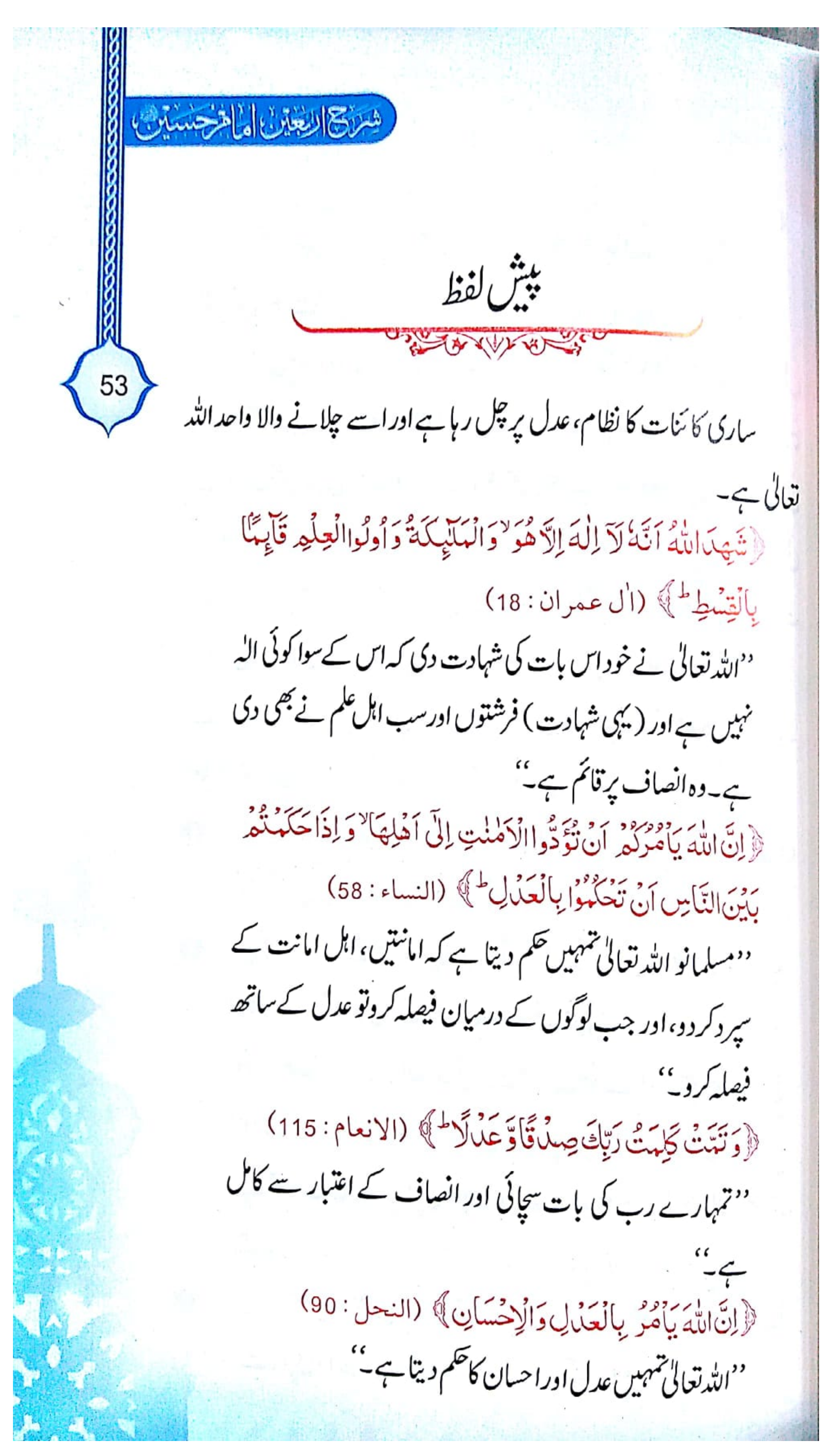
چیف ایڈیٹر ماہنامہ القاسم خالق آباد نوشہرہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے آپ کی شائع کردہ گراں قدر کتاب "شرح اربعین امام حسین" کا تحفہ موصول ہوا۔ بے حد ممنون و شکرگزار ہوں۔ ماشاء اللہ کتاب ہر اعتبار سے معیاری معلوماتی اور نہایت علمی، ادبی اور تحقیقی ہے۔

میں نے اس کتاب کا کئی بار مطالعہ کیا بہت پسند آئی۔ میں نے جامعہ ابو ہریرہ کے اساتذہ میں بھی اس قابل قدر تحفہ کو تقسیم کیا۔ جس کا تمام اساتذہ کرام شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ کریم حضرت مصنف مدظلہ کو اجر عظیم عطا کرے ان کے علم و تحقیق اور استعداد میں مزید اضافہ فرمائے اور ناشر کو برکات سے مالا مال کرے ان شاء اللہ کتاب امت کے لیے بہت نافع ثابت ہوگی۔ امید ہے آپ جامعہ ابو ہریرہ کے اساتذہ کرام اور طلباء کے لیے اسی طرح کی علمی، ادبی و تحقیقی کتابیں بھیجتے رہیں گے تاکہ وہ ان بہترین کتب سے علمی استفادہ حاصل کرسکیں۔ واجرکم علی اللہ

والسلام

عبدالقیوم حقانی



پیش لفظ

ساری کائنات کا نظام، عدل پر چل رہا ہے اور اسے چلانے والا واحد اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ﴾ (اٰل عمران: 18)

"اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور (یہی شہادت) فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے۔ وہ انصاف پر قائم ہے۔"

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ﴾ (النساء: 58)

"مسلمانو اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں، اہل امانت کے سپرد کردو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ﴾ (الانعام: 115)

"تمہارے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔"

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ (النحل: 90)

"اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۖ (الشوریٰ : 15)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔''

تشریحی نکات:

ساری موجودات کا خالق جب عادل ہے تو وہ مسلمانوں کو بھی اسی عدل باہمی کا حکم دیتا ہے۔ پھر انسانوں کی راہبری کے لیے جسے اپنا پیغمبر مقرر کرتا ہے، اسے بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی قرآنی آیات اس موضوع پر موجود ہیں۔ لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدائی احکام کی روشنی میں، اسی نظام عدل کو قائم کیا اور معاشرے سے ہر ظلم و بربریت کو دیس سے نکال دیا۔ پھر اسی نظام عدل وانصاف کو چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے مزید آگے بڑھایا۔ ظلم کی چکی میں پسنے والی انسانیت نے سکھ کا سانس لیا۔ معاشی خوشحالی اور احترام انسانیت کا سنہرا دور آیا۔

1. خلافت کے لیے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا نام پیش نہ کیا تھا نہ اس کی خواہش کی تھی۔ زبردستی لوگوں نے بیعت کر کے خلیفہ بنالیا۔
2. سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نہ خود اپنا نام پیش کیا، نہ خواہش کا اظہار کیا۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے مشورے سے مقرر فرمایا۔

دونوں خلفاء رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور سہمے ہوئے ایام خلافت پورے کیے اور مسلمانوں کے بیت المال کو مالا مال کردیا۔ نہ اپنے محلات بنائے نہ اپنی اولاد کا کچھ بنایا، وقت رحلت الٹا مقروض نکلے۔

3. اسی طرح سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ دولتمند ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کو نوازتے رہے۔ اپنی ذات کے لیے بیت المال سے کچھ نہ لیا۔



④ چوتھے خلیفہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بالکل درویش نکلے، دنیا سے بیزار، آخرت کے طلبگار، نہ خلافت کی تمنا کی، نہ اپنا نام پیش کیا۔ لوگوں نے سرعام مسجد میں پکڑ کر بیعت کر لی۔ شہادت حیدر رضی اللہ عنہ کے بعد، مختصر مدت کے لیے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت لوگوں نے کر لی۔ مگر انھوں نے خود نام پیش نہ کیا، نہ اس کی آرزو کی۔

یہ تھے مسلمانوں کے حقیقی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، جن کے بارے میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ یہ حدیث لائے ہیں:

((قَالَ: اَلْخِلَافَةُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ بَعْدَ ذٰلِكَ مُلْكًا.))

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خلافت تیس (30) سال رہے گی۔ پھر یہ بادشاہت میں بدل جائے گی۔''

آگے علامہ البانی رحمہ اللہ راوی حدیث سیّدنا سفینہ رضی اللہ عنہ خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل لکھتے ہیں:

① سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو (2) سال۔
② سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس (10) سال۔
③ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ (12) سال۔
④ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ (6) سال رہی۔

یعنی 2 + 10 + 12 + 6 = کل 30 سال

علامہ البانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

((قَالَ سَعِيْدٌ فَقُلْتُ لَهُ: اِنَّ بَنِي اُمَيَّةَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ الْخِلَافَةَ فِيْهِمْ قَالَ رضی اللہ عنہ كَذَبُوْا بَنُوا الزَّرْقَاءِ بَلْ هُمْ مُلُوْكٌ مِنْ شَرِّ

الْمُلُوْكِ.))

''سعید نے سیّدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بنو امیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے۔ سیّدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیلی آنکھوں والی کے بچے جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ وہ تو بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔''

آگے علامہ البانی رحمہ اللہ قول امام احمد رحمہ اللہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

((مَنْ لَمْ يَرْبَعْ بِعَلِيٍّ فِي الْخِلَافَةِ فَهُوَ اَضَلُّ مِنْ حِمَارِ اَهْلِهِ.))

''خلافت میں جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ نہیں مانتا، وہ اپنے گھریلو گدھے سے بھی زیادہ گمراہ اور احمق ہے۔''

آگے علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے دستبردار ہونے سے سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ ''وَهُوَ اَوَّلُ الْمُلُوْكِ.'' ''بادشاہی نظام کے پہلے بادشاہ قرار پائے۔''

آگے علامہ البانی رحمہ اللہ مزید ائمہ حدیث کے نام لائے ہیں، جنہوں نے اس حدیث کو قوی کہا ہے۔

❶ امام احمد ❷ امام ترمذی ❸ ابن جریر طبری ❹ ابن ابی حاتم ❺ ابن حبان ❻ الحاکم ❼ ابن تیمیہ ❽ الذہبی ❾ العسقلانی رحمہم اللہ۔

نیز فرماتے ہیں: اہل علم جو علم حدیث کی معرفت رکھتے ہیں، انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں۔ میں نے بعض متاخرین کو دیکھا جنہیں علم حدیث میں راسخ علم نصیب نہیں، انہوں نے اس حدیث کو ضعیف

قرار دیا۔

مِنْهُمْ ابْنُ خَلْدُوْنَ الْمُؤَرِّخُ الشَّهِيْرُ ان میں سے ایک مشہور تاریخ دان ابن خلدون ہے، پھر اسی کے پیچھے لگے ابن العربی نے العواصم من القواصم میں فرمادیا۔

وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَا يَصِحُّ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔(ص 201) ہمارے پاس جو نسخہ ہے اس کا صفحہ نمبر 160 اس لیے ہماری استدعا ہے کہ تاریخ دان اتنے معتبر نہیں ہیں جتنے ماہرین حدیث ہیں۔

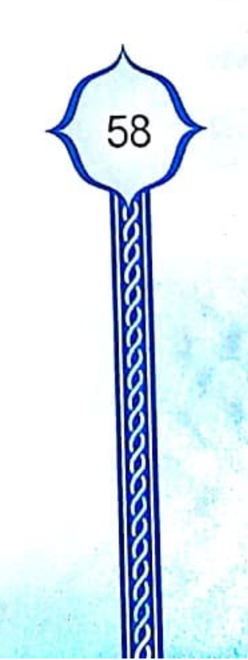
لہٰذا مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر مؤرخین نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ یہ سہرا صرف محدثین کرام رحمہم اللہ کے سر ہے جو سچے محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جنہوں نے حدیث کے بارے میں معمولی علمی خیانت بھی نہیں کی ہے بلکہ ظلم برداشت کیے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف نہیں آنے دیا۔





محدثین کی برتری، مولانا حالی رحمہ اللہ کی نظر میں

گروہ ایک جویا تھا علمِ نبی کا
لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کِذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مُدّعی کا
کیے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دُھن میں آساں کیا ہر سفر کو
اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازنِ علم دیں جس بشر کو
لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو، خود مزہ اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طِلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا



Scanned by CamScanner

نہ مُلّا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
رِجال اور اَسانید کے جو ہیں دفتر
گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احساں یہ اک اہل دیں پر
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے؟

اپنی کمزوریوں پر نظر، اصلاح کرواتی ہے:

❁ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۚ﴾ (طٰہٰ: 121)

① یہ اس لیے نہیں فرمایا کہ قیامت تک حفاظ کرام اور ائمہ مساجد، نمازوں میں بار بار پڑھ کر نعوذ باللہ آدم علیہ السلام کی توہین کرتے رہیں۔

② نوح علیہ السلام کو قرآن میں حکماً ذکر کر کے ﴿فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ﴾ (ھود: 46) قیامت تک تلاوت کرنے والوں سے نعوذ باللہ توہین نوح علیہ السلام کروانا مقصود نہیں ہے۔

③ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ﴾ (التحریم: 1)

اس حکم سے کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ قیامت تک قرآن پڑھنے والوں کے ذریعے توہین رسالت مقصود ہے؟

④ ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ﴾ (آل عمران: 122)

اس آیت میں کیا اللہ تعالیٰ جنگ احد میں شریک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنا چاہتا ہے، جسے ہر زمانے کے قرآن خوان پڑھتے رہیں گے؟

⑤ ﴿حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ﴾

(آل عمران :152)

کیا اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمزوریاں اس آیت میں ذکر کر کے رہتی دنیا تک ان کی توہین کروانا چاہتا ہے کہ پڑھتے رہو اور انہیں بدنام کرتے رہو۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ!

- ان آیات کا ترجمہ اور تفاسیر، بے شک اپنے اپنے مسلک کے علماء کو دیکھ لیں۔ ہم نے عمداً ترجمہ نہیں کیا۔ اسی طرح کی کتنی ہی کمزوریوں کا ذکر، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان کرتا ہے، ایسے ہی صحیح احادیث میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمزوریوں کا ذکر عام ملتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ذکر ہوا کہ:

❶ توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ نکھر کر سامنے آجائے کہ پوری کائنات میں صرف ایک اللہ ہی ہے، جس سے کسی کمزوری اور خطاء کا صادر ہونا کسی صورت میں ممکن نہیں ہے۔

❷ دوسری حکمت یہ ظاہر کرنا تھی کہ بتقاضائے بشریت جب بڑے سے بڑے آدمی سے خطا ہو جائے، اسے سامنے رکھ کر بعد والے اپنی اصلاح کر لیں۔ کہیں ان کی طرح غلطی پر غلطی نہ کرتے جائیں۔ اس طریقہ اصلاح کا نام توہین صحابہ رضی اللہ عنہم نہ رکھ لیں۔ یہ بہت بڑا فریب ہے۔





اَلصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عَدُوْلٌ

①...... تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، اہل سنت کے نزدیک (الباعث الحثیث، ص 18) عدالت کیا ہے؟ یہ وہ ملکہ ہے جو انسان کو تقویٰ (محارم سے اجتناب) اور مروت (رذائل سے اجتناب) کو لازم پکڑنے کا شوق دلائے۔ ❶

②...... مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عادل راوی سے مراد کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو، شریعت نے جن کاموں کا حکم دیا ہے، ان پر عمل کرتا ہو اور جن سے منع کیا (جیسے فسق و فجور) ان سے باز رہتا ہو اور بدعات، کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، اپنے آپ کو بری عادات اور غیر اخلاقی کاموں سے محفوظ رکھتا ہو اور اس لحاظ سے لوگوں میں اس کی شہرت داغدار نہ ہو۔ ❷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں:

سارے صحابہ رضی اللہ عنہم عادل کا مطلب یہ ہوا کہ روایت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہر صحابی عادل ہے، کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ اس نے کوئی غلط

❶ اصطلاحات المحدثین ص 16، شیخ سلطان محمود رحمہ اللہ۔
❷ سنت رسول کیا ہے، ص 41۔

اور جھوٹی حدیث نبی ﷺ کی طرف منسوب کی ہو۔ اس سلسلے میں سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار پر ہیں۔ باقی بشری کمزوریاں ان میں بھی تھیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے عصمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا:

((هُوَ اَنَّهُمْ لَا یَعْتَقِدُوْنَ اِنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعْصُوْمٌ عَنْ کَبَائِرِ الْاِثْمِ وَصَغَائِرِهِ بَلْ یَجُوْزُ عَلَیْهِمُ الذُّنُوْبُ.)) [1]

''کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبیرہ گناہوں اور صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں بلکہ ان سے گناہوں کا ہوجانا ممکن ہے۔''

خلافت راشدہ کے بعد:

جب اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معصوم عن الخطاء نہیں مانتے تو واضح ہوگیا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کو ختم کرکے اس کی جگہ بادشاہی نظام رائج کرنا روح اسلام کے خلاف عمل تھا جس کی سزا ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ جس طرح آج پاکستانی عوام کی چیخیں نکل گئی ہیں۔ مگر حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہی کیفیت صلحائے امت کی اور عوام کی ہوئی، جب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا سایہ سروں سے اٹھ گیا تھا۔ لہٰذا خلافت کھو جانے کی اتنی بڑی خطاء کی تلافی یہ ہے کہ مسلمان پلٹ کر وہی خطاء نہ کرتے جائیں بلکہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ جیسے خداترس حکمران بنائیں، جو اپنے محل اور عیاشانہ زندگی کے بجائے خلق خدا کے ہمدرد و غمگسار ہوں۔

موجودہ حکمران مثل یزید معیار عدالت پر نہیں ہوسکتے:

❀ قَالَ الذَّهَبِیُّ رحمہ اللہ: ''یَزِیْدُ مَقْدُوْحٌ فِیْ الْعَدَالَةِ.''

[1] العقیدۃ الواسطیۃ، ص 139.

''یزید عدالت میں مجروح ہے۔'' (عدالت کی تعریف اوپر ذکر ہو چکی ہے) ❶

❷ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رحمہ اللہ: ''لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُرْوٰی عَنْهُ.''

یزید اس لائق نہیں کہ اس سے حدیث روایت کی جائے۔

(حالانکہ صحابی کا بیٹا ہے) ❷

❸ قَالَ ابْنُ حَجْرٍ الْعَسْقَلَانِیُّ رحمہ اللہ: ''وَلَیْسَتْ لَهُ رِوَایَةٌ تُعْتَمَدُ.''

''یزید کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔'' ❸

روایت یزید پر محدثین کا مکمل بائیکاٹ:

یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین نے اس پسر صحابی جو اصطلاحاً تابعی ہے، کی کوئی روایت قبول نہیں کی ہے۔ سب اس کے کرتوتوں کی وجہ سے جو خلافِ عدالت تھیں۔ اسے غیر ثقہ اور مردود جانتے تھے۔

مقصود تحریر ہذا:

ہماری اس ساری جدوجہد کا مطلوب و مقصود، صرف ایک کہانی بیان کرنا نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر لکھنے والے اپنے اپنے ذوق کے ہیروز کا کردار پیش کر کے دادِ تحسین وصول کرتے ہیں۔ ہمارا اصل مدعا یہ ہے کہ اس حقیر سی کوشش کو بارگاہ رب العزت میں شرفِ قبولیت نصیب ہو جائے، آمین اور اس کی بدولت مسلمان امت اپنی کھوئی ہوئی عظمت و رفعت کو پھر سے حاصل کرنے کی فکر کرے۔ خلافت راشدہ کو نصب العین بنائے۔ باقی سارے گھسے

---

❶ میزان الاعتدال ج 4، ص440.

❷ الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید، ص23.

❸ تہذیب التہذیب ج 11، ص361.

پٹے نظاموں سے جان چھڑائے۔ مظلوم و بے کس انسانیت جو درندوں کے
درمیان گھر گئی ہے۔ اسے دوبارہ حقوق انسانی مل سکیں۔ جیسے سوشلزم اور نظام
سرمایہ داری ہماری آنکھوں کے سامنے زمین بوس ہو گئے۔ اسی طرح صدیوں
کا بادشاہی نظام بھی فلاح انسانیت سے عاری نکلا۔ نیز مغربی جمہوریت بھی
بندوں کو گنتی ہے۔ تولتی نہیں ہے۔ ان حکمرانوں کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھیں، یہ عام
انسانوں کو کیڑے مکوڑے سمجھ کر انہیں پاؤں تلے مسل دیتے ہیں۔ ان کا رہن
سہن ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ فرعون ونمرود کے بچے ہیں، یہ یزید کی طرح شرفاء،
صلحاء کے دشمن ہیں حالانکہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو یہ حکم دیتے تھے۔

((عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ :اِنَّ عُمَرَ كَانَ اِذَا اسْتَعْمَلَ عَامِلًا كَتَبَ لَهٗ وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ اَنْ لَا يَرْكَبَ بِرْذَوْنًا وَلَا يَأْكُلَ نَقِيًّا وَلَا يَلْبَسَ رَقِيْقًا وَلَا يُغْلَقَ بَابُهٗ دُوْن ذَوِى الْحَاجَاتِ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ الْعُقُوْبَةُ.))

”بے شک عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی گورنر مقرر کرتے اسے شرائط لکھ بھیجتے:
(1) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا (2) میدے کی روٹی نہ کھانا
(3) باریک لباس نہ پہننا (4) اپنے دروازے پر گارڈز نہ
کھڑے کرنا۔
جو ضرورت مندوں کے درمیان رکاوٹ بنے۔ اگر ان احکام کی
خلاف ورزی کی تو اس گورنر کو سزا سے کوئی نہیں بچا سکتا۔“ [1]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ صرف گورنروں کو ایسے احکام نہیں دیتے تھے۔ بلکہ پہلے
خود اس پر عمل کرتے تھے۔ ایک بار مدینہ شریف میں قحط پڑا تھا فَمَا اَكَلَ

[1] سیر الخلفاء الراشدین، ذھبی ص: 80.

عَامَ سَمَنًا وَلَا سَمِينًا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال، نہ گھی کھایا اور نہ گوشت کھایا۔ (حوالہ مذکورہ)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((رَأَيْتُ بَيْنَ كَتِفَيْ عُمَرَ أَرْبَعَ رِقَاعٍ فِي قَمِيصِهِ.))

''میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قمیص میں کندھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے دیکھے۔''

عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کثرت سے رونے کی وجہ سے دو نشان دیکھے۔ آنسوؤں سے مستقل گالوں پر لکیریں پڑ گئی تھیں۔ (حوالہ مذکورہ)

گورنر مصر کے بیٹے نے گھڑ دوڑ میں آگے نکل جانے والے غریب کو کوڑے مارے۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گورنر کو اس کے بیٹے سمیت بلالیا اور غریب مصری کو کہا۔ جیسے اس گورنر کے بچے نے تجھے کوڑے مارے ہیں اسی طرح تو بھی اسے کوڑے مار، پھر فرمایا:

''مُذْ كَمْ تَعَبَّدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا.''

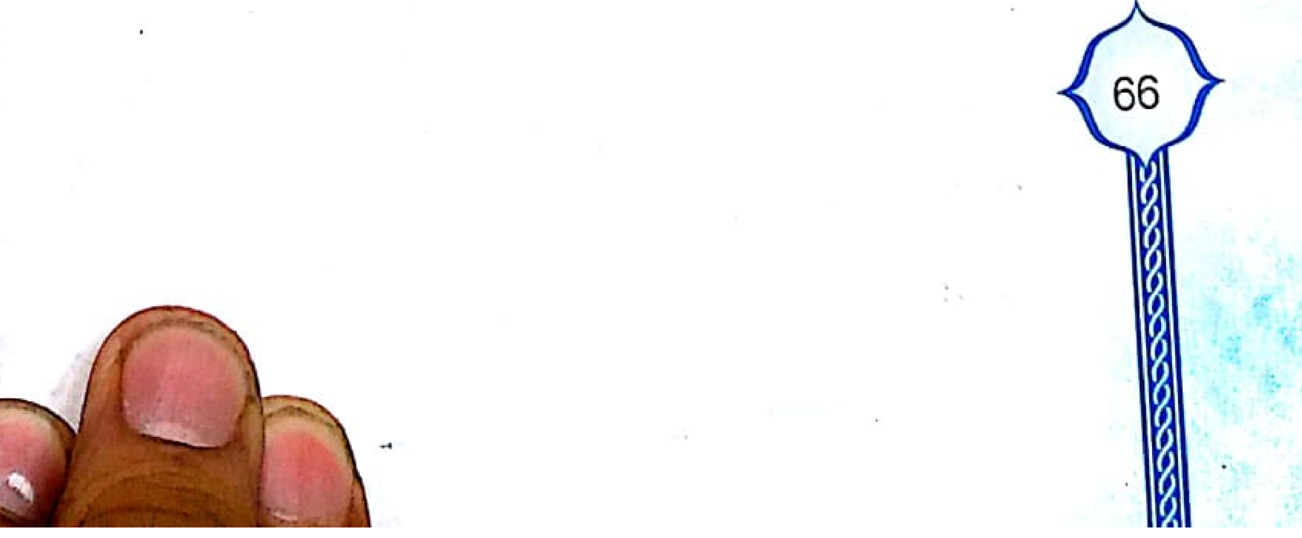
''تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنم دیا تھا؟''[1]

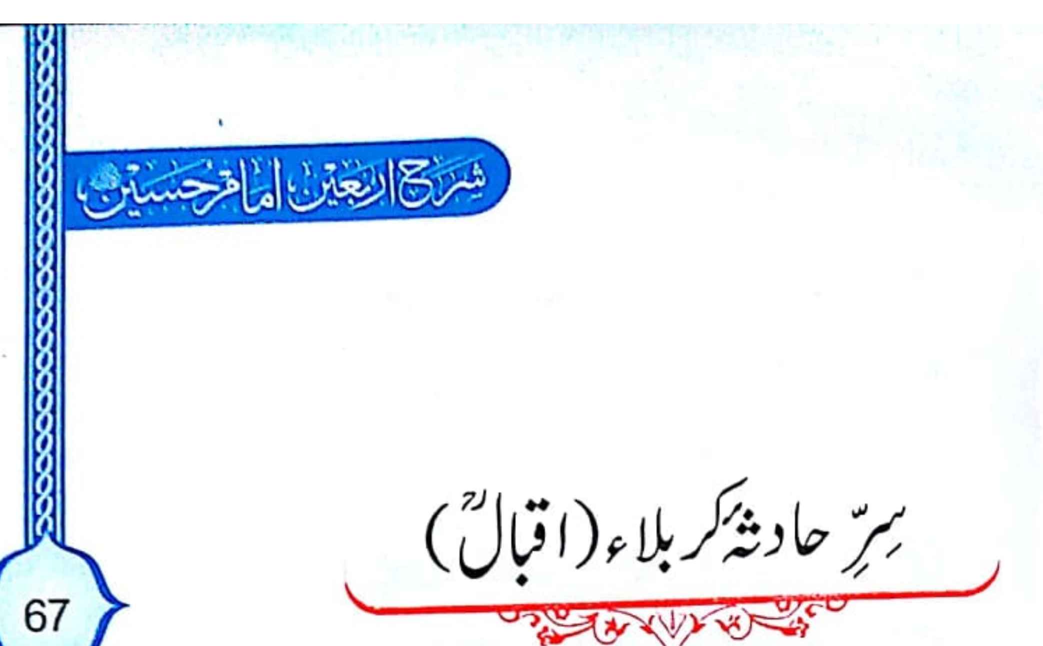
آج جو صدر اور وزیر اعظم یزید کی طرح لاکھوں روپے کے سوٹ پہنے، کروڑوں کی گاڑیوں میں سواری کرے، عالی شان محلات میں رہے، کیا وہ حقیقی مسلمان ہے؟ کیا ایسا حکمران خلق خدا کا خادم بن سکتا ہے؟ کیا وہ نسل یزید سے نہیں ہے؟ کیا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے یہ نمونے تھے؟

[1] موسوعة آثار الصحابة، ج 311/1.

ہم یزید و فرعون کے نقش قدم پر چلنے والے نہیں، بلکہ صدیق ؓ و فاروق ؓ اور عثمان ؓ و حیدر ؓ جیسے خداترس حکمرانوں کی ضرورت ہے۔ نمرود و شداد جیسوں سے تو دنیا پہلے ہی بھری پڑی ہے۔ جن کی بدولت انسانیت آگ میں جل رہی ہے۔ خلفائے راشدین ؓ کے پیروکاروں کو آگے لانے کے لیے کردار حسین ادا کرنا پڑے گا۔





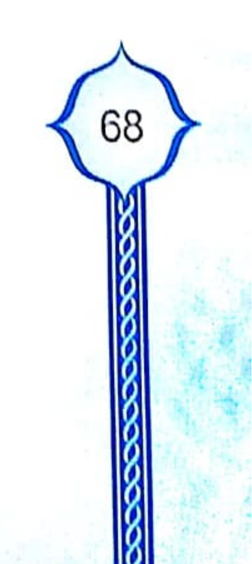


سِرِّ حادثۂ کربلاء (اقبالؒ)

در معنی حریتِ اسلامیہ و سِرِّ حادثۂ کربلا

آں امامِ عاشقاں پورِ بتول
سروِ آزادے زِ بُستانِ رسول ﷺ
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر
بہرآں شہزادۂ خیر الملل
دوش ختم المرسلین نِعمَ الجمل
سرخ رو عشق غیور از خون او
شوخی ایں مصرع ز مضمون او
درمیانِ امت آں کیواں جناب
ہمچو حرف قل ہو اللہ در کتاب
موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوتِ شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریّت را زہر اندر کام ریخت
خاست آں سر جلوۂ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید ورفت
تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق درخاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
مُدّعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے باچنیں ساماں سفر
دشمناں چوں ریگ صحرا لا تُعد
دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد
سرِّ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بود
یعنی آں اِجمال را تفصیل بود
عزمِ او چوں کوہساراں استوار
پائیدار و تند سیر و کامگار
تیغ بہرِ عزت دین است و بس
مقصدِ او حفظ آئین است و بس
ما سِوا اللہ را مسلماں بندہ نیست



پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست
خونِ او تفسیر ایں اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد
تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید
از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقش اِلّا اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوان نجات ما نوشت
رمزِ قرآن از حسین آموختیم
زِ آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم
شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت
تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیرِ او ایماں ہنوز

تشریح اشعار:

کہتے ہیں کہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مرتبہ عالیہ کا کیا پوچھنا ہے! سیدۃ النساء سیّدہ بتول رضی اللہ عنہا ان کی ماں ہیں اور سید الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے نانا ہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے پدر بزرگوار ہیں، جو بسم اللہ کی 'ب' ہیں یعنی علوم قرآنی کا دروازہ ہیں اور وہ خود قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہیں:

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ (الصّافات: 107)

''یعنی ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔''

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی رفعت شان کا اندازہ اس بات سے بھی ہوسکتا

ہے کہ ایک دفعہ جب کہ سیّدنا حسن اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما دونوں صاحبزادے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے تو ایک صحابی نے یہ کہا کہ ان صاحبزادوں کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر سوار ہیں۔ اس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

((نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ الْعَدْلَانِ اَنْتُمَا.)) [1]

"یعنی تمہارا دونوں کا اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین سوار ہو۔"

عدلان ان دو (2) سواروں کو کہتے ہیں جو کجاوے میں آمنے سامنے بیٹھے ہوں تا کہ وزن برابر رہے۔

جس طرح سورۃ الاخلاص سارے قرآن مجید میں ممتاز ہے۔ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ ساری امت میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون یا شبیر رضی اللہ عنہ اور یزید یہ (2) آدمیوں ہی کے نام نہیں ہیں، بلکہ حیات کے دو مختلف اور متضاد مظہر ہیں جو قیامت تک اسی طرح برسر پیکار رہیں گے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرار بولہبی

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں شروع ہی سے حق و باطل میں آویزش چلی آرہی ہے اور اگر دنیا میں قوت شبیری نہ ہوتی تو حق کب کا مٹ چکا ہوتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ؎

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

[1] المعجم الکبیر :2661- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد :15079.

نوٹ:......اقبال نے قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

قوم خانقاہوں سے تو باہر نکل آئی۔لیکن افسوس کہ بعض اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ وہ (رسم شبیری ادا کرنے کے لیے) میدان کربلا کی طرف جانے کے بجائے ہوٹلوں کی طرف چلی گئی اور وہاں جا کر خدا معلوم کیا دیکھا، مگر اب باہر نکلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

اس تمہید کے بعد اقبال رحمہ اللہ اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن سے منقطع کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حریت کا خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ خدا پرستی کے لیے حریت کا وجود، شرط اولین ہے۔ اس لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں اپنی جان دے کر قیامت تک کے لیے ملوکیت (استبداد) کے اصول کو باطل کر دیا یعنی اپنی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ملوکیت کا دشمن ہے۔ اسی لیے اقبال کی تعلیم یہ ہے کہ لَا مُلُوْكِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

نوٹ:...... پہلے مصرعہ میں (چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت) یزید کی تخت نشینی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد امت کے انتخاب سے خلیفہ نہیں ہوا بلکہ کسی طرح مسلمانوں پر حاکم بن گیا جس طرح ایک قیصر کے بعد، اس کا بیٹا قیصر بن جاتا تھا اسی کا نام ملوکیت ہے جو حریت کی ضد ہے۔

کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حق کے لیے اپنا سر کٹایا اور اسی لیے ہم

کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قربانی سے توحید الٰہی کو از سر نو دنیا میں قائم کر دیا۔ اس کی تشریح ہے کہ اگر وہ اپنی شہادت سے اس بات کو واضح نہ کرتے کہ توحید پرستی کے لیے حریت لازمی ہے تو مسلمان اس اصول کو فراموش کر دیتے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ رفتہ رفتہ توحید الٰہی کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک نمونہ قائم کر دیا کہ ملوکیت کو مٹانے کے لیے اپنی جان قربان کر دو تا کہ توحید الٰہی زندہ رہ سکے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے طرز عمل سے جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات کی روح کو دنیا پر آشکار کر دیا۔ جس بات کی انہوں نے زبان سے تعلیم دی تھی امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا۔

تعلیمات اسلام کی وہ روح کیا تھی؟ صرف یہ کہ ؏

ماسوی اللہ را مسلمان بندہ نیست

''یعنی مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ کسی کے حکم کی اطاعت نہیں کر سکتا۔ کسی کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا۔''

چونکہ قرآن ایسی تعلیم کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس لیے اقبال نے یہ کہا ہے ؏

رمز قرآن از حسین رضی اللہ عنہ آموختیم

''یعنی حسین رضی اللہ عنہ نے ہم مسلمانوں کو قرآن حکیم کی روح سے آشنا کیا۔''

نوٹ: ...... میں نے ایک دفعہ حضرت اقبال رحمۃ اللہ سے دریافت کیا کہ رمز قرآن سے آپ کی مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ تعلیمات قرآن کی روح یہ ہے کہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر وقت سر بکف رہو اور

اگر ضرورت ہو تو جان دینے سے بھی دریغ مت کرو۔

سطر عنوان نجات ما نوشت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا یا اگر ہم ان کی شہادت پر آنسو بہائیں گے تو ہماری نجات ہو جائے گی۔ یہ دونوں باتیں سراسر غیر اسلامی ہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے راہ خدا میں سر کٹا کر ہمیں نجات اخروی حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا یعنی یہ کہ مسلمان وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کسی بادشاہ کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔

ماسوی اللہ را مسلمان بندہ نیست

اس مصرع میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا سارا فلسفہ مضمر ہے۔ آخری شعر انہوں نے خالص جذباتی رنگ میں لکھے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ دمشق، بغداد اور غرناطہ یہ تینوں عظیم الشان سلطنتیں صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہیں لیکن ع

تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز

یعنی ملت کے خیالات میں جو انقلاب امام حسین رضی اللہ عنہ نے پیدا کیا تھا اس کا اثر ابھی تک باقی ہے اور ان کی تکبیر کی آواز سے (بشرطیکہ مسلمانوں کی توجہ ریڈیو کی آواز سے ہٹ سکے) اب بھی ایمان زندہ ہو سکتا ہے۔

(پروفیسر یوسف سلیم چشتی)

بلکہ اب تو نگاہِ مسلماں ٹی وی اور انٹرنیٹ کی سکرین میں الجھ کر رہ گئی ہے۔

شہادت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشکبار

حدیث نمبر 1

((عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ (لُبَابَةَ) بِنْتِ الْحَارِثِ اِنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَتْ: اِنَّهٗ شَدِيْدٌ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ كَاَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِّعَتْ وَوُضِعَتْ فِىْ حِجْرِىْ فَقَالَ ﷺ رَأَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا فَيَكُوْنُ فِىْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِىْ حِجْرِىْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. فَدَخَلْتُ يَوْمًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعْتُهٗ فِىْ حِجْرِهٖ ثُمَّ حَانَتْ مِنِّىْ اِلْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تُهْرِيْقَانِ مِنَ الدُّمُوْعِ قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ! بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ مَالَكَ؟

قَالَ: اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ عليه السلام فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّ اُمَّتِىْ سَتَقْتُلُ اِبْنِىْ هٰذَا (يَعْنِى الْحُسَيْنَ) فَقُلْتُ هٰذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ وَاَتَانِىْ بِتُرْبَةٍ مِّنْ تُرْبَتِهٖ حَمْرَاءَ.)) [1]

''سیّدہ لبابہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه للالبانى رحمہ اللہ، جلد 2، حديث نمبر 821.

کے ہاں آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! گزشتہ شب میں نے ایک ڈراونا خواب دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ کہنے لگیں۔ بہت ہی برا ہے۔ فرمایا بتاؤ تو سہی، بتانے لگی کہ خواب میں میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری جھولی میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا خواب تو نے دیکھا ہے۔"

اب دیکھنا! میری بیٹی فاطمہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ ان شاء اللہ! وہ تیری گود میں آئے گا۔ بالآخر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ پھر وہ میری گود میں رکھا گیا۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک روز میں بچے کو اٹھائے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے ہاں پہنچی تو وہ بچہ میں نے آپ ﷺ کی گود میں تھما دیا۔ پھر میں نے رسول اکرم ﷺ کی طرف غور کیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ میری ہی امت اسے قتل کردے گی۔ یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو، میں نے کہا۔ اسی معصوم بچے کو قتل کرے گی؟ فرمایا: ہاں، فرشتے نے تو اس کے قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی مجھے لا کر دی ہے۔"

تشریح: ......ام فضل لبابہ رضی اللہ عنہا یہ رسول اکرم ﷺ کی چچی تھیں۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ اُمّ المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھی۔ اس خواب کی تعبیر آپ ﷺ نے ایک خوشخبری بتائی۔ اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچے کی

خبر رسول اکرم ﷺ کے لیے معمولی نہ تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ کے چھوٹے چھوٹے تین چار بیٹے یکے بعد دیگرے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لیے اولاد نرینہ کی خواہش ایک فطری چیز تھی۔ دوسرا لاڈلی بیٹی کی اولاد اکثر پیاری لگتی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر آپ کو بہت ہی خوشی تھی۔ کچھ دنوں بعد جب فرشتے نے بتایا کہ اس بچے کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس غمناک خبر کو سن کر آپ ﷺ کی آنکھوں کا اشکبار ہونا بھی فطری امر تھا۔ اتنی مہنگی اولاد کا انجام قتل ہو تو صدمہ نہیں تو اور کیا ہو گا؟



مقتل حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھادی گئی تھی

حدیث نمبر 2

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اِسْتَاْذَنَ مَلَكُ الْمَطَرِ رَبَّهُ اَنْ يَّزُوْرَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاَذِنَ لَهُ فَكَانَ فِيْ يَوْمِ اُمِّ سَلَمَةَ فَبَيْنَمَا هِيَ عَلَى الْبَابِ اِذْ دَخَلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَجَعَلَ يَتَوَثَّبُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَتَلَثَّمُهُ وَيُقَبِّلُهُ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ: تُحِبُّهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اَمَا اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ اِنْ شِئْتَ اَرَيْتُكَ الْمَكَانَ الَّذِيْ يُقْتَلُ فِيْهِ؟ قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نَعَمْ، فَقَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ يُقْتَلُ فِيْهِ، فَاَرَاهُ اِيَّاهُ فَجَاءَ سَهْلَةً اَوْ تُرَابًا اَحْمَرَ، فَاَخَذَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَتْهُ فِيْ ثَوْبِهَا. قَالَ ثَابِتٌ كُنَّا نَقُوْلُ: اِنَّهَا كَرْبَلَاءَ.)) [1]

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بارش کے فرشتے نے اپنے رب سے التجا کی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی۔ اس دن باری سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روز سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی رحمہ اللہ، جلد: 3، ص 160۔

پر جلوہ افروز تھے۔ وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے۔ آتے ہی نبی اکرم ﷺ کی کمر پر اچھلنے کودنے لگے اور رسول اکرم ﷺ پکڑ کر چومنے لگے۔ فرشتے نے پوچھا: کیا آپ اس بچے سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ فرشتے نے کہا: اسے تو آپ ﷺ کی امت قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کا مقتل دکھا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں دکھایئے۔ اس نے مقامِ قتل سے مٹی کی مٹھی بھر کر پیش کر دی۔ وہ نرم اور سرخ مٹی تھی۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مٹی کو پکڑ کر کپڑے میں باندھ کر سنبھال لیا۔ راوی ثابت کہتے ہیں کہ ہم اس زمین کو ''کربلا'' کہا کرتے تھے۔''

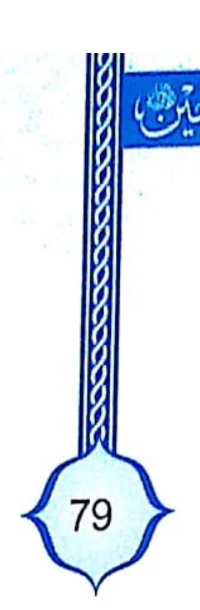
علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا اُمَّ سَلَمَةَ! اِذَا تَحَوَّلَتْ هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَاعْلَمِيْ اَنَّ ابْنِيْ قَدْ قُتِلَ فَجَعَلَتْهَا اُمُّ سَلَمَةَ فِيْ قَارُوْرَةٍ ثُمَّ جَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهَا كُلَّ يَوْمٍ.)) [1]

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا! یہ مٹی کربلا سے جو جبریل علیہ السلام نے دی ہے، جس دن یہ خون بن جائے سمجھ لینا میرا بیٹا (حسین) شہید ہو گیا۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی شیشے کی (بوتل) میں ڈال لی۔ روزانہ اسے دیکھا کرتی تھیں۔''



[1] تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله، جلد 2، ص 347.



سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عالم خواب میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ دیکھی

عَنْ سَلْمٰی قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ وَهِیَ تَبْكِیْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَعْنِیْ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا.)) ❶

"سلمٰی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کس وجہ سے رو رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک پر خاک پڑی تھی۔ میں نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی قتل گاہ سے آیا ہوں۔"

معیارِ روایت:

ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح نہیں کہا:

---

❶ تهذيب التهذيب لابن حجرؒ العسقلانی جلد 2، ص:356.

((قُلْتُ لٰكِنْ يُقَوِّيْهِ خَبْرُ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما.))

اس روایت کو سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تقویت دیتی ہے۔

① جس میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں پریشان حال دیکھا تھا۔ اور ہاتھ میں خون کی شیشی تھامے اور فرما رہے تھے۔ صبح سے میں خونِ حسین رضی اللہ عنہ اس میں جمع کر رہا ہوں۔ (اس روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الاسناد کہا۔)

② علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

شہر بن حوشب نے کہا: میں سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا (زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس تھا جب قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر ان تک پہنچی۔ وہ پکار اٹھیں:

((قَد فَعَلُوْهَا؟))

کیا واقعی انہوں نے یہ کر ڈالا ہے؟

پھر بددعائیں دیتی ہوئی بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئیں۔ اور یہ کہہ رہی تھیں:

((مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا.))

''اللہ تعالیٰ ان کے گھر اور ان کی قبریں آگ سے بھر دے۔''[1]

؎ ریگِ عراق منتظر کِشتِ حجاز تشنہ کام
خونِ حسینؓ باز دِہ کوفہ و شامِ خویش را

(زبورِ عجم)

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر
مرگِ پُورِ مرتضٰی چیزے دِگر

(جاوید نامہ ص:773)

[1] سیر اعلام النبلاء لذھبی جلد 3، ص:318.

یعنی، اگرچہ مومن کے لیے ہر موت شیریں اور خوش آئند ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ موت میری زندگی کا خاتمہ نہیں ہے۔ بلکہ نئی اور اعلیٰ زندگی کے حصول کا ذریعہ ہے...... لیکن بہترین موت وہ ہے جو پور مرتضیٰ (پسر علی رضی اللہ عنہ) یعنی جناب حسین علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر نصیب ہو۔



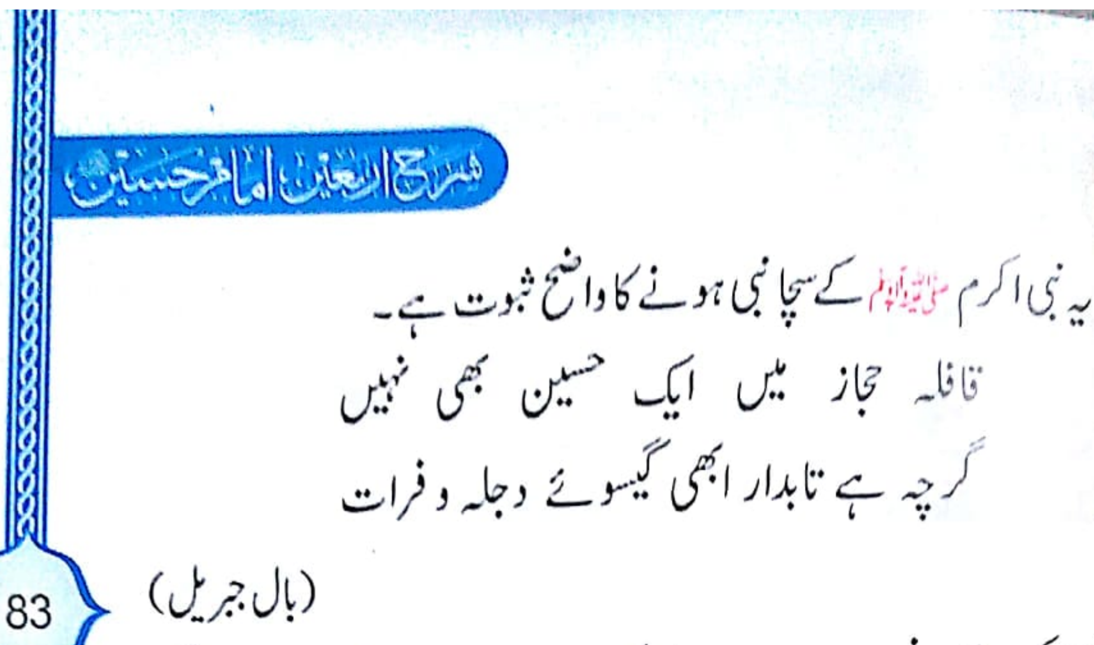
صرف سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کیوں راویہ ہیں؟

سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) کا قتل حسین رضی اللہ عنہ پر اتنا شدید ردّعمل کیوں ظاہر ہوا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے گھر ہوتے تھے کہ آسمانی فرشتے آ کر بار بار قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبریں دیتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ دیکھ کر روتے تھے۔ سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے یہ سب مناظر تھے۔

(کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ بیک وقت نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے صرف سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر یہ واقعات کیوں پیش آئے؟ یہ بھی اللہ کی خاص حکمت تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج رضی اللہ عنہن واقعہ کربلا سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ صرف ایک امّ سلمہ رضی اللہ عنہا ہی نے اس حادثہ فاجعہ کو اپنی زندگی میں پانا تھا۔ اس لیے قدرت نے ان کے گھر کا انتخاب کیا اور انہی کو شاہد بنایا۔ انہی کو کربلا کی مٹی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

اور فرمایا اسے سنبھال رکھو جب مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیا گیا ہے۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام پیش گوئیاں سچ ثابت ہوئیں اور انہوں نے اپنی زندگی میں دیکھ لیں۔

یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت میں سے ایک زبردست دلیل ہے جو پیشگی فرمایا تھا۔ سب کچھ بعد میں درست نکلا۔



یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچا نبی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

(بال جبریل)

یعنی کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ کفر اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہے، لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں میں کوئی شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کو تیار نہیں ہے۔



جو فرشتہ کبھی نہ آیا تھا اس نے بھی یہی پیش گوئی کی

حدیث نمبر 3

((عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَاتَ يَوْمٍ وَعَيْنَاهُ تُفِيضَانِ قَالَ لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا فَقَالَ لِيْ: إِنَّ ابْنَكَ هٰذَا حُسَيْنٌ مَقْتُولٌ، وَإِنْ شِئْتَ أُرِيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا.)) [1]

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج میرے گھر پہ وہ فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ قتل کیا جائے گا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو اس کی شہادت گاہ کی مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھاؤں؟''

تشریح احادیث ثلاثہ مذکورہ:

گزشتہ ان تینوں احادیث میں فرشتوں کا معمول سے ہٹ کر آنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دینا کہ آپ کا بیٹا حسین قتل ہوگا۔ یہ بات نہایت قابل غور ہے۔ یہ فرشتے صرف قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر سنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان کرنے نہیں آتے رہے۔ کیونکہ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے، اس نے مرنا ضرور

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی رحمه الله، جلد: 2، حديث نمبر: 822.

ہے۔ صرف مرنے یا قتل کی خبر میں کیا اچنبھے کی بات تھی، جو فرشتے بار بار آئے۔ معلوم ہوا نہ یہ خبر عام خبر تھی۔ نہ قتل حسین رضی اللہ عنہ عام قتل تھا۔ جو نبی ﷺ صبر وثبات کا پہاڑ تھے وہ یہ خبر سن کر بار بار کیوں روئے؟

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومیت انتہاء کو پہنچے گی اور کسی بہت بڑے مقصد کے لیے ہوگی۔ ورنہ لوگ تو روزانہ مرتے بھی ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں۔ لیکن کسی کے قتل پر آسمانوں سے بار بار مختلف فرشتوں کا نازل ہونا نہ ہوا۔ کبھی جبریل علیہ السلام تشریف لائے، کبھی بارش کا فرشتہ، کبھی اسپیشل فرشتہ جو کبھی پہلے اترا ہی نہ تھا۔ نرا بے دردی سے مارا جانا بھی اتنا اہمیت کا حامل نہ تھا اور بھی اولوالعزم بہت سے بے رحمی سے مارے گئے۔

حسین رضی اللہ عنہ کا قتل دراصل نرالا اس لیے ہوا کہ ان کا مقصد شہادت دیگر تمام شہداء سے نہایت ہی بلند تر تھا اور وہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ کے نظام نبوت وخلافت راشدہ کو اغواء کاروں نے ملوکیت و بادشاہی میں بدل ڈالا۔

سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ اس جبر کے منہ زور انجن کے سامنے اپنا کنبہ لے کر کھڑے ہوگئے اور سب کچلے گئے۔ امت سو چکی تھی اسے خون حسین رضی اللہ عنہ ہی جگا سکتا تھا اور قیامت تک امت کو سبق دے دیا کہ صرف ظلم سہتے نہ رہنا، نہ ظالموں کی ہاں میں ہاں ملانا بلکہ ظالم کی راہ میں رکاوٹ بن جانا۔ یہ عظیم الشان کارنامہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہونا تھا۔ جس کی شہادت کی خبریں بار بار آسمانوں سے فرشتے لاتے رہے۔ عام طور پر مسلمان خلافت راشدہ کے مفہوم اور اس کی روح سے بے خبر ہیں۔ ان کے نزدیک حکمران کوئی بھی ہو محض زبان سے کلمہ پڑھتا ہو اور زبردستی حکومت پر قبضہ کر جائے۔ بس اس کی اطاعت کرنی ہے۔ انہیں اسلامی نظام اور ملوکیت وآمریت میں کچھ

فرق نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز قابض ہوں یا نام نہاد مسلم حکمران جیسے موجودہ زمانے کا ایک آمر وہ چاہے لال مسجد زہریلے بموں سے اڑا دے یا معصوم دینی طلباء و طالبات کو ان بموں سے بھسم کر دے۔ بس ان کی اپنی مساجد اور مدارس چلتے رہیں۔ نظام کی کوئی پرواہ نہیں۔ ان کی بلا سے کہ کوئی مدتوں ڈکٹیٹر مسلمانوں کو یرغمال بنائے رکھے۔

حسنی مبارک کی شکل میں، قذافی کی صورت میں، صدام کے روپ میں، شہنشاہ ایران کی مکروہ شکل میں بس اپنا کام تو نماز روزہ کرنا ہے۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے اسلام ہے آزاد

(اقبال)

مگر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ خلافت و ملوکیت میں کیا فرق ہے؟ خلافت راشدہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور ملوکیت بندوں پر عذاب الٰہی ہوتا ہے۔





وہ بھی امام الشہداء ٹھہرے

حدیث نمبر 4

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَرَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ جَائِرٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاهُ فَقَتَلَهُ.))

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: شہداء کے سردار حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ بھی (سید الشہداء) ہے جو کسی ظالم سربراہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اسے نیکی کی تلقین کی اور برائی سے روکا تو اس نے اسے مار ڈالا۔''[1]

تشریح: ......اس فرمان نبوی ﷺ کے بعد کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے نواسہ رسول ﷺ نے سارا خاندان ذبح کروا کے فرشتوں کی پیش گوئیاں سچ ثابت کر دکھائیں۔ فرشتے بھی اپنی مرضی سے نہیں آتے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے آتے تھے۔ یعنی خداوند عالم خود چاہتا تھا کہ میرے محبوب ﷺ کا نواسہ مثالی قربانی پیش کر کے رہتی دنیا تک نمونہ بنا دے کہ ظلم و بربریت کو چپ کر کے سہتے جانا اعلیٰ درجہ کا ایمان نہیں ہے۔ اپنی جان بچانا اگرچہ جائز ہے مگر نواسہ رسول سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ رخصتوں کے بجائے عزیمتوں کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی رحمه الله، جلد: 1، حديث نمبر: 374.

سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ہاتھوں شہید اعظم ہوئے، سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنوں کے ہاتھوں امام الشہداء قرار پائے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

❁ ہندزوجہ ابی سفیان نے سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی میّت میدان احد میں دیکھی تو خنجر سے ان کا پیٹ چاک کیا اور کلیجہ نکال کر چبایا۔ پھر اسے تھوک دیا۔ ہندی دیگر سہیلیاں مسلمانوں کی نعشوں کے ناک اور کان کاٹتی رہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے محبوب چچا کا پیٹ پھاڑا ہوا دیکھا۔ ناک اور کان بھی کٹے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ رکھ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے سے ہوک نکلی۔ [1]

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ فَرَكِبُوْا خُيُوْلَهُمْ وَاَوْطَؤُوْهَا الْحُسَيْنَ.)) [2]

''حسین رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا گیا تو عمر بن سعد نے اپنے گھڑ سواروں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی لاش کو چور چور کر ڈالیں۔ یعنی لاش مبارک پر بار بار گھوڑے دوڑائیں اور انہیں روند کے رکھ دیں۔''

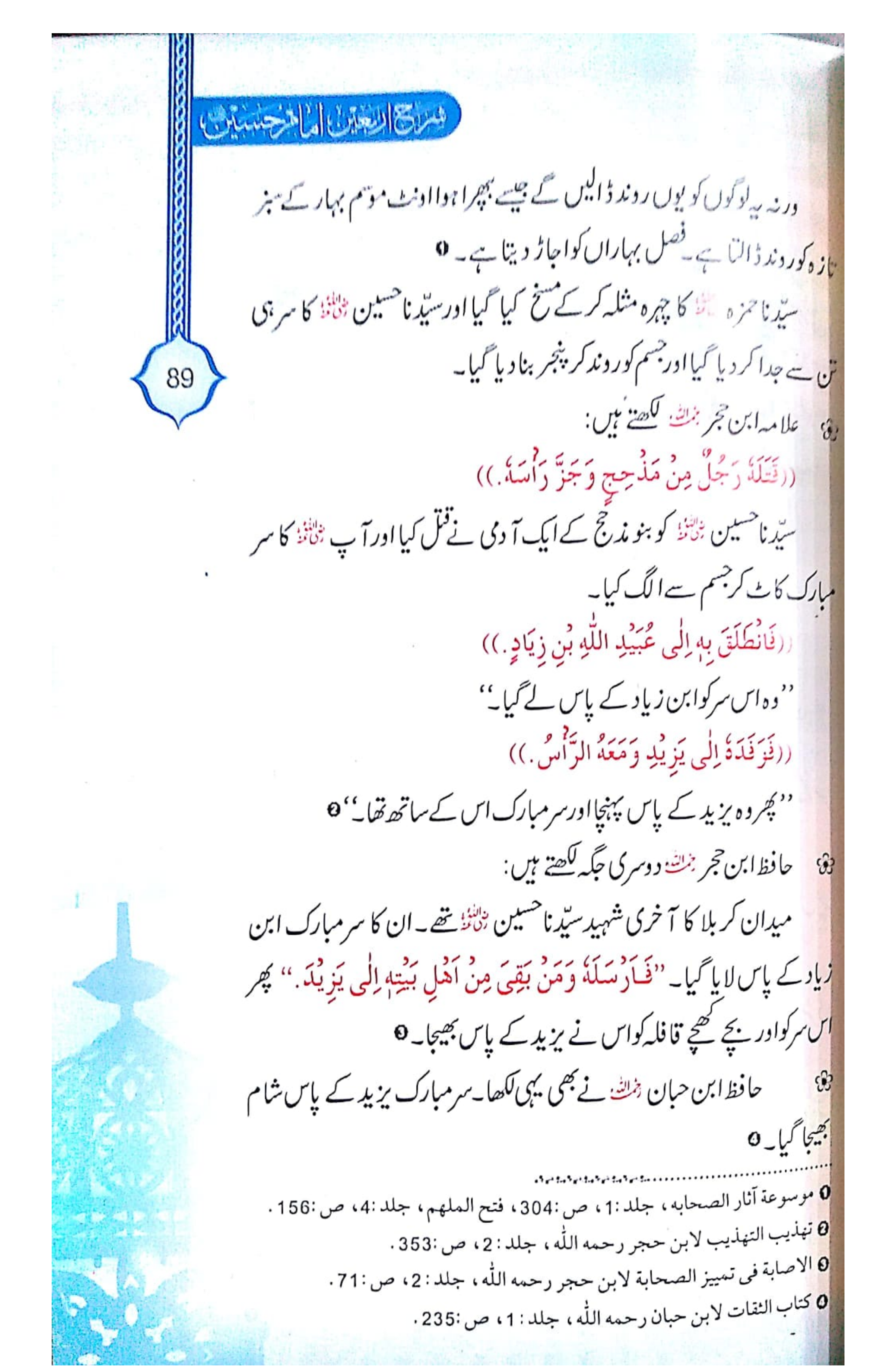
❁ یہی وہ خدشات لاحق تھے سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جو بوقت شہادت جن کا ذکر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے خاندان کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا۔

((فَيَحْطِمُوْنَهُمْ حَطْمَ الْاِبِلِ نَبْتَ الرَّبِيْعِ.))

---

[1] الاستیعاب فی معرفة الصحابة، جلد 1، ص: 415.

[2] اسد الغابة فی معرفة الصحابة لابن الاثیر رحمه الله، جلد: 2، ص: 28.



ورنہ یہ لوگوں کو یوں روند ڈالیں گے جیسے بپھرا ہوا اونٹ موسم بہار کے سبز تازہ کو روند ڈالتا ہے۔ فصل بہاراں کو اجاڑ دیتا ہے۔ ❶

سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ مثلہ کر کے مسخ کیا گیا اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر ہی تن سے جدا کر دیا گیا اور جسم کو روند کر پنجر بنا دیا گیا۔

❀ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((قَتَلَهٗ رَجُلٌ مِنْ مَذْحِجٍ وَجَزَّ رَأْسَهٗ.))

سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بنو مذحج کے ایک آدمی نے قتل کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ کر جسم سے الگ کیا۔

((فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ زِیَادٍ.))

''وہ اس سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔''

((فَزَفَدَهٗ اِلٰی یَزِیْدَ وَمَعَهُ الرَّأْسُ.))

''پھر وہ یزید کے پاس پہنچا اور سر مبارک اس کے ساتھ تھا۔'' ❷

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

میدان کربلا کا آخری شہید سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ ''فَاَرْسَلَهٗ وَمَنْ بَقِیَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ اِلٰی یَزِیْدَ.'' پھر اس سر کو اور بچے کھچے قافلہ کو اس نے یزید کے پاس بھیجا۔ ❸

❀ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا۔ سر مبارک یزید کے پاس شام بھیجا گیا۔ ❹

---

❶ موسوعة آثار الصحابه، جلد :1، ص :304، فتح الملهم، جلد :4، ص :156.

❷ تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله، جلد :2، ص :353.

❸ الاصابة فی تمييز الصحابة لابن حجر رحمه الله، جلد :2، ص :71.

❹ كتاب الثقات لابن حبان رحمه الله، جلد :1، ص :235.

8 علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ذبح کیا گیا سر تن سے جدا کیا گیا۔ بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر 33 زخم تیروں کے دیکھے گئے۔ لباس کے چیتھڑے اڑ گئے۔ پھر بھی رہا سہا لباس اتار لیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی چیزیں لوٹ لی گئیں۔ قلافس منحوس نے آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار قبضہ میں کر لی۔ بحر بن کعب نے آپ رضی اللہ عنہ کا پاجامہ اتار لیا اور بے لباس کر دیا۔ قیس نے آپ رضی اللہ عنہ کی چادر پکڑ لی۔ جابر بن یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کی پگڑی اٹھا لی۔ [1]

یہ اسی کا جگر تھا کہ ہر حال میں زخم سہتا رہا خون بہتا رہا
تم نے دامن اسی کا دریدہ کیا جو تمہارے گریبان سیتا رہا

سر مبارک شہر بہ شہر پھرایا گیا:

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

1. ابن زیاد نے زحر بن قیس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اور دوسرے شہداء کے سر دے کر یزید کی طرف روانہ کیا۔
2. ابوالوضی نے کہا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید نے سامنے رکھا پھر اس پر چھڑی مارتا رہا۔
3. قبیصہ بن ذؤیب خزاعی نے بھی یہی روایت کیا کہ یزید ہاتھ میں چھڑی لے کر سر امام رضی اللہ عنہ پر مارتا رہا۔
4. زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں یزید بن معاویہ کے پاس تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، یزید اس پر چھڑی مارتا رہا۔
5. ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ یزید کے پاس تھے یزید امام رضی اللہ عنہ کے سر پر چھڑی مارتا رہا۔

[1] الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید، ص: 53.

❻ حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی فرمان ہے کہ یزید امام رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک پر چھڑی مار رہا تھا، جس منہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوما کرتے تھے۔

❼ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں، امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے پاس لایا گیا۔

❽ آگے ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((ثُمَّ بَعَثَ بِهِمْ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَبَعَثَ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ اِلٰى عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْمَدِيْنَةِ.))

''پھر یزید نے انہیں مدینہ بھیجا اور سر مبارک امام حسین بھی، اپنے گورنر مدینہ عمرو کی طرف بھیج دیا۔''

ابن جوزی رحمہ اللہ نے قریباً آٹھ (8) مختلف راویوں کے ذریعہ یہ بات ثابت کی کہ سر مبارک یزید کے پاس پہنچا تھا۔ [1]

کتاب مذکور کے حاشیہ نگار، الدکتور ہیثم عبدالسلام محمد لکھتے ہیں:

''وَهُنَا اَقْوَالٌ اُخْرٰى وَهِيَ.''

''سر مبارک کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔''

یعنی

① اِنَّهٗ اُعِيْدَ اِلٰى كَرْبَلَا وَدُفِنَ مَعَ الْجَسَدِ.

کہ سر مبارک واپس کربلا بھیجا گیا وہیں جسم کے ساتھ دفن ہوا۔

② فِيْ مَسْجِدِ الرَّقَّةِ عَلَى الْفُرَاتِ

دریائے فرات کے کنارے، مسجد رقہ میں مدفون ہے۔

③ فِي الْقَاهِرَةِ دُفِنَ

''قاہرہ (مصر) میں دفن ہے۔''

---

[1] الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید، ص 56 تا 61۔

"وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ لَدَى الْمُؤَرِّخِيْنَ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الرَّأْسَ قَدْ حُمِلَ وَطِيْفَ بِهٖ فِي الْاَمْصَارِ الْاِسْلَامِيَّةِ اِلٰى دَرَجَةِ عَدَمِ مَعْرِفَةِ الْمَكَانِ الَّذِيْ دُفِنَ فِيْهِ."

"مورخین کا یہ اختلاف دلالت کرتا ہے کہ سر مبارک اٹھا کر مختلف مسلم ممالک میں گھمایا گیا۔ کیونکہ یقینی طور پر پتہ ہی نہیں کہ سر کہاں دفن ہوا ہے؟"

"وَاَمَّا كَلَامُ ابْنِ تَيْمِيَةَ مِنْ اَنَّهٗ لَمْ يُحْمَلِ الرَّأْسُ وَاِنَّ هٰذَا كَذِبٌ فَدَعْوٰى مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ وَهُوَ يُخَالِفُ مَا عَلَيْهِ جَمْهُوْرُ الْمُؤَرِّخِيْنَ."

"امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ سر مبارک کو کہیں اٹھایا ہی نہیں گیا، یہ صریح جھوٹ ہے اور یہ وہ دعویٰ ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے اور جمہور مؤرخین کے خلاف بات ہے۔" [1]

صرف جمہور مؤرخین نہیں، بلکہ جمہور محدثین بھی یہی کہتے ہیں:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا:

① "ثُمَّ كَانَ اٰخِرُ ذٰلِكَ اَنْ قُتِلَ وَاُتِيَ بِرَأْسِهٖ اِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ فَارْسَلَهٗ وَمَنْ بَقِيَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ اِلٰى يَزِيْدَ."

"سب سے آخر میں امام حسین رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے ان کا سر مبارک عبید اللہ کے پاس لایا گیا پھر اس سر کو اور بقایا اہل بیت کو یزید کے پاس بھیجا۔"

② ابن حجر رحمہ اللہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"بنو مذحج کا آدمی امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر عبید اللہ کے پاس لے گیا۔ فَوَفَدَهٗ اِلٰى يَزِيْدَ وَمَعَهُ الرَّأْسُ." [2]

[1] الرد على المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد لابن الجوزي رحمه الله، ص62۔

[2] تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله، جلد 2، ص353.

پھر اسے یزید کے پاس بھیجا اور سر مبارک اس کے ساتھ تھا۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"[illegible] اِلٰى يَزِيْدَ وَمَعَهُ الرَّأْسُ." ❶

ابن زیاد نے مذحجی کو یزید کے پاس بھیجا اور سر مبارک اس کے ساتھ تھا۔

"لَمَّا قَتَلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ الْحُسَيْنَ وَاَهْلَهٗ بَعَثَ بِرُءُوْسِهِمْ اِلٰى يَزِيْدَ فَسُرَّ بِقَتْلِهِمْ اَوَّلًا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ حَتّٰى نَدِمَ عَلٰى قَتْلِهِمْ...... فَقَالَ: فَاَبْغَضَنِيْ بِقَتْلِهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَزَرَعَ لِيْ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعَدَاوَةَ. ❷

"جب ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو قتل کیا، ان کے سر یزید کے پاس بھیجے۔ ان کے قتل پر پہلے تو خوش ہوا۔ پھر اظہار ندامت کیا اور کہا اس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے مسلمانوں کو میرے خلاف غضبناک کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں میری عداوت کا بیج کاشت کر دیا ہے۔"

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(غالب)

آگے ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قَالَتْ رَيَّا، حَاضِنَةُ يَزِيْدَ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى يَزِيْدَ فَقَالَ اَبْشِرْ فَقَدْ اَمْكَنَكَ اللّٰهُ مِنَ الْحُسَيْنِ وَجِيْءَ بِرَأْسِهِ فَقُلْتُ لَهَا:

❶ سیر اعلام النبلاء لذہبی رحمہ اللہ، جلد 3، ص: 309.

❷ سیر اعلام النبلاء لذہبی رحمہ اللہ، جلد 3، ص: 317.

اَقْرَعَ ثَنَايَاهُ بِقَضِيْبٍ؟" [illegible] اِیْ وَاللّٰہِ!."

''یزید کی دایا ریا نے کہا۔ یزید کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔ خوشخبری ہو اے یزید! حسین رضی اللہ عنہ سے اللہ نے تجھے چھٹکارا دیا اور اس کا سر پیش ہے۔ راوی نے دایا سے پوچھا۔ کیا یزید نے امام کے دانتوں پر چھڑی ماری تھی؟ اس نے کہا۔ ہاں اللہ کی قسم!'' ❶

۞ گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے آٹھ (8) روایات پیش کی ہیں۔ ❷

محدثین کے بعد مؤرخین:

❶ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَاَمَّا رَأْسُ الْحُسَيْنِ فَالْمَشْهُوْرُ عِنْدَ اَهْلِ التَّارِيْخِ وَاَهْلِ السِّيَرِ اَنَّهٗ بَعَثَ بِهٖ ابْنُ زِيَادٍ اِلٰى يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ اَنْكَرَ ذٰلِكَ وَعِنْدِيْ اَنَّ الْاَوَّلَ اَشْهَرُ."

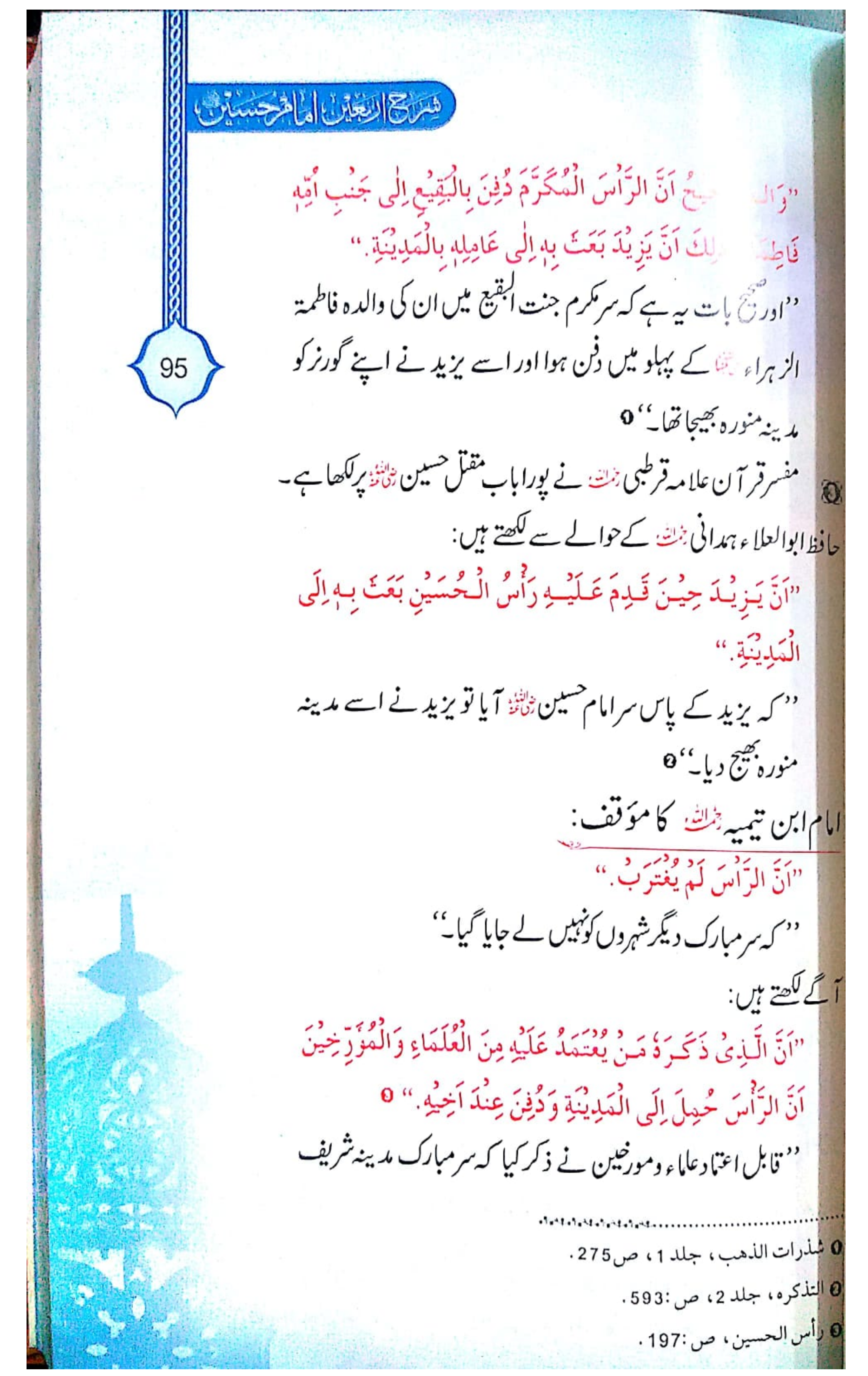
''سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ، اہل تاریخ و سیر کے نزدیک مشہور ہے کہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تھا۔ کچھ لوگ اس کے انکاری ہیں۔ مگر میرے نزدیک پہلی بات ہی زیادہ مشہور ہے۔''
یعنی سر حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے پاس جانا۔ ❸

❷ ابن العماد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

❶ تہذیب التہذیب جلد 2، ص: 357.

❷ الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید لابن الجوزی رحمه الله، ص: [illegible] تا 61.



"وَال... ...حیحُ اَنَّ الرَّأْسَ الْمُکَرَّمَ دُفِنَ بِالْبَقِیْعِ اِلٰی جَنْبِ اُمِّهٖ فَاطِمَ... ...لِكَ اَنَّ یَزِیْدَ بَعَثَ بِهٖ اِلٰی عَامِلِهٖ بِالْمَدِیْنَةِ."

"اور صحیح بات یہ ہے کہ سرِ مکرم جنت البقیع میں ان کی والدہ فاطمۃ الزہراء ﷺ کے پہلو میں دفن ہوا اور اسے یزید نے اپنے گورنر کو مدینہ منورہ بھیجا تھا۔" ❶

مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمۃ اللہ نے پورا باب مقتل حسین رضی اللہ عنہ پر لکھا ہے۔ حافظ ابوالعلاء ہمدانی رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اَنَّ یَزِیْدَ حِیْنَ قَدِمَ عَلَیْهِ رَأْسُ الْحُسَیْنِ بَعَثَ بِهٖ اِلَی الْمَدِیْنَةِ."

"کہ یزید کے پاس سر امام حسین رضی اللہ عنہ آیا تو یزید نے اسے مدینہ منورہ بھیج دیا۔" ❷

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کا موقف:

"اَنَّ الرَّأْسَ لَمْ یُغْتَرَبْ."

"کہ سر مبارک دیگر شہروں کو نہیں لے جایا گیا۔"

آگے لکھتے ہیں:

"اَنَّ الَّذِیْ ذَکَرَهٗ مَنْ یُعْتَمَدُ عَلَیْهِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْمُؤَرِّخِیْنَ اَنَّ الرَّأْسَ حُمِلَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَدُفِنَ عِنْدَ اَخِیْهِ." ❸

"قابل اعتماد علماء و مورخین نے ذکر کیا کہ سر مبارک مدینہ شریف

❶ شذرات الذهب، جلد 1، ص275.
❷ التذكره، جلد 2، ص:593.
❸ رأس الحسين، ص:197.

لے جایا گیا اور اپنے بھائی حسن کے ساتھ دفن ہوا۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ خیال شاذ ہے۔ دیگر جلیل القدر محدثین و مورخین کے مقابلہ میں، امام صاحب کو تاریخی طور پر صحیح معلومات نہ پہنچ پائیں۔ حالانکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ دین اسلام میں ایک اتھارٹی رکھتے ہیں "لِكُلِّ عَالِمٍ زَلَّةٌ" یہ محاورہ ایسے ہی علمائے حق پر فٹ آتا ہے ہر لغزش سے پاک صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا:

"فَمِنَ الْعَجِيْبِ حَقًّا اَنْ يَجْتَرِأَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ عَلٰى اِنْكَارِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَتَكْذِيْبِهٖ فِيْ مِنْهَاجِ السُّنَّةِ."

"شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس حدیث "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ." کا انکار اور تکذیب ان کی جرأت حیرت انگیز ہے۔"

"فَلَا اَدْرِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ وَجْهَ تَكْذِيْبِهٖ لِلْحَدِيْثِ اِلَّا التَّسَرُّعَ وَالْمُبَالَغَةَ فِي الرَّدِّ عَلَى الشِّيْعَةِ." [1]

"مجھے اس حدیث کی تکذیب کی وجہ معلوم نہیں کیا ہے، سوائے جلد بازی، مبالغہ آمیزی صرف شیعہ کے رد میں۔"

احادیث کے تمام طرق جمع کر کے بدقت نظر جانچنے سے پہلے جلد بازی میں ضعیف کا حکم لگانا یہ ان کا مبالغہ ہے۔ [2]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سر مبارک کا مدینہ شریف مدفون ہونا قابل اعتبار طور پر لکھا ہے۔ لیکن عقلاً اور نقلاً یہ ثابت نہ ہوسکا کہ سر مبارک کوفہ سے مدینہ

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی رحمه الله، جلد 5، ص263.

[2] سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی رحمه الله، جلد 4، ص344.

شریف براہ راست کیسے پہنچ گیا؟ کیونکہ قافلہ اہل بیت کے افراد شام گئے۔ان کے ساتھ سر مکرم کا جانا عقلاً اور نقلاً درست معلوم ہوتا ہے۔ دنیاوی انعام کے حریص جیسے ابن زیاد کے پاس سر کو لائے تھے۔ ویسے ہی وہ یزید سے بھی سر حسین رضی اللہ عنہ کو دکھا کر بھاری معاوضے چاہتے تھے۔

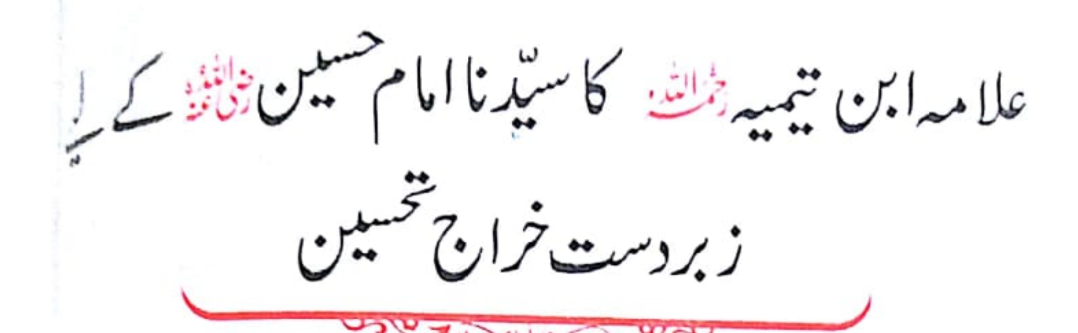


دوسرا یزید کیسے مطمئن ہوتا اگر سر اسے دکھائے بغیر ہی کوفہ سے سیدھا مدینہ چلا جاتا اور دفن کر دیا جاتا۔

اے موج تلاطم ان کو بھی دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے، موجوں کا نظارہ کرتے ہیں

شورشِ عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

◆◆◆◆◆◆



علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے زبردست خراج تحسین

''وَوَقَعَ الْقَتْلُ حَتّٰى اَكْرَمَ اللّٰهُ الْحُسَيْنَ وَمَنْ اَكْرَمَهٗ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ بِالشَّهَادَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ.''

''قتل حسین وقوع پذیر ہوا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو شرف شہادت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔''

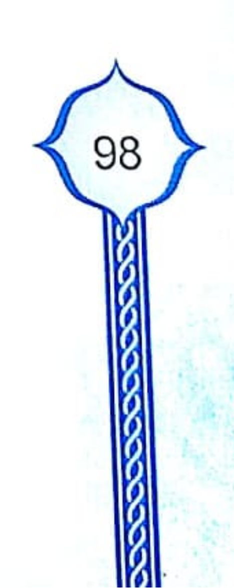
''وَاَهَانَ بِالْبَغْيِ وَالظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ مَنْ اَهَانَهٗ بِمَا انْتَهَكَهٗ مِنْ حُرْمَتِهِمْ وَاسْتَحَلَّهٗ مِنْ دِمَائِهِمْ.''

''اور جنہوں نے ان کی حرمت پامال کی بغاوت و ظلم سے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل و رسوا کیا۔''

﴿وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝﴾ (الحج : 18)

''جسے اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کر دے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔''

''وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَى الْحُسَيْنِ وَكَرَامَتِهٖ لَهٗ لِيَنَالَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ حَيْثُ لَمْ يَحْصُلْ لَهٗ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ مِنَ



الْاِبْتِلَاءِ [illegible] الْاِمْتِحَانِ مَا حَصَلَ لِسَائِرِ اَهْلِ بَيْتِهٖ كَجَدِّهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَاَبِيْهِ [illegible] وَعَمِّ اَبِيْهِ رضی اللہ عنہم."

"حسین پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور احسان تھا کہ انہیں شہداء کے مرتبے تک پہنچائے۔ جیسا کہ وہ ابتدائے اسلام کی آزمائشوں سے محروم رہے تھے۔ جو ان کے تمام خاندان کو نصیب ہوئیں۔ ان کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، ان کے والد علی رضی اللہ عنہ کو، ان کے چچا جعفر رضی اللہ عنہ کو، ان کے والد کے چچا سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو۔"

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَاِذَا كَانُوْا اَفْضَلُ الْخَلَائِقِ فَلَا رَيْبَ اَنَّ اَعْمَالَهُمْ اَفْضَلَ الْاَعْمَالِ."

"یہ اہل بیت جب ساری مخلوق سے افضل تھے تو بلاشبہ ان کے اعمال بھی افضل اعمال ہوئے۔"

امام حسین رضی اللہ عنہ کیوں نکلے جبکہ ہمدرد انہیں روک رہے تھے؟

اس سوال کا جواب مذکور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بیان سے واضح ہوگیا کہ خداوند عالم نے انہیں اپنے گزشتہ عظیم الشان بزرگ شہداء کے مرتبے پر فائز المرام کرنا تھا۔ دوسرا ان کا عمل کوئی معمولی نہ تھا بلکہ جیسے وہ خود جوانان جنت کے سردار تھے ویسے ہی انہوں نے طرز حکومت کو واپس خلافت کی طرف لانے کے لیے عظیم الشان قربانی پیش کر دی:

عَلَى الْمَرْءِ اَنْ يَسْعٰى وَيَبْذُلَ جُهْدَهٗ
وَلَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ تَتِمَّ الْمَقَاصِدُ

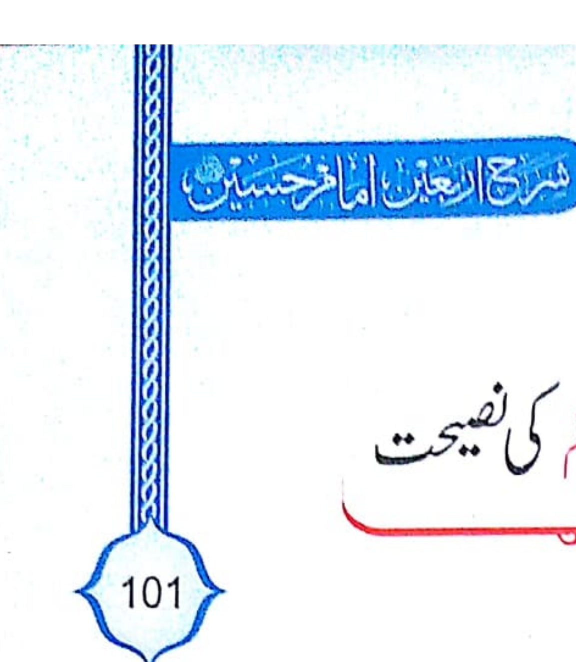
"جواں مرد کے ذمہ سعی اور جدوجہد ہوتی ہے۔ یہ اس کی ذمہ

داری نہیں ہے کہ حالات کا رخ بدل کے ہی چھوڑے۔"

جلیل القدر امام رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری نبھا کے دکھا دی۔ باقی لوگ
تبصرے ہی کرتے رہ گئے اور آج تک گوشوں اور حجروں میں بیٹھے محض تنقی
ہی کر رہے ہیں۔

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل پہ ہے





اہل بیت کے متعلق نبی ﷺ کی نصیحت

حدیث نمبر 5

آگے ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحیح مسلم کی روایت ذکر کرتے ہیں:

"اَنَّہٗ قَالَ ﷺ :یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَہْلِ بَیْتِیْ، اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَہْلِ بَیْتِیْ، اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَہْلِ بَیْتِیْ."

''حضور ﷺ نے حج سے واپسی پر غدیر خم پر ارشاد فرمایا: لوگو! میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ یہ تین (3) بار فرمایا۔ یعنی میرے گھرانے سے حسن سلوک کرنا۔ بدسلوکی نہ کرنا۔'' [1]

غدیر خم پر اس ارشاد میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے۔ جو عرفات کے میدان میں زور دے کر نہ فرمایا جہاں سارے مسلمان، سوا لاکھ سے بھی زیادہ موجود تھے شاید قدرت کی طرف سے اشارہ ہو کہ غدیر خم پر واپسی کے قافلے میں اہل شام تھے۔ خاص طور پر انہیں خبردار کرنا مقصود تھا۔ جنہوں نے بعد میں وہی کام کیا جس کا حضور ﷺ کو خطرہ تھا۔



[1] رأس الحسين، ص:200.

قاتلِ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہارِ رنجش

صحیح بخاری میں ہے کہ قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ وحشی جب اہل طائف کے ہمراہ دربار نبوت میں مدینہ شریف آیا، کہتا ہے: جب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا:

''اَنْتَ وَحْشِیٌّ؟''

''کیا تو ہی وحشی ہے؟''

میں نے عرض کیا، جی ہاں! پھر پوچھا:

''اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَۃَ؟''

''کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟''

میں نے کہا: جی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پھر فرمایا:

''فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّیْ؟''

''کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لے یا دور رہے؟'
تو میں نکل آیا۔'' [1]

اس سے آگے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ روایت لائے ہیں:

((فَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هٰذَا وَحْشِیٌّ، فَقَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''دَعُوْهُ

[1] صحیح البخاری، حدیث :4072.

فَلَاِ ... م رَجُلٍ وَاحِدٍ، اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَتْلِ اَلْفِ کَافِرٍ."

"حضو... ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ وحشی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، ایک آدمی کا مسلمان ہوجانا، مجھے ہزار کافر قتل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی اسلام نے اس کی جان بخشی کی ہے، ورنہ واجب القتل تھا۔"

آگے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مسند ابی داؤد طیالسی کی یہ روایت بھی لائے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"غَيِّبْ وَجْهَكَ عَنِّيْ فَلَا اَرَاكَ."

"اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھ، آئندہ کبھی دیکھنے نہ پاؤں۔"[1]

حضور ﷺ اپنے محبوب چچا سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے وحشیانہ قتل پر انتہائی صدمے سے دوچار تھے۔ قاتلِ چچا جب مسلمان ہو کے سامنے آیا تو قانونِ خداوندی کے پابند پیغمبر ﷺ قانونِ شریعت کے مطابق اسے معاف کرتے ہیں، مگر قانونِ فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں کہ ایک ظالم اور قاتل کو معاف کرنے کے باوجود فرماتے ہیں کہ اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھنا تجھے دیکھ کر میرا زخمِ دل ہرا ہوجاتا ہے اور صدمہ تازہ ہوجاتا ہے۔

یہ تو معاملہ تھا اس شخص کا جس نے حالت کفر میں یہ جرم کیا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد بخشا گیا اور چہرہ کشائی سے محروم ہوا۔ لیکن جس نے مسلمان ہوتے ہوئے نواسۂ رسول ﷺ کو بے دردی سے قتل کیا، اس کا کیا بنے گا؟ کیا اسے بھی حضور ﷺ روزِ محشر یہی فرمائیں گے:

"غَيِّبْ وَجْهَكَ عَنِّيْ فَلَا اَرَاكَ."

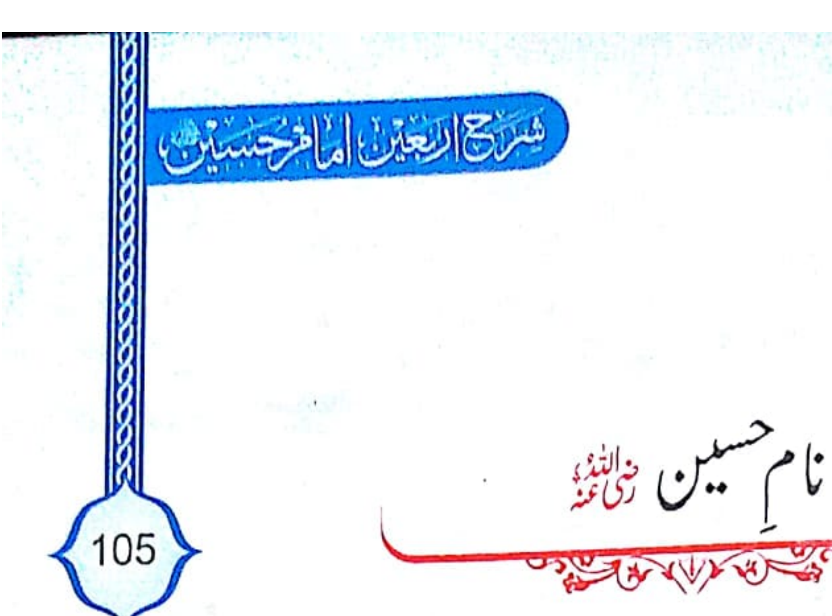
[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 7، ص: 459، 462۔

''مجھ سے اپنا چہرہ دور کر آئندہ کبھی نہ دیکھوں۔''
یا قاتل نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی اور سزا نصیب ہوگی؟
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کو قتل کرنے والا چہرہ دکھانے کے قابل نہ رہا اور کیا قاتل حسین رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینے سے لگائیں گے؟ اور اس کا منہ چومیں گے؟ بلکہ قتل حسین کے منصوبہ ساز جو مرکزی وصوبائی حکومت کے ذمہ دار تھے وہ سب روسیاہ ہوں گے۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد برز میں
ہر زوالِ نظریات رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی آسمان کو پورا حق حاصل تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظریات زوال پذیر ہوں تو وہ خون کی بارش برساتا رہے۔





نامِ حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 6

((عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا وَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحَسَنَ جَآءَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: أَرُوْنِي ابْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ؟ قَالَ قُلْتُ: سَمَّيْتُهٗ حَرْبًا، قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: بَلْ هُوَ حَسَنٌ۔ فَلَمَّا وَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: أَرُوْنِي ابْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ؟ قَالَ قُلْتُ: سَمَّيْتُهٗ حَرْبًا، فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ ثُمَّ لَمَّا وَلَدَتْ الثَّالِثَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أَرُوْنِي ابْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ؟ قُلْتُ: سَمَّيْتُهٗ حَرْبًا، قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: بَلْ هُوَ مُحَسِّنٌ۔ ثُمَّ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّمَا سَمَّيْتُهُمْ بِاسْمِ وَلَدِ هَارُوْنَ شَبَّرُ، وَشَبِيْرُ، وَمُشَبِّرٌ.)) [1]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب حسن رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تو حضور علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

[1] هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه، وقال الذهبى: صحيح (المستدرك لحاكم جلد 5، ص1792.

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے اس روایت کو "تحفة المودود باحكام المودود" میں درج فرمایا ہے، اسناده صحيح، سنن البيهقى الكبرى: 11706۔ مسند احمد: 953، والحاكم، والطبرانى، والبزار، والبيهقى.

فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، کیا نام رکھا ہے اس کا؟ میں نے عرض کیا:
"حرب" ......آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ اس کا نام حسن ہے۔
جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تو حضور علیہ السلام ہمارے ہاں
حسب معمول تشریف لائے، فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھائیں، اس کا
کیا نام رکھا ہے؟ میں نے بتایا، اس کا نام "حرب" ہی رکھا ہے۔
فرمایا: وہ تو "حسین" ہے۔ پھر جب ہمارے ہاں تیسرا بچہ پیدا
ہوا، تو حضور ﷺ تشریف لائے، وہی فرمایا: مجھے میرا بیٹا
دکھائیں، اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کی: حرب،
آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو "محسن" ہے۔ بعض روایات میں محسن
بھی آیا ہے۔ بعدازاں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ان کے
نام، ہارون علیہ السلام کے بیٹوں والے رکھے ہیں، شبر، شبیر، مشبر۔"

❁ علامہ ہیثمی آگے یہ روایت بھی لائے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بیٹے کا نام "حرب" اس لیے رکھا تھا:

((وَکُنْتُ اُحِبُّ اَنِ اکْتَنٰی بِأَبِیْ حَرْبٍ.)) ❶

"مجھے یہ پسند تھا کہ میری کنیت "ابوحرب" ہو۔"

لفظ حرب:

قرآن کریم میں یہ لفظ تین معنوں میں آیا ہے:

❶ ﴿فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ﴾ (البقرۃ: 279)

❶ مجمع الزوائد جلد 8، روایت نمبر 12870۔ رواہ البزار والطبرانی بنحوہ باسانید ورجال احدھما رجال الصحیح، بحوالہ طبرانی کبیر، روایت 2775، جلد 3، ص: 97۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے فرماتا ہے، اگر تم سود (Usury) سے باز نہ آئے تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

❷ ﴿إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ﴾ (المآئدۃ: 33)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔''

❸ ﴿كُلَّمَآ أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ﴾ (المآئدۃ: 64)

''جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔''

پہلی آیت میں لفظ حرب سے مراد المخالفۃ (Clash)

دوسری آیت میں لفظ حرب سے کفر و ضلالت مراد ہے۔

تیسری آیت میں لفظ حرب بمعنی قتال اور لڑائی ہے۔ [1]

لغوی معنی:

رَجُلٌ حَرْبٌ، شَدِيْدُ الْحَرْبِ، شُجَاعٌ. [2]

''سخت جنگجو اور بہادر شخص۔''

تشریح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بار بار ہر بیٹے کا نام حرب اس لیے رکھتے رہے کہ شجاعت اور بہادری ان کی فطرت میں شامل تھی۔

قاضی سلیمان منصوری پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: خیبر کے قلعہ ناعم سے، ان کا مشہور سردار مرحب میدان میں نکلا، یہ اپنے آپ کو ہزار بہادروں کے برابر کہا

---

❶ بصائر ذوی التمییز جلد 2، ص: 444.

❷ لسان العرب، جلد 4، ص 69.

کرتا تھا۔ رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھا تو مقابلے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رجز یہ اشعار پڑھے:

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ
کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہْ
اُوْفِیْھِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَہْ
قَالَ: فَضَرَبَ رَأْسَ مَرْحَبٍ فَقَتَلَہٗ
ثُمَّ کَانَ الْفَتْحُ عَلٰی یَدَیْہِ

ترجمہ اشعار: ''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیرِ غضبناک رکھا ہے۔ میں شیر ببر، سخت حملہ آور، مردِ میدان ہوں، وسیع پیمانے پر ان کی تباہی مچا دوں گا۔ مرحب کے سر پر ایسا تلوار کا وار کیا کہ اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ فتح خیبر انہی کے ہاتھوں ہوئی۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں)۔'' ❶

اسی جذبہ شجاعت کے تحت، وہ اپنے بیٹوں کا نام حرب یعنی جنگجو اور بہادر رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ذاتی پسند کو، حضور علیہ السلام کی پسند پر قربان کر دیا، حرب کے بجائے، ''حسن'' اور ''حسین'' نام رکھ لیے۔

نام حسین رضی اللہ عنہ پر دوسری روایت یہ امر ربی تھا:

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ یہ روایت بھی لائے ہیں:

((عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ سَمَّاہُ حَمْزَۃَ، فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَیْنُ سَمَّاہُ بِعَمِّہٖ جَعْفَرَ، قَالَ: فَدَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: ''اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اُغَیِّرَ اسْمَ ھٰذَیْنِ'' فَقُلْتُ: اَللّٰہُ

❶ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، حدیث نمبر1807.

وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، فَسَمَّاهُمَا حَسَنًا وَحُسَيْنًا.)) ❶

❁ حافظ ابوبکر بزار رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے روایت نقل کی ہے:

((فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سَمِّ الْأَوَّلَ حَسَنًا وَالْآخِرَ حُسَيْنًا.)) ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کا نام حمزہ رضی اللہ عنہ رکھا اور حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کا نام، اپنے چچا کے نام پر جعفر رضی اللہ عنہ رکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ ان دونوں کے نام تبدیل کر دوں۔ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کا نام ''حسن'' اور دوسرے کا ''حسین'' رکھا۔ مسند بزار والی روایت میں اگر کوئی سقم بھی ہے، تو اوپر والی صحیح روایت اس کی مؤید ہے۔

❁ حافظ ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ یہ روایت یوں لائے ہیں:

((فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمَّا أَتٰى، قَالَ ﷺ: "غَيَّرْتُ اسْمَ ابْنَيَّ هٰذَيْنِ" قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، فَسَمّٰى حَسَنًا وَحُسَيْنًا.)) ❸

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام تبدیل کر دیئے ہیں۔'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر

❶ سلسلة الاحاديث الصحيحة، جلد 6، القسم الاول، صفحه: 469، حديث نمبر 2709۔ مسند احمد، الجزء الثانی، حديث نمبر 1370۔ وقال علامه احمد شاكر، اسناده صحيح۔ مجمع الزوائد، المجلد الثامن، حديث نمبر12868۔

❷ مسند البزار، جلد 2، حديث نمبر 658۔

❸ مسند ابی يعلی، المجلد الاول، حديث نمبر 498۔ وسنده حسن۔

علم رکھتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے حسن اور حسین نام رکھ دیئے۔"

نامِ حسین کی اہمیت وخصوصیت:

نامِ حسین پر یہ صحیح احادیث کیا دلالت کرتی ہیں؟ ان پر سے سرسری طور پر نہیں گزرا جا سکتا۔ یہ نام بھی خاص الخاص اہمیت کے حامل ہیں، تبھی ان ناموں کو تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

- سب سے پہلے اسماءِ الٰہی کے بارے میں دیکھیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ (الاعراف:180)

"اور اللہ تعالیٰ ہی کے بہترین نام ہیں، انہی ناموں سے اسے پکارو۔"

حقیقت یہ ہے کہ وہی اچھے سے اچھے ناموں کا مستحق ہے۔

- دوسرے نمبر سردارِ انبیاء ﷺ کے نام مبارک کو دیکھیں، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَمَا سُمِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُحَمَّدًا وَاَحْمَدَ، اِلَّا کَثْرَةَ خِصَالِ الْحَمْدِ فِیْهِ."

"حضور ﷺ کا نامِ نامی "محمد" اور "احمد" اسی وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ کی ذات میں کثرت سے حمد اور تعریف پائی جاتی ہے۔"

حشر کے روز لِوَاءُ الْحَمْدِ (پرچم حمد) آپ ﷺ کے ہی دست مبارک میں ہوگا۔ آپ ﷺ کی امت بھی حَمَّادُوْن کہلائے گی۔ وَهُوَ اَعْظَمُ الْخَلْقِ حَمْدًا لِرَبِّهٖ تَعَالٰی. ساری مخلوق میں، اپنے رب کی...... حمد کرنے میں، حامدِ اعظم کہلائے۔

- "وَلِهٰذَا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَحْسِیْنِ الْاَسْمَآءِ فَقَالَ ﷺ: حَسِّنُوْا اَسْمَآءَکُمْ."

''اسی لیے حضور ﷺ نے خوبصورت نام رکھنے کا حکم دیا، آپ ﷺ کا فرمان ہے: اپنے نام اچھے اور خوبصورت رکھا کرو۔''

اچھے نام والا، اپنے نام کی لاج رکھتا ہے۔ مناسب حقیقت کام کرے گا۔ خلاف شرافت کام ترک کردے گا۔ اسی طرح گھٹیا اور ادنیٰ ناموں کا، انسان کی شخصیت پر برا اثر پڑتا ہے۔ [1]

مذکورہ تصریحات کے بعد، یہ بات واضح ہوگئی کہ ''حسین'' نام کی اہمیت کیا ہے؟

پیدائش کے وقت، کسی بچے کے والدین نہیں جانتے کہ یہ بڑا ہو کر کیا بنے گا اور کیا کرے گا؟

لیکن خالق حقیقی، اپنی پیدا کردہ مخلوق کے تمام رموز واسرارِ زندگی سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اسی لیے خلاق وعلام نے، اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے خاص الخاص نواسوں کے نام، حرب وغیرہ مجھے پسند نہیں ہیں، وحی خفی کے ذریعے ان کے نام ''حسن'' اور ''حسین'' اللہ تعالیٰ نے خود تبدیل کروا دیے۔ مذکورہ صحیح احادیث سے ثابت ہوگیا کہ حسن وحسین نام نہ عظیم الشان باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منتخب کردہ ہیں، نہ سردار انبیاء علیہ السلام کے۔ بلکہ براہِ راست ان ناموں کو پسند کر کے، انہیں شہرت دوام دینے والے، اللہ تعالیٰ بذاتِ خود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حسنین رضی اللہ عنہما کے نام کو حجاب میں رکھا ہوا تھا:

علامہ ابن الاثیر نے المفضل بن محمد الضبی الکوفی المقری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

---

[1] تحفة المولود: ص 106.

((إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ اسْمَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حَتّٰى سَمّٰى بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ ابْنَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ.))

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حسن وحسین کے نام پردے میں رکھے ہوئے تھے، یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام حسن وحسین رکھے۔''

البتہ قبیلہ طی کے شجرہ نسب میں جو نام پائے گئے ہیں، وہ ان سے مختلف ہیں۔ یعنی حسن بسکون سین، اور حسین بفتح حاء وکسر سین۔ ❶

❁ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مذکورہ روایات کے راوی ''المفضل'' کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: كَانَ إِخْبَارِيًّا، عَلَّامَةً، مُوَثَّقًا، وہ مورخ، علامہ اور قابل اعتبار تھے۔

① امام ابوحاتم نے کہا: متروك القراءة والحديث ،وہ فن قراءت اور حدیث میں ترک کیے گئے ہیں۔

② ابوحاتم سجستانی نے کہا: اشعار میں ثقہ ہیں، حروف میں غیر ثقہ۔

③ آخر پر ابن حجر رحمہ اللہ خود لکھتے ہیں:

''قُلْتُ: تَلَا عَلَيْهِ الْكِسَائِيُّ، وَأَبُوْزَيْدِ الْأَنْصَارِيُّ، وَجَبَلَةُ بْنِ مَالِكٍ، وَرَوٰى عَنْهُ الْمَدَائِنِيُّ، وَأَبُوْكَامِلِ الْجُحْدَرِيُّ، وَجَمَاعَةٌ.''

''میں کہتا ہوں: شیخ القراء والعربیہ امام کسائی، ابوزید انصاری، اور جبلہ بن مالک نے، مفضل سے علم قراءۃ سیکھا۔ اور امام مدائنی،

❶ اسد الغابة في معرفة الصحابة، الجزء الثاني، ص 13.

ابوکامل جحدری اور دیگر اہل علم کی ایک جماعت نے ان سے روایت حدیث بھی کی ہے۔"

جب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو مفضل کی خبر وفات ملی تو ان کے غم میں اشعار کہے، ایک شعر یہ ہے:

نَعٰی لِیْ رِجَالًا وَالْمُفَضَّلُ مِنْهُمْ
وَكَيْفَ تَقَرُّ الْعَيْنُ بَعْدَ الْمُفَضَّلِ

"اس نے مجھے کئی لوگوں کے فوت ہونے کی اطلاع دی، انہی میں سے یہ مفضل بھی تھے۔ جو مفضل بن مہلہل کے، ایک ہی سال بعد رخصت ہوگئے۔ دونوں کی جدائی سے آنکھوں کی ٹھنڈک ختم ہوگئی ہے۔" ❶

سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے ناموں سے ہیں:

ابن الاثیر امام ابوبشر الدولابی سے یہ روایت بھی لائے ہیں:

①: ((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ مِنْ أَسْمَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، لَمْ يَكُوْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ.)) ❷

"حسن و حسین جنتی لوگوں کے ناموں میں سے ہیں۔ زمانہ قبل بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں، ان ناموں کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔"

②: ((قال ابو احمد العسكرى: لَمْ يُعْرَفْ هٰذَا الْإِسْمُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.)) ❸

❶ لسان الميزان: جلد 6، ص 110.
❷ اسدالغابة فی معرفة الصحابة، جلد 2، ص 25.
❸ اكمال تهذيب الكمال فی اسمآء الرجال، جلد 2، ص 315.

''حضراتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ناموں کے بارے میں، یہ مختلف سات عدد روایات ذکر ہوئیں:

① المستدرك للحاكم، مسند احمد، الطبرانی، البزار اور بیہقی۔ ''حرب نام بدل کر حسن و حسین رکھے۔''

② مجمع الزوائد۔ قال علی رضی اللہ عنہ: ''میری تمنا تھی کہ میری کنیت ابوحرب ہو۔''

③ سلسلة الاحاديث الصحيحة، مسند احمد، اکمال تهذيب الكمال وغیرہم۔ ''حمزہ و جعفر نام بدلنے کا حکم الٰہی ہوا کہ حسن و حسین نام رکھو۔''

④ مسند ابی یعلی میں بسند حسن۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر، حسن و حسین نام رکھے۔''

⑤ مسند بزار میں، ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پہلے کا نام حسن اور دوسرے کا نام حسین رکھو۔''

⑥ ''اللہ تعالیٰ نے حسن و حسین نام، پردے میں رکھے ہوئے تھے۔''[1]

⑦ ایضاً۔ ''اہل جنت کے ناموں میں سے حسن و حسین ہیں۔''

ان ناموں پر تبصرہ:

ہمارے ناقص خیال میں، کسی شخصیت کے نام پر، اتنا زور نہیں دیا گیا، جتنا حسن و حسین کے نام رکھنے پر ذکر ہوا۔

① بچے کا نام رکھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اُمِــرْتُ، مجھے حکم دیا گیا

---

[1] اسد الغابه فی معرفة الصحابه، جلد 2، ص 13، اکمال تهذيب الكمال جلد 2، ص: 315.

ہے۔ آخر کیوں؟

معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص وجہ ہے، تبھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو آسمانوں سے حکم بھیج رہا ہے، ورنہ حضور علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں کتنے ہی مسلمانوں کے بچے پیدا ہوئے، کسی کے نام رکھنے پر اتنا اہتمام نہیں کیا گیا کہ اللہ کریم نے آسمانوں سے حکم نازل کیا ہو کہ فلاں بچے کا نام یہ رکھو۔

بلکہ حسنین کے نام تو (حرب وغیرہ) رکھے جا چکے تھے، مگر مشیت ایزدی نے وہ پہلے سے رکھے ہوئے نام تبدیل کرنے کا حکم دے دیا، کبھی اہل علم وحکمت نے اس بات پر بھی غور وخوض کیا ہے کہ وہ نام کیوں بدلے گئے؟ اس سوال کا جواب، ہر زمانے کے اہل علم ودین کے ذمہ آج تک باقی ہے، دین کے دیگر احکام ومسائل کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان کرنے والے رازی وغزالی وغیرہم، اس حکم خداوندی پر کیوں خاموش رہے؟

ہم جیسے ناقصانِ عقل ودین، اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ حسن وحسین دنیا بھر میں نرالے فرزند رسول ﷺ تھے، جن سے قدرت خداوندی زمانے بھر کے بچوں سے ہٹ کر کوئی عظیم الشان ایسا کارنامہ کروانا چاہتی تھی جو کسی بھی پیدا ہونے والے سپوت سے نہ ہو سکے۔ سارے جہان میں صرف انہی کے نام آسمانوں سے آئے اور اسی لیے آئے کہ تمام زمانوں کے بچے حسنین جیسے کردار پیش کرنے سے تا قیامت بے بس اور عاجز رہیں گے، چاہے سارا زمانہ لاکھ جتن کر لے۔

یہ بھی خدا کا اسی طرح کا کرشمہ ہے، جو اس نے اپنے کلام پاک کے بارے میں چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ

﴿ ... مِّثْلِهٖ ﴾ (البقرۃ: 23)

''اگر تمہیں شک ہے ہماری نازل کردہ کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس (کتاب) جیسی ایک سورت ہی بنا کے لاؤ۔''

بالکل ویسے ہی اللہ تعالیٰ کا بغیر وحی جلی کے یہ کھلا چیلنج ہے ساری دنیا کو قیامت تک کے لیے کہ جن بچوں کے نام رکھنے اور بدلنے کے فیصلے آسمانوں میں ہوئے۔

ان جیسی خوبصورت حسن و جمال سے بھرپور شکلیں اور صورتیں پیش کر کے دکھاؤ، وہ صرف دلآویز صاحبان جمال ہی نہیں ہیں، ان جیسے کمالات کردار انسانی میں دکھاؤ۔

نہ کوئی ان جیسا حسین وجمیل پیش کر سکا، نہ ان جیسا کردار با کمال۔

جب کچھ نہ بن پڑا تو ان کی شخصیات کو مطعون کرنا شروع کر دیا گیا۔ بودے دلائل کے ساتھ۔ لو جی! ان سے پہلے بھی تو حمزہ رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہوئے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وغیرہم۔ ہمیں تسلیم ہے کہ وہ سب اپنے اپنے مقام پر عظیم کردار ہیں مگر شہید کربلا کا انوکھا پن، علامہ اقبال رحمہ اللہ سے پوچھ لیں:

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر
مرگ پور مرتضیٰ چیزے دگر

''اگرچہ مومن کے لیے، ہر حال میں، ہر طرح کی موت میٹھی ہے۔ لیکن بہترین موت وہ ہے جو علی المرتضیٰ کے فرزند عظیم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔''

یعنی تا قیامت شہیدانِ راہِ حق کے لیے وہ تابندہ مثال اور قابل رشک ہے۔
امام حسین رضی اللہ عنہ سے قبل تمام شہدائے اسلام، بلکہ شہید کربلا کے بعد بھی سب شہیدانِ اسلام کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات سے نوازے۔ آمین
سارے شہداء میں سے جو امتیازی خصوصیات امام حسین کو قدرت نے عطا فرمائیں وہ بے مثال ہیں:

- سینہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھیلتے ہوئے بچے حسین کی خبر شہادت، فرشتوں کے ذریعے حضور علیہ السلام کو دی گئی۔ یہ شرف کسی شہید کو نصیب نہیں ہوا۔ وحی الٰہی سے بتایا جائے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر مظلومانہ قتل ہوگا۔
- اس خبر پُر آشوب پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار اشکبار ہوئے۔
- کسی شہید کا وقت پیدائش، وحی الٰہی کے ذریعے نام تبدیل نہیں کیا گیا۔ یہ اعزاز بھی صرف حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو نصیب ہوا، کیونکہ ان کے اندازِ زندگی سب سے نرالے اور انوکھے ہیں، جو کوئی اور ادا نہ کر سکا۔
- کسی شہید نے اپنا سارا خاندان، راہِ خدا میں ایک دم قربانی کے لیے پیش نہیں کیا، یہ شرف بھی صرف امام حسین رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔
- کسی شہید نے یوں جانتے بوجھتے موت کی طرف سفر نہیں کیا، جسے امام حسین نے مدینہ سے مکہ، اور مکہ سے کربلا کی طرف چلے، نہ اپنے لشکر بنائے نہ جنگ کی تیاری کی بلکہ راستے میں جو ساتھ ملتا تو اسے مخلص راہنما کی طرح منع کر دیتے کہ میں تو موت کے منہ میں جا رہا ہوں، آپ میرا ساتھ نہ دیں۔ بلکہ آخری رات میں، عقیدت مندوں سے کہا: تم اس رات کے اندھیرے میں چھپ کر نکل جاؤ نیز میرے بچوں اور خواتین کو بھی محفوظ مقام پر لے جاؤ، دشمن کو صرف میری ضرورت ہے،

صبح وہ مجھے تنہا اس میدان میں پکڑ کر، جو جی چاہے کر لے۔

مگر آفرین ہے! عقیدت مندوں اور گھرانے کے افراد پر، کسی نے بھی شبِ تاریک کا فائدہ نہ اٹھایا، کسی نے بھی امام کا ساتھ نہ چھوڑا، بلکہ ہر ایک نے کہا:

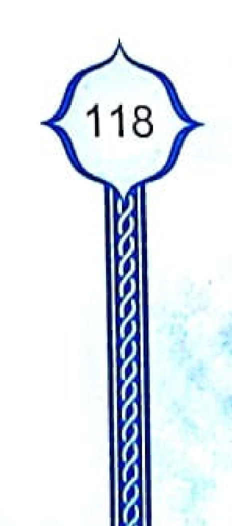
ہم آپ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کریں گے، آپ کے بعد زندہ بچ کر ہم نے کیا کرنا ہے، ہماری زندگی آپ کے بغیر کس کام کی ہے؟

میدان کربلا میں، امام کے آگے آگے یہ سارے فدائی، ایک ایک کر کے، اپنی جانیں دے گئے۔ اور امام ہر ایک کو دعاؤں سے نوازتے رہے اور آخر میں خود بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

امام طبرانی رحمۃ اللہ یہ روایت بیان کرتے ہیں

"حَدَّثَنِیْ اللَّيْثُ قَالَ اَبٰی الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما اَنْ يُّسْتَاْسَرَ فَقَاتَلُوْهُ فَقَتَلُوْهُ وَقَتَلُوْا ابْنَيْهِ وَاَصْحَابَهُ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا مِنْهُ بِمَكَانٍ يُقَالُ لَهُ الطَّفُّ وَانْطُلِقَ بِعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَفَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ وَسُكَيْنَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ اِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَعَلِيٌّ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ قَدْ بَلَغَ فَبَعَثَ بِهِمْ اِلٰى يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَاَمَرَ بِسُكَيْنَةَ فَجَعَلَهَا خَلْفَ سَرِيْرِهٖ لِئَلَّا تَرٰى رَاْسَ اَبِيْهَا وَذَوِیْ قَرَابَتِهَا وَعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہما فِیْ غُلٍّ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ فَضَرَبَ عَلٰى ثَنِيَّتَیِ الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ
اِلَيْنَا وَهُمْ كَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا



''امام لیث رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے گرفتاری دینے سے انکار کیا۔ دشمنوں نے ان سے جنگ لڑی اور انہیں قتل کر ڈالا، امام کے دونوں بیٹے اور دیگر ساتھی بھی انہوں نے قتل کیے، جن ساتھیوں نے امام کے ساتھ مل کر لڑائی لڑی تھی۔ یہ سب مقام ''طف'' پر شہید ہوئے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور ان کی دونوں بہنیں فاطمہ اور سکینہ رضی اللہ عنہا کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ ان دنوں جوان تھے (بیماری کی وجہ سے بچ نکلے)۔ ابن زیاد نے ان سب کو یزید کے پاس بھیجا۔ سکینہ رضی اللہ عنہا کو تخت کے پیچھے کیا گیا تا کہ اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ کا سر نہ دیکھ سکے، نہ دیگر رشتہ داروں کے سر دیکھے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یزید نے اپنے سامنے رکھے ہوئے سر مبارک کو دانتوں پر چھڑی مارتے ہوئے شعر کہا جس کا ترجمہ یہ ہے:

''(تلواریں) ان لوگوں کی کھوپڑیاں اڑا دیتی ہیں جو ہمارے لیے بھاری ہوں اور وہ بڑے ہی سرکش اور ظالم تھے۔ نعوذ باللہ!''

فَقَالَ زین العابدین رضی اللہ عنہ:

''﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ (الحدید : 22) فَثَقُلَ عَلٰى يَزِيْدَ اَنْ يَتَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ وَتَلَا عَلِيٌّ اٰيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ يَزِيْدُ: بَلْ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ، فَقَالَ عَلِيٌّ: اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ رَاٰنَا

رَسُوْلُ اللّٰهِ مَغْلُوْلِيْنَ لَاَحَبَّ اَنْ يُّخَلِّيَنَا مِنَ الْغُلِّ قَالَ صَدَقْتَ فَخَلُّوْهُمْ مِنَ الْغُلِّ، قَالَ: وَلَوْ وَقَفْنَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلٰى بُعْدٍ لَاَحَبَّ اَنْ يُقَرِّبَنَا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَقَرِّبُوْهُمْ، فَجَعَلَتْ فَاطِمَةُ وَسُكَيْنَةُ يَتَطَاوَلَانِ لِتَرَيَا رَأْسَ اَبِيْهِمَا وَجَعَلَ يَزِيْدُ يَتَطَاوَلُ فِيْ مَجْلِسِهٖ لِيَسْتُرَ عَنْهُمَا رَأْسَ اَبِيْهِمَا ثُمَّ اَمَرَبِهِمْ فَجُهِّزُوْا فَاَصْلَحَ اِلَيْهِمْ وَاُخْرِجُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ." ❶

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کے شعر کے جواب میں قرآن کریم کی آیت پڑھی:

''کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے اس کتاب (یعنی نوشتہ تقدیر) میں لکھ نہ رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے۔'' یزید کو اپنے پیش کردہ شعر کے مقابل یہ آیت بھاری لگی تو یزید نے کہا: یہ سب تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور وہ اکثر معاف کرتا ہے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بیڑیوں میں بندھے ہوئے دیکھتے تو ضرور

❶ امام ذہبی نے اس حکایت کو قویۃ الاسناد کہا۔ سیر اعلام النبلاء لذهبی رحمه الله جلد 3، ص: 319۔ رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر جلد 2، ص: 230، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت ۔ رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر جلد 3، ص: 104، مطبوعه دارالمؤید محقق حمدی عبد المجید السلفی، ورجاله ثقات۔ مجمع الزوائد جلد 9، ص: 227، مطبوعه دارالکتب العلمیة، بیروت)

بیڑیاں کھلوا دیتے۔ یزید نے کہا: تو نے درست کہا۔ تو ان کی بیڑیاں کھولدیں۔ پھر امام رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے سامنے دور کھڑے دیکھتے تو ضرور قریب کر لیتے۔ یزید نے کہا: تو نے سچ کہا، انہیں قریب کر دیا گیا۔

فاطمہ اور سکینہ رضی اللہ عنہما بیٹیاں اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ کا سر بلند ہوکر دیکھنے کی کوشش کرنے لگیں اور یزید اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اونچا ہوتا رہا کہ سر حسین کو ان کی بیٹیوں سے چھپائے۔ پھر انہیں تیار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔"

صحیح حدیث کے مقابلہ میں قولِ امام:

ان صحیح احادیث کے مقابلے میں قول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہو یا اور کسی امام کا قول کیا اسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ ہمارے نزدیک ہر حال میں صحیح حدیث اقوال ائمہ پر مقدم ہے امید ہے قارئین اب صحیح روایات کے بعد سر امام حسین رضی اللہ عنہ دربار یزید میں جانے کو افسانہ نہیں کہیں گے۔ جسے حدیث اور محدثین کرام حقیقت بتاتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حسینی کردار:

تاتاری سلطان قازان کے دربار میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کی جماعت لے کر حاضر ہوئے کیونکہ اس نے ظلم و بربریت کی انتہا کر دی تھی۔ بہت سخت لہجے میں امام صاحب نے اسے مخاطب ہوکر فرمایا:

"اَنْتَ تَزْعَمُ اَنَّكَ مُسْلِمٌ وَمَعَكَ مُؤَذِّنٌ وَقَاضٍ وَاِمَامٌ وَشَيْخٌ عَلٰى مَا بَلَغَنَا فَغَزَوْتَنَا وَغَزَوْتَ بِلَادَنَا عَلٰى مَاذَا؟ اِلٰى اَنْ قَالَ: وَاَنْتَ عَاهَدْتَ فَغَدَرْتَ وَقُلْتَ فَمَا وَفَيْتَ."

''اے سلطان! تو دعویٰ کرتا ہے کہ تو مسلمان ہے اور اپنے ساتھ موذن اور قاضی بھی رکھے ہوئے ہیں۔ امام اور شیخ بھی رکھے ہوئے ہیں تو ہمارے ساتھ جنگ لڑنے آ گیا ہے۔ تو نے ہمارے شہروں پر چڑھائی کردی ہے۔ یہ سب کچھ کس بنیاد پر کیا ہے؟ یہاں تک کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمادیا۔ تو نے جو معاہدہ کیا تھا اس سے غداری کی ہے تو نے جو کچھ کہا تھا اس کی وفا نہیں کی ہے۔''[1]

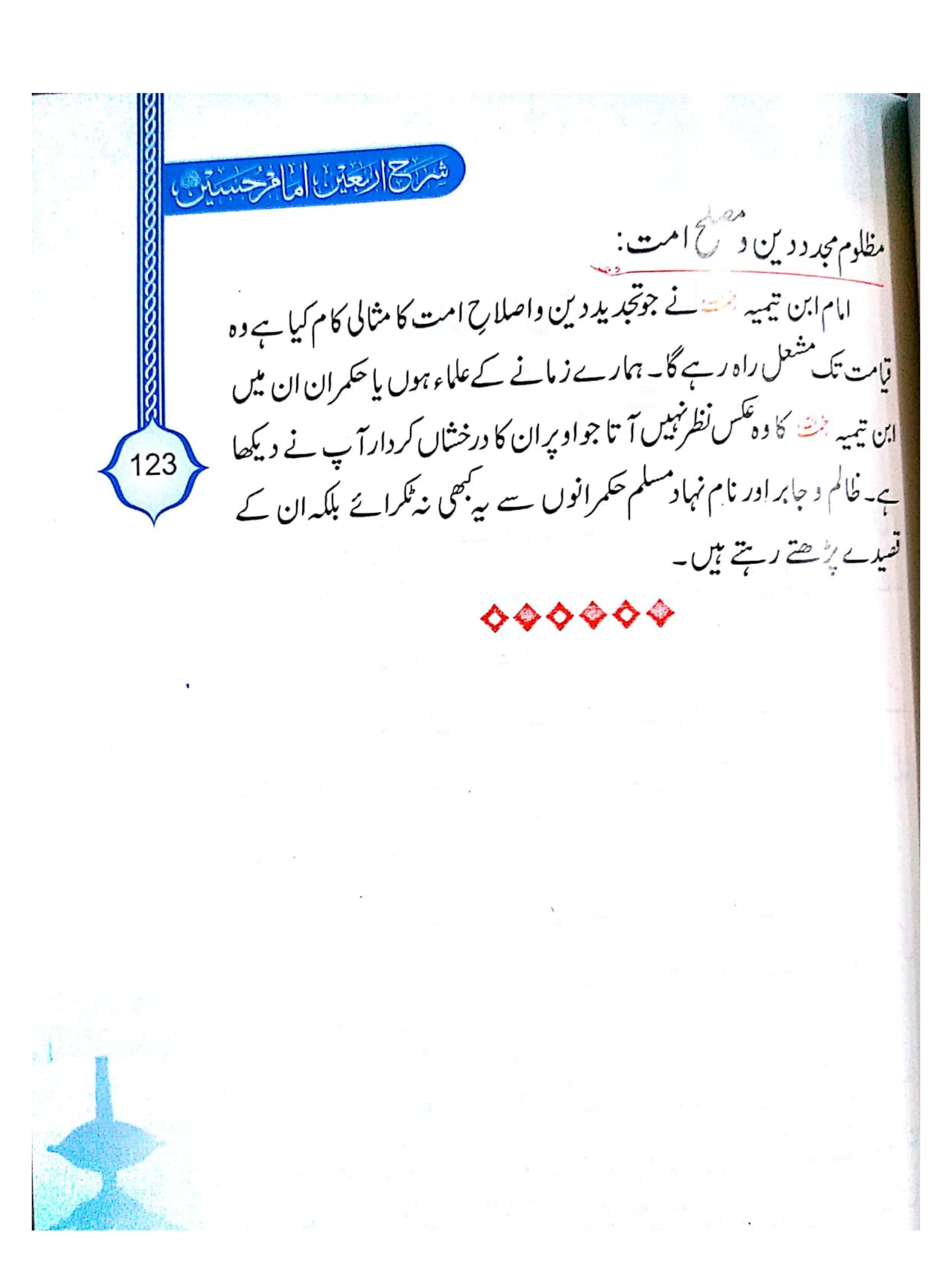
❁ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی سلطان ملک ناصر کے پاس چغلی کھائی گئ، سلطان نے اپنے دربار میں بلایا اور سلطان نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ آپ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور کیا آپ کے دل میں حکومت پر قبضہ کرنے کا ارادہ ہے؟ (غلط کار حکمران، مصلحین سے اسی لیے ڈرتے ہیں، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون نے کہا: ﴿ يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ﴾ (الاعراف : 110) ''یہ تمہیں تمہاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔'' امام صاحب نے نہایت اطمینان قلب سے جواب دیا جو حاضرین مجلس نے سنا، عظیم الشان ثبوت ہے۔

''اَنَا اَفْعَلُ ذٰلِكَ؟ وَاللّٰهِ اِنَّ مُلْكَكَ وَمُلْكَ اٰبَائِكَ لَا يُسَاوِىْ عِنْدِىْ فَلْسَيْنِ.''[2]

''کیا میں یہ کام کروں گا؟ اللہ کی قسم! تیری حکومت اور تیرے آباء کی حکومت، میرے نزدیک دو ٹکے کے برابر نہیں ہے۔''

[1] مقدمه الفرقان لشیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله، ص: 11.

[2] مقدمة الفرقان شیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله، ص: 12.



مظلوم مجدد دین و مصلح امت:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو تجدید دین و اصلاحِ امت کا مثالی کام کیا ہے وہ قیامت تک مشعل راہ رہے گا۔ ہمارے زمانے کے علماء ہوں یا حکمران ان میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ عکس نظر نہیں آتا جو اوپر ان کا درخشاں کردار آپ نے دیکھا ہے۔ ظالم و جابر اور نام نہاد مسلم حکمرانوں سے یہ کبھی نہ ٹکرائے بلکہ ان کے قصیدے پڑھتے رہتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو

یہ کردارِ عزیمت کہاں سے نصیب ہوا؟

وہ کردار حسین رضی اللہ عنہ سے ملا ہے کہ ظالم و جابر اور نام کے مسلم حکمرانوں کو راہ راست پر لانے کے لیے حجروں کے بجائے میدان عمل میں نکلا جائے۔ جیسا کہ ہر دور کے ظالموں سے انبیاء علیہم السلام ٹکرائے۔

جیسے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت کے ظالم اور خلافت راشدہ کے غاصبوں کو للکارا تھا۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ رمز حسین رضی اللہ عنہ سمجھ گئے مگر ہمارے دینی پیشوا نہ سمجھ پائے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

اسلام اور مسلمانوں کو جن عصری مسائل کا سامنا ہے۔ ان سے علماء کی اکثریت غافل و کاہل ہے۔

بس ان کے جبے، قبے، ان کے دستار فضیلت، ان کے نورانی چہرے، کبھی راہ خدا میں خاک آلود نہ ہوئے۔ خون آلود ہونا تو دور کی بات ہے۔ ان کے اجلے لباس دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے کبوترانِ بام حرم ہوں۔ جو دیکھنے میں بہت بھلے، خوبصورت اور خوشنما لگتے ہیں جبکہ انہوں نے کبھی شاہین اسلام کا کردار ادا نہ کیا۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

(اقبال رحمہ اللہ)



محبت حسنین رضی اللہ عنہما محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث نمبر 7

"عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَمَعَهُ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ هٰذَا عَلٰى عَاتِقِهٖ وَهٰذَا عَلٰى عَاتِقِهٖ وَهُوَ يَلْثِمُ هٰذَا مَرَّةً وَيَلْثِمُ هٰذَا مَرَّةً حَتّٰى انْتَهٰى إِلَيْنَا فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِنَّكَ تُحِبُّهُمَا؟ قَالَ مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِيْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِيْ يَعْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رضی اللہ عنہما." [1]

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلے۔ آپ کے ساتھ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ یہ اس کندھے پر سوار تھا وہ دوسرے کندھے پر سوار تھا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو چومتے، کبھی اس کو چومتے، چلتے چلتے ہمارے پاس آئے۔ ایک آدمی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ان دونوں سے پیار کرے گا گویا اس نے مجھ سے پیار کیا جو ان دونوں سے بغض رکھے گا گویا اس نے مجھ سے دشمنی کی یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے۔"

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه للالبانی رحمه الله، جلد 6، حديث :2895.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

روافض ونواصب کا کیا طریقہ ہے؟

جواب میں فرمایا: روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں۔

"وَاَمَّا نَوَاصِبُ فَهُمُ الَّذِيْنَ نَصَبُوا الْعَدَاوَةَ لِاَهْلِ الْبَيْتِ وَتَبَرَّأُوْا مِنْهُمْ وَكَفَّرُوْهُمْ وَفَسَّقُوْهُمْ."

"ناصبی لوگ وہ ہیں جنہوں نے اہل بیت سے عداوت دل میں پال رکھی ہے۔ ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ انہیں فاسق کہتے ہیں، ان سے بیزاری کرتے ہیں۔" [1]

قاتل سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی روایت حدیث:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی لکھتے ہیں: صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا عمر بن سعد بن ابی وقاص سے کچھ لوگوں نے روایت کی ہے اور اسے ثقہ تابعی کہہ ڈالا۔

1. لیکن استاد امام بخاری یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا۔ "كَيْفَ يَكُوْنُ مَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ ثِقَةً؟" جو حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرے، وہ ثقہ (قابل اعتماد) کیسے ہوسکتا ہے؟

2. بنوضبیعہ کے ایک آدمی نے عمر بن سعد سے روایت کرنے والے کو کہا: "يَا اَبَا سَعِيْدٍ! هٰذَا قَاتِلُ الْحُسَيْنِ فَسَكَتَ. فَقَالَ لَهُ: عَنْ قَاتِلِ الْحُسَيْنِ تُحَدِّثُنَا؟ فَسَكَتَ."

"اے ابوسعید! یہ ابن سعد قاتل حسین ہے تو وہ خاموش ہوگیا۔ پھر اس نے

[1] عقیدہ واسطیہ، سوال نمبر 212۔

کہا تم ہمیں قاتل حسین سے حدیث بیان کرتے ہو؟ تو راوی خاموش ہو گیا۔

عمرو بن علی سے ایک آدمی نے کہا: "اَمَا تَخَافُ اللّٰهَ تَرْوِیْ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ فَبَكٰى وَقَالَ لَا اَعُوْدُ." کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، ابن سعد سے روایت کرتا ہے؟ تو راوی رو دیا۔ پھر اس نے کہا: آئندہ کبھی اس سے روایت نہیں کروں گا۔

آگے ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قُلْتُ اَغْرَبَ ابْنُ فَتْحُوْنَ فَذَكَرَهٗ فِی الصَّحَابَةِ."

"میرا کہنا یہ ہے کہ ابن فتحون نے انوکھی بات کی کہ اسے صحابہ میں ذکر کر دیا۔"

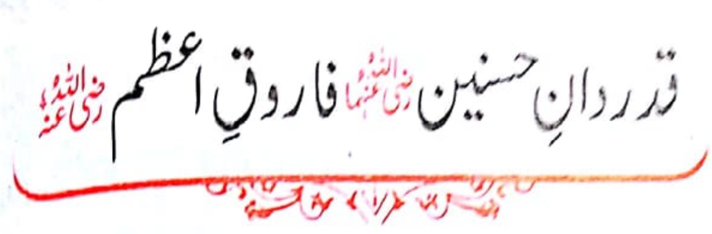
آگے ابن حجر رحمہ اللہ ابن سعد کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

جب امام حسین رضی اللہ عنہ عراق پہنچے تو عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو رَے اور ہمدان کا گورنر مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جائے۔ اس کے ساتھ چار ہزار (4000) کا لشکر دیا۔ پہلے تو عمر نے انکار کیا۔ ابن زیاد نے کہا۔ اگر یہ کام نہیں کرے گا تو میں تجھے گورنری سے معزول کر دوں گا اور تیرا گھر برباد کر دوں گا۔ پھر اس نے اس کی اطاعت کی اور حسین رضی اللہ عنہ سے جا کر جنگ لڑی اور انہیں قتل کر دیا۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ." ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ بات ذکر ہوئی تھی کہ ناصبی وہ ہیں جو اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں۔ اب بتائیے جو براہ راست قتل حسین رضی اللہ عنہ کے مجرم پائے گئے وہ کیا قرار پائیں گے؟

❶ تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله، جلد7، ص:451۔



قدردانِ حسنین رضی اللہ عنہما فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

"وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ: اَنَّ عُمَرَ اَلْحَقَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيْضَةِ أَبِيْهِمَا مَعَ اَهْلِ بَدْرٍ لِقَرَابَتِهِمَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم."

"بے شک عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے وظائف ان کے باپ (علی رضی اللہ عنہ) کے برابر مقرر کیے جو اہل بدر کے وظائف کے مساوی تھے۔ حسنین کے وظائف کا استحقاق یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے تھے۔"[1]

دوسرے مقام پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کا اضافہ درج کیا۔ "لِكُلِّ وَاحِدٍ خَمْسَةُ اٰلَافٍ" "ہر ایک کے لیے پانچ ہزار (5000) مقرر تھے۔"[2]

① نگاہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی عظمت دیکھیں۔

"جنگ بدر" مسلمانوں کا پہلا معرکہ تھا جس پر قرآن کریم کھل کر ذکر کرتا ہے۔ حسنین اس معرکہ عظیمہ میں شریک نہیں تھے۔ بلکہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ جنگ بدر سن دو ہجری کو ہوئی۔ اس کے ایک سال بعد حسن رضی اللہ عنہ تین ہجری کو اور حسین رضی اللہ عنہ چار ہجری کو پیدا ہوئے۔ لیکن عدل فاروقی یہ ہے کہ جو بچہ اہل

---

[1] سیر اعلام النبلاء لذہبی، جلد 3، ص :266.
[2] سیر اعلام النبلاء لذہبی، جلد 3، ص :285.

یت کو ہو وہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر وظیفہ پائے۔
لیکن ہمارے لوگوں کی عقل کہاں گھاس چرنے چلی گئی کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بغض وعداوت کا زہر منہ سے اگلتے پھرتے ہیں؟

② ایک روز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما باپ کے پاس شکایت لائے کہ اباجی! آپ نے میرے اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے وظیفے یکساں کیوں نہ مقرر کر دیے؟ میں تو حضور ﷺ کے آگے آگے جہاد میں تلوار چلاتا تھا جبکہ یہ دونوں اس وقت مدینہ کی گلیوں میں کپڑوں میں الجھ کر گر پڑتے تھے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جواب دیا کہ ایک شرط پر تیرا وظیفہ ان کے برابر کرتا ہوں،

"اَنْ تَحْضُرَلِیْ اَبًا مِثْلَ اَبِیْهِمَا وَاُمًّا مِثْلَ اُمِّهِمَا وَجَدًّا مِثْلَ جَدِّهِمَا."

"ان کے جیسا باپ، ان جیسی ماں، ان کے جیسا نانا، لے کر آ۔"

یہ کہہ کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انتہا کر دی ہے۔

ان کا باپ علی رضی اللہ عنہ ہے۔

ان کی ماں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہے۔

ان کے نانا ساری مخلوق کے سردار اور خالق کائنات کے محبوب ہیں۔[1]



حسنین رضی اللہ عنہما کے کانوں میں اذان

حدیث نمبر 8 (الف)

((عن ابی رافع قال: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ أَذَّنَ فِی اُذُنِ الْحَسنِ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلَاۃِ.)) [1]

حاشیہ میں لکھا ہے الاصل "الحسین"

❊ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تین روایات لائے ہیں:

1. مذکورہ روایت۔

2: ((مَنْ وُلِدَ لَہٗ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی، وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُسْرٰی، رُفِعَتْ عَنْہُ أُمُّ الصِّبْیَانِ.))

3: ((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍ رضی اللہ عنہ یَوْمَ وُلِدَ، وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُسْرٰی.)) [2]

❊ پہلی حدیث کی سند کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔

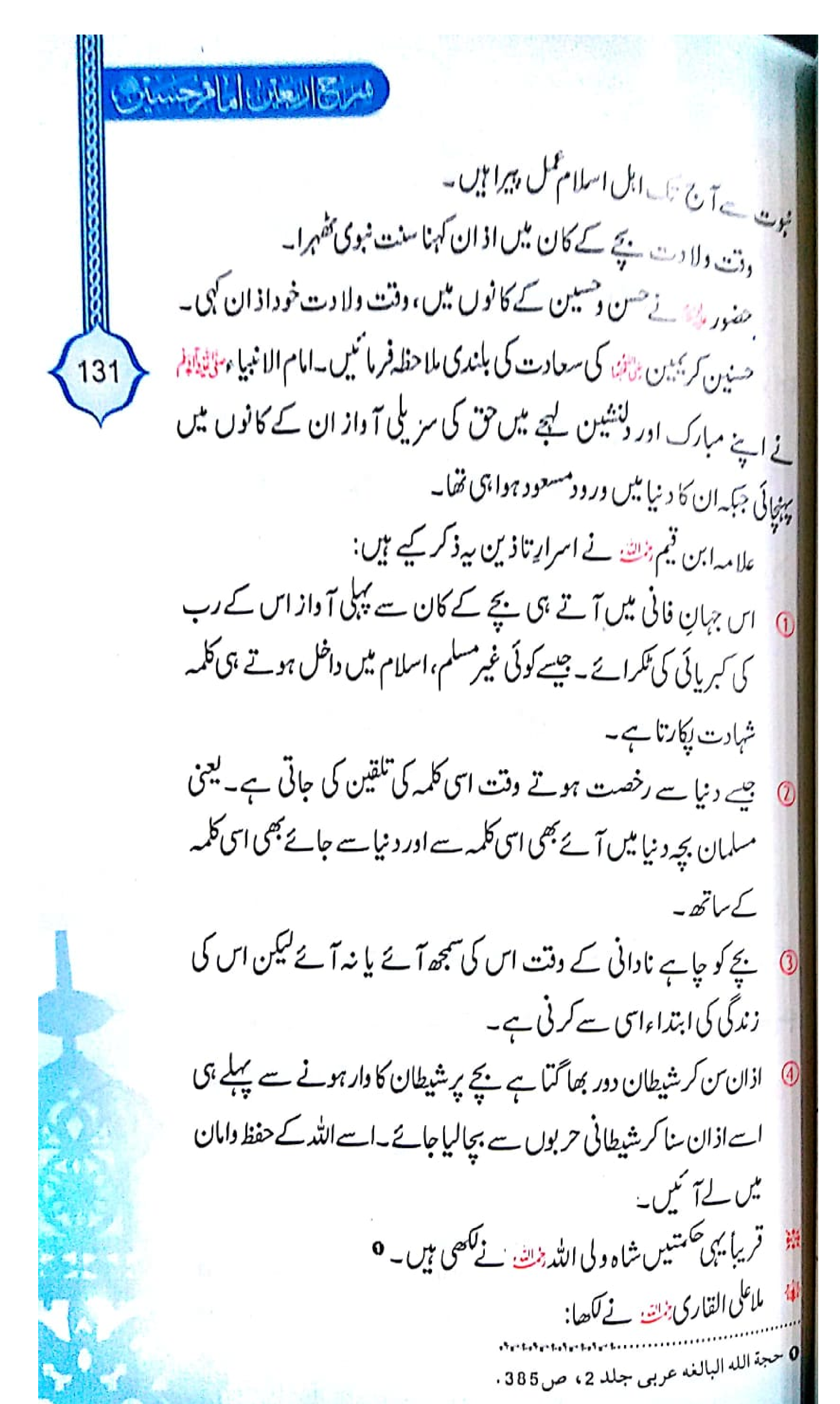
آخری دونوں روایات، ابن قیم رحمہ اللہ شاہد کے طور پر لائے ہیں۔

دوسری دلیل، تعامل امت ہے جو تواتر سے چلا آ رہا ہے، روایات کی اسناد میں کوئی ضعف ہے بھی تو یہ امت کا عمل متواتر ہے۔ جس پر ابتدائے دا[illegible]

---

[1] حدیث حسن، ان شاء الله، بحواله مسند احمد: 23357، وابوداود: 5105، والترمذی: 1514، والحاکم: 2238، والبیهقی: 918، والطبرانی فی المعجم الکبیر، ارواء الغلیل، الجزء الرابع: ص 400.

[2] تحفة المودود باحکام المولود: ص 43.



نبوت سے آج تک اہل اسلام عمل پیرا ہیں۔
وقت ولادت بچے کے کان میں اذان کہنا سنت نبوی ٹھہرا۔
حضور ﷺ نے حسن وحسین کے کانوں میں، وقت ولادت خود اذان کہی۔
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی سعادت کی بلندی ملاحظہ فرمائیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک اور دلنشین لہجے میں حق کی سریلی آواز ان کے کانوں میں پہنچائی جبکہ ان کا دنیا میں ورود مسعود ہوا ہی تھا۔
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسرارِ تاذین یہ ذکر کیے ہیں:

1. اس جہانِ فانی میں آتے ہی بچے کے کان سے پہلی آواز اس کے رب کی کبریائی کی ٹکرائے۔ جیسے کوئی غیر مسلم، اسلام میں داخل ہوتے ہی کلمہ شہادت پکارتا ہے۔
2. جیسے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اسی کلمہ کی تلقین کی جاتی ہے۔ یعنی مسلمان بچہ دنیا میں آئے بھی اسی کلمہ سے اور دنیا سے جائے بھی اسی کلمہ کے ساتھ۔
3. بچے کو چاہے نادانی کے وقت اس کی سمجھ آئے یا نہ آئے لیکن اس کی زندگی کی ابتداء اسی سے کرنی ہے۔
4. اذان سن کر شیطان دور بھاگتا ہے بچے پر شیطان کا وار ہونے سے پہلے ہی اسے اذان سنا کر شیطانی حربوں سے بچالیا جائے۔ اسے اللہ کے حفظ وامان میں لے آئیں۔

- قریباً یہی حکمتیں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھی ہیں۔ [1]
- ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا:

[1] حجة الله البالغه عربی جلد 2، ص 385.

پہلی حدیث کا راوی ''ابورافع'' رسول اللہ ﷺ کا غلام تھا۔ ❶
خادم رسول ﷺ نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حضور ﷺ
نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش پر، اس کے کان میں اذان کہی۔
خادم اور غلام چونکہ گھر کا بھیدی ہوتا ہے اسی لیے اس کا دیکھنا یقینی ہوتا
ہے، تو ابورافع رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو کان میں اذان کہتے دیکھا تھا۔

- حافظ عبدالرزاق صنعانی نے یہ روایت نقل کی ہے:

((اَنَّ عُـمَـرَ بْـنَ عَبْـدِ الْعَزِيْزِ كَانَ اِذَا وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ اَخَذَهٗ كَمَا هُوَ فِيْ خِرْقَتِهٖ، فَاَذَّنَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰى، وَاَقَامَ فِي الْيُسْرٰى، وَسَمَّاهُ مَكَانَهٗ.)) ❷

''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، خلیفہ راشد، کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو اسے، اسی خرقہ (Shred) میں پکڑتے، اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت (تکبیر) کہتے۔ وہیں اس کا نام رکھتے۔''

- اس روایت کو امام بغویؒ نے، شرح السنہ میں بھی اسی حوالے سے نقل کیا ہے۔ ❸
- امام طیبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے، نیز امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا: یہ بھی مستحب ہے کہ بچے کے کان میں یہ کلمات کہے:

﴿اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝﴾

(آل عمران:36)

---

❶ مرقاة المصابيح، جلد 7: ص 750.

❷ المصنف لابن ابی شيبة، الجزء الرابع، رواية نمبر 7985.

❸ شرح السنة، الجزء الحادی عشر: ص 273.

''میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے
تیری پناہ میں دیتا ہوں۔''

توضیح:

قرآن کریم میں اس دعا کی قائل مریم علیہا السلام کی والدہ تھیں، لیکن ہر باپ اپنے بچے کے لیے یہ دعا کر سکتا ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں: اس آیت کی مناسبت سے، اذان کہنا بھی شیطان کو دفع کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْنَ.)) ❶

''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان ''گوز'' مارتا ہوا اذان کی جگہ سے بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کے الفاظ سن نہ سکے۔'' ❷

اذانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر حیاتِ حسن رضی اللہ عنہ پر:

مذکورہ روایات سے یہ بات واضح ہوگئی نومولود بچے کے کان میں اذان کہنا، بدعت نہیں ہے بلکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

❶ حضرات حسنین محبوبین کو یہ خصوصی شرف حاصل ہوا کہ نمازوں کے لیے، اذان کہنے والے بلال وابومحذورہ رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام مقرر تھے۔ مگر حسنین کے کانوں میں اذان سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کہی، اپنے موذنوں کو اس اذان کا حکم نہیں دیا۔

❶ شرح الطیبی، جلد 8: ص 135.

❷ متفق علیه، بحواله مشکوة شریف، حدیث نمبر:655.

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

2. امتیوں کے اذان کہنے سے وہ برکت نصیب نہیں ہوسکتی، جو پیغمبر خدا کے کہنے سے برکات کا حصول یقینی بن جاتا ہے۔
3. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے، رب کبریا کی شہادت، جن کانوں سے، وقت ولادت سے ٹکرا کر اثر خیز ہوئی، وہ دیگر زبانوں سے، اتنی پُر تاثیر نہیں ہوسکتی۔
4. جتنا حسنین نے کلمات شہادت، زبان رسالت سے سن کر، یقین وایمان کی دولت کو سمیٹا ہوگا، وہ دنیا کے کسی اور بچے کو شاید ہی نصیب ہو۔
5. جتنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذان کہنے سے حسنین سے شیطان مردود دور دور تک بھاگ گیا ہوگا، اتنا شاید کسی اور کی اذان سے دور نہ بھاگے۔
6. اذانِ پیغمبر نے جتنا حسنین کو، شیطانی حربوں سے محفوظ کیا، اتنی حفاظت کسی اور کی اذان سے ممکن نہیں۔
7. جتنا اذانِ رسولؐ سے حسنین، حفاظت الٰہی میں آئے ہیں، اتنا کسی اور کی اذان سے کونسا بچہ آسکتا ہے؟

بعد کا کردارِ عظیم:

اسی اذان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاثیر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں نواسوں کی زندگی مثالی تھی، صاف ستھری تھی۔

امام حسن رضی اللہ عنہ بڑے ہو کر، شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اہل مدینہ، اہل مکہ اور اہل کوفہ میں موجود عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے ذریعے خلیفہ بنائے گئے۔ تو اہل شام سے مقابلے کے لیے فوجیں امثال الجبال لے گئے۔

صلح کے بعد واپس کوفہ آئے تو سفیان نامی شخص نے بدتمیزی سے کہا: اَلسَّلَامُ علیك یا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ! امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے نہ کہیں۔ (وَلٰكِنِّیْ كَرِهْتُ اَنْ اَقْتُلَهُمْ فِیْ طَلَبِ الْمُلْكِ) ❶ میں نے صلح اس لیے کی کہ مجھے یہ بات بری معلوم ہوئی کہ ان کو میدان جنگ میں صرف اپنی حکومت حاصل کرنے کے لیے مروادوں۔

دوسری روایت میں ہے: جبیر بن نفیر نے حضرت حسن سے کہا:

((اِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّكَ تُرِیْدُ الْخِلَافَةَ.))

''حضرت! لوگ باتیں بناتے ہیں کہ آپ خلافت کے حریص ہیں۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا:

((قَدْ كَانَ جَمَاجِمُ الْعَرَبِ فِیْ یَدِیْ یُحَارِبُوْنَ مَنْ حَارَبْتُ وَیُسَالِمُوْنَ مَنْ سَالَمْتُ، تَرَكْتُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَحَقْنَ دِمَاءِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ)) ❷

''میری مٹھی میں عرب کے بڑے بڑے سردار تھے۔ جس سے میں لڑتا وہ اس سے لڑ جاتے، جس سے میں صلح کرتا وہ اس سے صلح کرتے۔ لیکن میں نے حکومت صرف اللہ کی رضا کے لیے ترک کر دی اور میں امت محمد (ﷺ) کا بہتا خون نہیں دیکھ سکتا تھا۔''

دوسری طرف اہل شام کا حال دیکھ لیں، کیسے کرسی اقتدار سے چمٹے رہے، کرسی چھوڑنا گوارا نہ کیا، چاہے مسلمانوں کی لاشوں پر لاشیں گرتی رہتیں۔ دنیا کو ترک کرنے کا اعزاز نواسہ رسول ﷺ کو حاصل ہوا۔ یہ تھا اذان رسول

❶ الحاکم، روایت نمبر 4811.

❷ مستدرك الحاكم، رواية نمبر4795، وقال الذهبی علی شرط البخاری ومسلم.

کا اثر، جو حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں کہی گئی تھی۔

اذانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر حیات حسین رضی اللہ عنہ پر:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عامل مدینہ سعید بن العاص سے فرمایا:

((فَلَوْلَا اَنَّہَا سُنَّۃٌ مَا قُدِّمْتَ، یعنی فی الصلاۃ.)) [1]

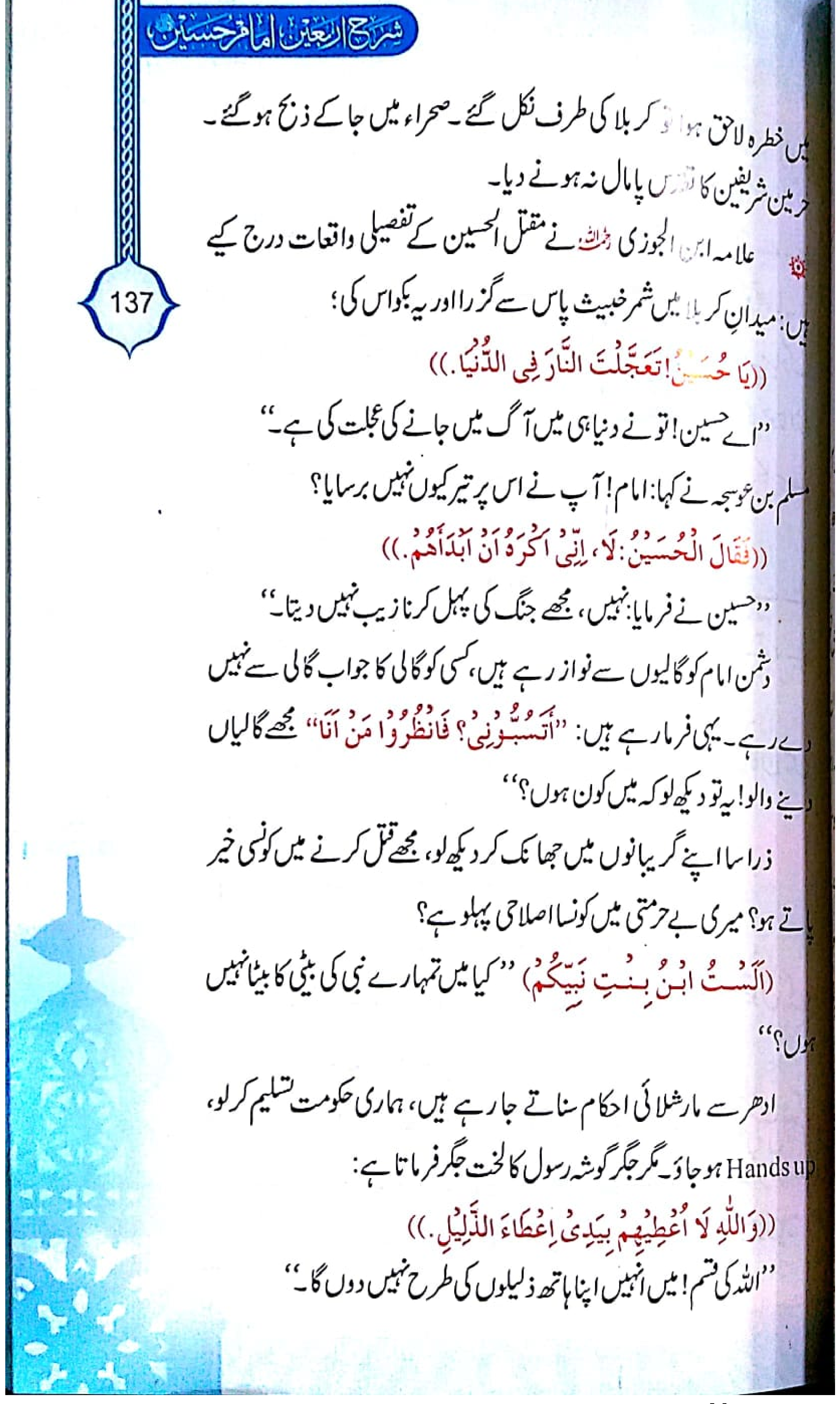
''آگے بڑھو اگر یہ سنت نہ ہوتی تو آپ کو آگے نہ کیا جاتا۔''

اسی روایت کو امام حاکم نے نقل کیا ہے: (مَا قَدَّمْتُكَ) ''میں تجھے آگے نہ کرتا۔'' (وَكَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ) ''حالانکہ ان کے درمیان رنجش تھی۔'' [2]

یہ وہ نازک وقت تھا کہ جب سب کے جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تمنا کے مطابق، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اجازت دے چکی تھیں کہ تدفین حسن روضہ رسول میں ہو جائے۔ مگر ظالم حکومت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بہانہ بنا کر یہ تدفین نہ ہونے دی۔ ایسے ناراضی کے عالم میں نواسہ رسول نے اپنے سارے خاندان کے جذبات کو پس پشت ڈال کر سنت رسول کو مقدم رکھا جو بڑے بھائی کی میت کو نانا علیہ السلام کے ساتھ دفن ہونے سے منع کر رہے تھے، انہی کے گورنر کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھایا۔ اور سنت رسول کو پامال نہیں کیا۔ ورنہ حسین رضی اللہ عنہ وارث تھے خود نماز جنازہ پڑھا سکتے تھے۔ یہ تھا اثر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وقت پیدائش پر کان میں اذان کہی تھی۔

اسی اذان رسول کا اثر تھا کہ امام حسین سے جب زبردستی یزید کی بیعت لینے کی کوشش کی گئی تو مدینۃ النبی کو بادل نخواستہ الوداع کہا، جب مکہ مکرمہ

[1] سیر اعلام النبلاء، الجزء الثالث، ص 277، اسنادہ حسن۔
[2] المستدرک، الجزء السادس، ص 1800، روایت نمبر 4799- وقال الذھبی صحیح۔



ہیں خطرہ لاحق ہوا تو کربلا کی طرف نکل گئے۔ صحراء میں جا کے ذبح ہو گئے۔

حرمین شریفین کا تقدس پامال نہ ہونے دیا۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے مقتل الحسین کے تفصیلی واقعات درج کیے

ہیں: میدانِ کربلا میں شمر خبیث پاس سے گزرا اور یہ بکواس کی؛

((يَا حُسَيْنُ! تَعَجَّلْتَ النَّارَ فِي الدُّنْيَا.))

''اے حسین! تو نے دنیا ہی میں آگ میں جانے کی عجلت کی ہے۔''

مسلم بن عوسجہ نے کہا: امام! آپ نے اس پر تیر کیوں نہیں برسایا؟

((فَقَالَ الْحُسَيْنُ: لَا، إِنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَهُمْ.))

''حسین نے فرمایا: نہیں، مجھے جنگ کی پہل کرنا زیب نہیں دیتا۔''

دشمن امام کو گالیوں سے نواز رہے ہیں، کسی کو گالی کا جواب گالی سے نہیں

دے رہے۔ یہی فرما رہے ہیں: ''أَتَسُبُّوْنِيْ؟ فَانْظُرُوْا مَنْ أَنَا'' مجھے گالیاں

دینے والو! یہ تو دیکھ لو کہ میں کون ہوں؟''

ذرا سا اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لو، مجھے قتل کرنے میں کونسی خیر

پاتے ہو؟ میری بے حرمتی میں کونسا اصلاحی پہلو ہے؟

(أَلَسْتُ ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ) ''کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں

ہوں؟''

ادھر سے مارشلائی احکام سناتے جا رہے ہیں، ہماری حکومت تسلیم کر لو،

Hands up ہو جاؤ۔ مگر جگر گوشہ رسول کا لختِ جگر فرماتا ہے:

((وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيْهِمْ بِيَدِيْ إِعْطَاءَ الذَّلِيْلِ.))

''اللہ کی قسم! میں انہیں اپنا ہاتھ ذلیلوں کی طرح نہیں دوں گا۔''

بے نصیب لوگوں نے امام پر حملے کیے:

زرعہ بن شریک نے آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر وار کیا، سنان بن انس النخعی نے نیزے سے حملہ کیا، آپ رضی اللہ عنہ زمین پر گر گئے۔ اس بد بخت نے گھوڑے سے اتر کر امام کو ذبح کر ڈالا۔ سر ان کے تن سے جدا کر دیا، وہ خولی بن یزید کو تھمایا۔

پھر دشمنوں نے امام کا ساز و سامان لوٹا۔ قیس بن اشعث نے عمامہ مبارک پکڑ لیا۔ دوسرے نے امام کی تلوار قبضے میں کر لی۔ کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کا جوتا اتار لیا، کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کی شلوار کھینچ لی۔ بہر کیف؛ پردیسی نواسہ رسول کا سب کچھ لوٹ لیا گیا۔

پھر عمرو بن سعد نے آواز بلند کی، کون حسین کی میت کو اپنے گھوڑے سے روندے گا؟ کتنے ہی ظالم اپنے گھوڑوں کو امام کے جسد خاکی پر دوڑاتے رہے حتیٰ کہ جسم کا پنجر ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ❶

یہ تھے اذان نبوی کے اثرات، جو وقت پیدائش حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں کہی گئی تھی۔

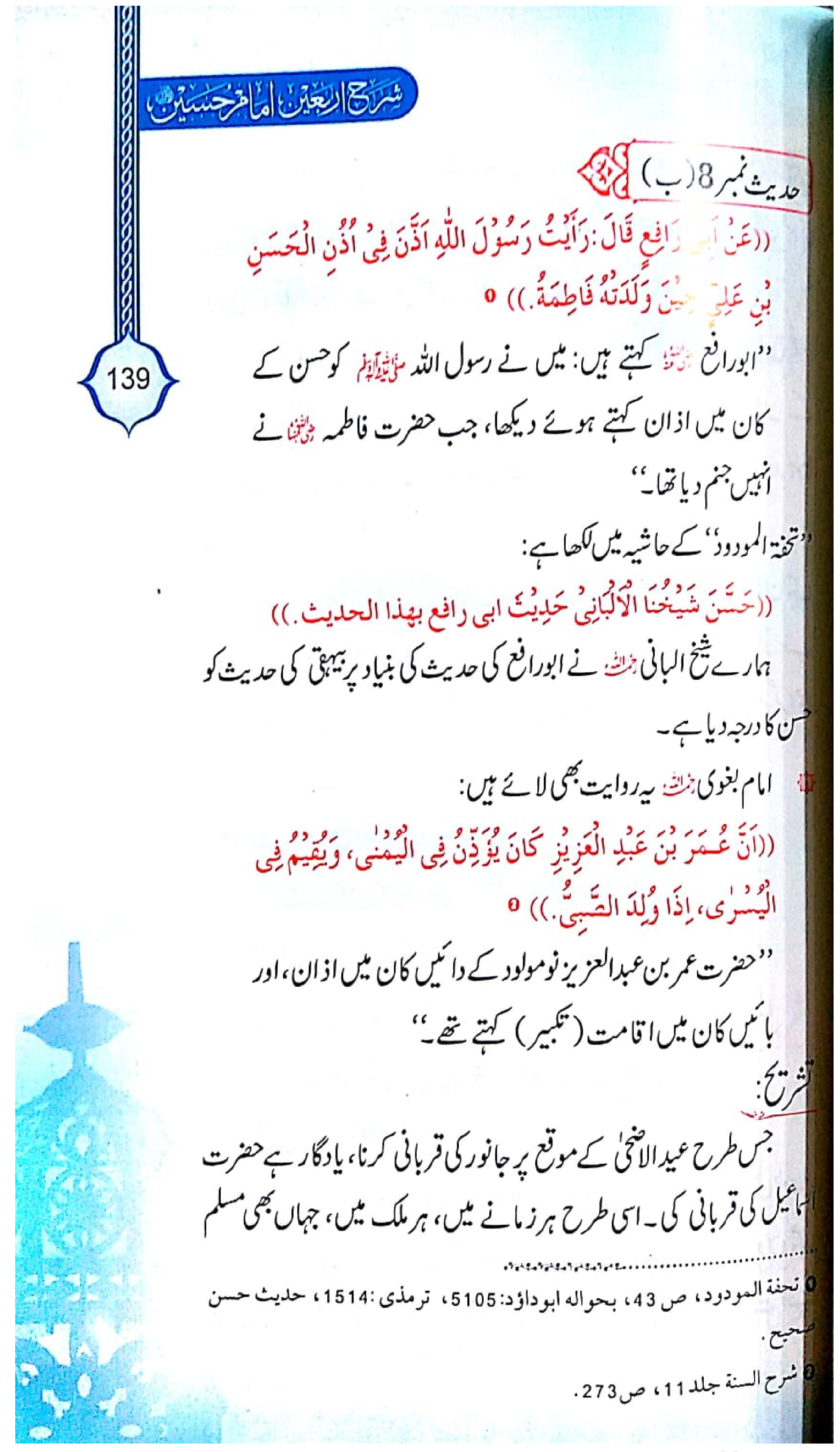
① کسی کی گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا، شرافت کی انتہاء ہے۔

② جنگ میں پہل نہیں کی، شجاعت کی انتہاء۔

③ اہل باطل کے سامنے جھکے بھی نہیں نہ ان کی اطاعت قبول کی، استقامت کی انتہاء ہے۔

④ اگرچہ بدر و احد حنین و خندق، تبوک وغیرہ جیسے معرکوں میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ بقول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ نے انہیں گزشتہ غزاوات النبی کے شہداء کے برابر مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں نصیب کر دیا۔

❶ المنتظم لابن الجوزی، جلد 5: ص 339 تا 341.



حدیث نمبر 8(ب)

((عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ.)) ❶

''ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن کے کان میں اذان کہتے ہوئے دیکھا، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جنم دیا تھا۔''

''تحفۃ المودود'' کے حاشیہ میں لکھا ہے:

((حَسَّنَ شَیْخُنَا الْاَلْبَانِیْ حَدِیْثَ ابی رافع بھذا الحدیث.))

ہمارے شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابورافع کی حدیث کی بنیاد پر بیہقی کی حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ یہ روایت بھی لائے ہیں:

((اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ کَانَ یُؤَذِّنُ فِی الْیُمْنٰی، وَیُقِیْمُ فِی الْیُسْرٰی، اِذَا وُلِدَ الصَّبِیُّ.)) ❷

''حضرت عمر بن عبدالعزیز نومولود کے دائیں کان میں اذان، اور بائیں کان میں اقامت (تکبیر) کہتے تھے۔''

تشریح:

جس طرح عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانور کی قربانی کرنا، یادگار ہے حضرت اسماعیل کی قربانی کی۔ اسی طرح ہر زمانے میں، ہر ملک میں، جہاں بھی مسلم

❶ تحفۃ المودود، ص 43، بحوالہ ابوداؤد: 5105، ترمذی: 1514، حدیث حسن صحیح.

❷ شرح السنۃ جلد 11، ص 273.

بچے کے پیدا ہوتے ہی، کان میں اذان کہی جائے گی، وہ یادگار ہوگی حسنین کے کانوں میں، رسول اللہ ﷺ کی اذان کی۔ حسنین کے کانوں میں نبوی اذان، تا قیامت سنت نبوی بھی بن گئی اور یادگارِ حسنین بھی۔

کوئی اس کو یادگار سمجھے یا نہ سمجھے، لیکن جب بھی کوئی منصف مزاج غور کرے گا اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اذانِ نومولود کی سنت کا آغاز، حسنین کے مبارک کانوں سے ہوا تھا۔ صدیوں سے اس سنت پر عمل ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، ان شاء اللہ!

آج بھی ہر مسلمان کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کے نوزائیدہ بچے کے کان میں کوئی نیک آدمی اذان کہے۔ حسنین کے کانوں میں اذان کہنے والے تو سب جہان کے نیکوں سے بڑھ کر، نیک اور متقی تھے، جن کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"بچے کے کان میں اذان، دراصل اعلانِ توحید ہے۔ دنیا میں آتے ہی اسے اپنے خالق سے واقف کروا دیا جائے۔ اگرچہ تحت الشعور (Subconscious) میں ہو۔ نیز یہ ملت ابراہیمی میں شمولیت کی علامت ہے، یعنی اس بچے کا کسی اور مذہب وملت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" ❶

امام حسین رضی اللہ عنہ اسی اذانِ توحید کا اعلان واظہار کرنے کے لیے عملی طور پر میدانِ کربلا میں اترے تھے۔ یعنی وقت پیدائش جو توحیدی کلمات کانوں میں پڑے تھے، انہیں عملی جامہ پہنانے کے لیے، باطل کے سامنے، سمیت اپنے

❶ حجة الله البالغة .

خاندان کے، کلمۂ توحید کو سربلند کرتے ہوئے اپنی جانیں خدائے واحد کے حوالے کر دیں اور بہترین نمونہ استقامت دکھا گئے، اہل حق واہل عزیمت کو۔ مگر دنیادارا سیاست کے مارے ہوئے، آج تک سراسیمگی کے عالم میں، عقلی گھوڑے دوڑاتے پھرتے ہیں۔

ان عقلیت پسندوں (Rationalists) کو تو صرف یہی خبر ہے کہ

The reason is the foundation of true knowlodge.

یعنی عقل ہی صحیح علم کی بنیاد ہے۔ مگر

☆ مغربی فلسفہ میں پی۔ایچ۔ڈی کرنے والے، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بالآخر یہ کہہ اٹھے:

تیری نظر میں ہیں تمام میرے گزشتہ روز و شب
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علم نخیل بے رُطَب
تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بو لہب

(بال جبریل، ص95)

شرح اشعار:

اپنے تصور خیال میں، علامہ اقبال، حضور سے مخاطب ہو کر عرض کرتے ہیں:

اے میرے آقا! آپ میری سابقہ زندگی کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ اگر میں اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں، مسلک عشق پر گامزن نہ تھا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ علم کو، حصولِ مقصد حیات کے لیے کافی سمجھتا تھا۔ مجھے آگاہی نہ تھی کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر، کوئی خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ یعنی علم ایسا درخت ہے، جس پر پھل نہیں آتا۔

دوسرا شعر:

کچھ عرصہ تک عقل کی پیروی کرنے کے بعد، مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ میں اتباعِ عقل کی بدولت، انسانِ کامل کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس کی صورت صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کی غلامی اختیار کی جائے۔ یعنی عشق تمام مصطفیٰ۔ عقل تمام بولہب۔

☆ عشق مصطفیٰ کی بدولت انسان کے اندر، صفاتِ رسول کا رنگ پیدا ہوسکتا ہے، بلکہ اتباع اگر کامل ہو تو انسان خود کامل ہو جاتا ہے۔

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات
عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

(بالِ جبریل، ص93)

شرح اشعار:

دنیا بھر میں کفر و باطل، مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ ڈیڑھ بلین سے زیادہ مسلمان دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جبکہ کل انسانی آبادی سات بلین سے کچھ زیادہ ہے۔

پچاس کے قریب مسلمانوں کے اپنے ملک ہیں۔ افسوس کہ سارے مسلم حکمران، کفر و باطل کے کارندے اور اپنوں پر دلیر و شیر، بیگانوں کے آگے لومڑی اور روباہی کردار۔ اس جم غفیر پر، جو محض ایک بھیڑ ہے، اس پر اقبال نوحہ کناں ہیں کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے قافلے میں، ایک بھی کردارِ حسین نہیں ہے۔ بس بھیڑ بکریاں ہیں۔

مسلمان قوم بحیثیت مجموعی، عشق رسول کے جذبہ سے عاری ہوگئی ہے۔

اقبال آ گاہ فرماتے ہیں:

اگر دنیا میں سر بلندی کی آرزو ہے تو عشق رسول اختیار کرو، کیونکہ عقل، دل، نگاہ، ان تینوں قوتوں کی صحیح تربیت (اسلامی زاویۂ نگاہ سے) عشق ہی کی بدولت ہو سکتی ہے۔ اگر جذبہ عشق رسول نہ ہو تو پھر شریعت اور دین دونوں کی حقیقت، بتکدۂ تصورات سے زیادہ نہیں ہے۔ صرف تصورات، انسان کو عمل پر، آمادہ نہیں کر سکتے۔

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

یعنی اس عشق کی بدولت، حضرت ابراہیم، ظالم نمرود کے سامنے کلمہ حق کہہ سکے۔ اور حضرت حسین کربلا کے میدان میں صبر واستقامت کا بے نظیر نمونہ دکھا سکے۔ اور دیگر صحابہ کرام، جنگ بدر اور جنگ حنین میں، اسی شان سے باطل کا مقابلہ کر سکے۔ ❶

☆ علامہ اقبال رحمہ اللہ علم وعشق کا خوب موازنہ کرتے ہیں:

شرعِ محبت میں ہے، عشرتِ منزل حرام
شورشِ طوفاں حلال، لذتِ ساحل حرام
عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب

(ضرب کلیم، ص20)

یعنی علم یا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی دنیا میں عیش وعشرت کے سامان مہیا

❶ شرح پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔

ہے۔ لیکن عشق یا محبت کی شریعت (قانون) میں یہ بات حرام ہے۔ ع
کی نظر میں، انسان کو طوفان سے بچنا چاہیے۔ اور ساحل یعنی عافیت اختیار کر
چاہیے۔ لیکن اس کے برعکس محبت کی شریعت میں لذتِ ساحل وعافیت
زندگی حرام ہے۔ یعنی عشق آدمی کو، عقل کے خلاف راستوں پر چلاتا ہے۔
مثلاً عقل کہتی ہے کہ کاشتکاری کر کے، خرمن جمع کرو، اور اس سے فائد
اٹھاؤ۔ لیکن عشق کہتا ہے کہ زندگی کی اعلیٰ اقدار کے لیے، ادنی چیزوں یعنی مال
و دولت، گھر بار، اپنے محبوب پر قربان کر دو۔ جیسے صدیق اکبر نے دو بار اپنا
سارا گھر بار اور کل اثاثہ حیات، اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ ''جیسے نوار
رسول حسین نے سارا کنبہ، راہِ حق میں نثار کر دیا۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عقل، کتابوں کا نتیجہ ہے، یا کتابوں سے پیدا ہوتی۔
اور عشق، خود کتابوں کی ماں ہے۔

یعنی عاشق (مومن خالص) حکماء کی کتابوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔
کیونکہ عشق اس کو قرآنِ حکیم کی روح سے آشنا کر دیتا ہے۔ اور خدا سے محبت کا
طریقہ ام الکتاب سے حاصل ہوتا ہے یعنی قرآنِ کریم سے۔ ❶

یہی عشق، امام حسین کو ترکِ وطن پر مجبور کرتا ہے۔ مدینہ منورہ سے اپنا
خاندان ساتھ لیا، مکہ مکرمہ پہنچے۔ مکہ مکرمہ کی طرف لوگ حج کرنے جا رہے
تھے، مگر حسین مکہ چھوڑ کر، میدانِ کربلا کی طرف کشاں کشاں چلے جا رہے
تھے۔ عقل والوں نے سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر صاحب عشق کی نظریں، نہایت
بلندی پر پہنچ چکی تھیں۔

شہادت حسین کے بعد، سمجھانے والوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ پھر تسلیم کر

❶ شرح پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔

گئے کہ

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

☆ نانا جان کی پرسوز آواز میں، جو اذانِ حق، وقت ولادت سنی تھی، اس کا حق کربلا میں ادا کر دیا۔ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے مقابل، کسی غیر اللہ کا نام اور سکہ نہیں چلنے دیا جائے گا۔ جو ازل سے ابد تک حق لاشریک ہے، اسی کے نام کا بول بالا ہوگا۔ چاہے اس کے لیے سارا مقدس خاندان خون میں نہلا جائے۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذان اور ہے، مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

(بالِ جبریل، ص133)

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

(ضربِ کلیم، ص14)

تری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

(ضربِ کلیم، ص23)



جبریل علیہ السلام کی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شاباش

حدیث نمبر 9

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَصْطَرِعَانِ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: "هِیْ حُسَيْنُ" فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: لِمَ تَقُوْلُ هِیْ حُسَيْنُ؟ فَقَالَ ﷺ: اِنَّ جِبْرِيْلَ يَقُوْلُ هِیْ حُسَيْنُ.)) [1]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے جارہے تھے: شاباش! حسین، بچوں کی والدہ محترمہ نے کہا: ابا جان! آپ صرف حسین کو شاباش کیوں کہہ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دراصل جبریل علیہ السلام بھی کہہ رہے ہیں، شاباش حسین!''

تشریح:

1. اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی ورزش کو خوب پسند فرماتے تھے۔
2. بلکہ جبریل علیہ السلام بھی اہل ایمان کی جسمانی قوت آزمانے پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔
3. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی مکے کے پہلوان رُکانہ سے کشتی لڑی تھی۔ علامہ

[1] الاصابة فی تمييز الصحابة، جلد 2، ص 68.

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت لائے ہیں: رکانہ سفر سے واپس مکہ مکرمہ آیا تو اسے حضور ﷺ کی نبوت کے بارے میں خبر ملی۔ کسی پہاڑ کے دامن میں، اس کی ملاقات حضور اکرم ﷺ سے ہوگئی، کہنے لگا بھتیجے! مجھے تیری خبر ملی ہے: (فَإِنْ صَرَعْتَنِي عَلِمْتُ أَنَّكَ صَادِقٌ) ''اگر تو مجھے پچھاڑ دے تو میں تجھے سچا مان لوں گا۔'' (فَصَارَعَهُ فَصَرَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ) ''وہ مقابلے پر آیا تو حضور ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا۔'' خیر یہ پہلوانِ مکہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوگیا تھا۔ ❶

❷ آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّ اَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ.)) ❷

''طاقتور مومن بہتر اور محبوب ہے اللہ کو کمزور مومن سے۔'' ❸

حسنین کو زور آزمائی میں، حسین کی حوصلہ افزائی بھی نہایت فکر انگیز ہے کہ اس نے بڑے ہو کر ایک طاقتور باطل حکومت سے ٹکرانا تھا۔ جبریل علیہ السلام کی طرف سے تشجیع و تحریض، پھر پیغمبر اسلام ﷺ کی تائید، کھلا اشارہ ہے، کسی بڑے معرکے کی پنجہ آزمائی کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تیار کیا جا رہا تھا۔ ورنہ عام طور پر بچے، اس طرح کشتیاں لڑتے رہتے ہیں۔ اور پاس بیٹھنے والے انہیں دلاسے دیتے رہتے ہیں۔ لیکن کبھی کسی بچے کی حوصلہ افزائی کے لیے، آسمانی فرشتہ نہیں آیا کرتا۔ جو دو چھوٹے چھوٹے بھائیوں کی کشتی پر چھوٹے کی ہمت بڑھاتے ہوئے ''هِيْ حُسَيْنُ''، ''هِيْ حُسَيْنُ'' کہتا ہو۔

---

❶ الاصابة فی تمییز الصحابة، جلد 2: ص 413۔
❷ رواہ مسلم۔
❸ مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر 5298۔

بچپن میں ایسی ہی تربیت، جوانی میں حسین کے کام آئی۔ جب شامی جبر وتشدد کے خلاف کسی میں ہمت نہیں ہو رہی تھی، تب رسول اللہ ﷺ کا یہ شہزادہ مردانہ وار نکلا۔ لوگ منع کرتے رہے۔ مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ یہی روایت یوں لائے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے کشتی لڑی تو حضور ﷺ فرما رہے تھے حسن واہ! حسن پکڑ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قریب سے کہا: تُعِيْنُ الْكَبِيْرَ آپ بڑے کی مدد کر رہے ہیں۔ اِنَّ جِبْرِيْلَ يَقُوْلُ: خُذْ يَا حُسَيْنُ! حضور ﷺ نے جواباً فرمایا: اُدھر جبریل علیہ السلام کہہ رہے ہیں: حسین! تم پکڑ لو۔ [1]

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خلافت وملوکیت کا فرق واضح کیا:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ خلافت اور ملوکیت کے فرق کو یوں بیان کرتے ہیں:

① الخلافة الراشدة؛

"هِيَ النِّيَابَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأُمُوْرِ الَّتِيْ كَانَ ﷺ يَقُوْمُ بِهَا مِنْ حَيْثُ كَوْنِهِ نَبِيًّا، مِثْلُ إِقَامَةِ الدِّيْنِ، وَالْجِهَادِ، وَإِقَامَةِ حُدُوْدِ اللّٰهِ، وَإِحْيَاءِ الْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ، وَإِقَامَةِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَالْقَضَاءِ وَالْإِفْتَاءِ بِأَحْسَنِ وَجْهٍ، وَآكِدُهُ بِدُوْنِ ارْتِكَابِ مَعْصِيَةٍ.

"خلافت راشدہ کا مطلب یہ ہے کہ نائب رسول بن کر، وہی کام کرے جو نبی اکرم ﷺ نے کر کے دکھائے ہیں۔ مثلاً دینی نظام قائم کرنا، دشمنانِ اسلام سے جہاد کرنا، اللہ کی قائم کردہ حدود کو

[1] سیر اعلام النبلاء، جلد 3: ص266.

نافذ کرنا، دینی علوم کی اشاعت وترویج کرنا، ارکانِ اسلام (یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کا سسٹم سرکاری طور پر جاری کرنا، عدالتی نظام قائم کرنا، فتویٰ وارشاد احسن طریقے سے چلانا، گناہوں سے نیز اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے، یہ سارے کام کرنے والا، خلیفہ راشد ہے۔"

② الخلافة الجابرة: خلافت راشدہ کے مدمقابل نظام یہ ہے:

"وَهِيَ الْعَمَلُ خِلَافَ الشَّرِيْعَةِ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْأُمُوْرِ وَالْأَحْوَالِ، وَعَدْمِ اَدَاءِ الْمَسْؤُوْلِيَاتِ، وَتَرْكِ كَثِيْرٍ مِّنَ الْأُمُوْرِ الْوَاجِبِ فِعْلُهَا حَتّٰى يَكُوْنَ عَاصِيًا فِي الْخِلَافَةِ." ❶

"خلافت جابرہ یہ ہے کہ بہت سے احوال میں شریعت کے خلاف عمل کرے، ضروری ذمہ داریوں کو پورا نہ کرے، جن کاموں کا کرنا ضروری ہو، انہیں معطل کرے۔ وغیرہ وغیرہ"

اسی خلافت اور ملوکیت کے فرق کو نمایاں کیا:

لوگ ہر مسلمان حکمران کے آگے جھکنے لگے، انہیں احساس ہی نہ رہا کہ خلیفہ راشد اور ایک عام حکمران میں کیا فرق وامتیاز ہوتا ہے۔ اسی کی خاطر نواسہ رسول، دلیرانہ انداز میں میدانِ کربلا میں اترے۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ آگے مزید لکھتے ہیں:

"وَقَدْ اَخْبَرَ ﷺ فِيْ اَحَادِيْثٍ مُسْتَفِيْضَةٍ بِاَنَّ هٰذَا الدِّيْنَ يَكُوْنُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ ﷺ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً، ثُمَّ كَائِنٌ مُلْكًا عَضُوْضًا، وَ مَعْلُوْمٌ اَنَّ الْخِلَافَةَ الَّتِيْ وُجِدَتْ بُعَيْدَ

❶ اسرار خلافة الخلفاء، جلد 2: ص259۔

وَفَاتِهِ ﷺ هِيَ خِلَافَةُ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ، فَلَا بُدَّ أَنْ تَكُوْ
خِلَافَةً وَرَحْمَةً."

"آپ ﷺ نے خاص مشہور احادیث کے ذریعے خبر دی کہ یہ دین
آپ ﷺ کی رحلت کے بعد خلافت ورحمت کے زیر سایہ
پروان چڑھے گا، پھر اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہی ہوگی۔
پھر سب کے سامنے واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کے رخصت ہونے
کے فوراً بعد، یہ خلافت چاروں خلفاء میں تھی، جس کا نتیجہ، رحمت
خداوندی کی شکل میں دنیا کو نصیب ہوا۔"

❁ شاہ صاحب مزید آگے لکھتے ہیں:

"وَقَالَ ﷺ أَيْضًا: اَلْخِلَافَةُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً" وَفَسَّرَهَا
سَفِيْنَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِخِلَافَةِ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ، وَالْعَقْلُ يَقِرُّ بِهِ أَيْضًا،
فَإِنَّ مُدَّةَ السِّيَاسَةِ الْمُطْلَقَةِ لَمْ تَكُنْ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً، فَهٰؤُلَاءِ
الْأَرْبَعَةِ كَانُوْا مُتَّصِفِيْنَ بِخِلَافَةٍ مُغَايَرَةٍ لِلْمُلْكِ الْعَضُوْضِ،
وَهِيَ الْخِلَافَةُ الْمَمْدُوْحَةُ." ❶

"اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمادیا تھا کہ خلافت صرف تیس (30) سال
رہے گی۔ اس کی تفسیر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے چاروں خلفاء کی صورت
میں کر دی تھی۔ یہ چاروں خلافت کی خوبیوں سے مزین تھے، بخلاف
کاٹ کھانے والی بادشاہی کے، ان کی خلافت ہی قابل تعریف تھی۔"

بادشاہت اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضور ﷺ کے ان صریح فرامین کے بعد کونسا شک باقی تھا کہ خلافت

❶ اسرار خلافة الخلفاء، جلد 2، ص 297.

رحمت کا دور ختم ہو چکا ہے اور بادشاہی نظام نے پنجے گاڑ لیے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس نظامِ باطل کی بغاوت کر کے شہادت پائی۔ پھر کیا ہوا؟ سوئے ہوئے یوں اچانک بیدار ہوئے جیسے چلتی ریل کی کسی نے ایمرجنسی زنجیر کھینچ دی ہو۔ اور یکدم بریک لگنے سے سب مسافروں کو ایک جھٹکا لگتا ہے۔ میدانِ کربلاء میں خونِ حسین کے چھینٹوں نے کھلبلی مچا دی۔ مدینہ منورہ کے اندر بغاوت ابھری مکہ مکرمہ میں لوگ باغی ہو کر بپھر گئے۔ کوفہ میں ہزاروں توابون نے شامی حکومت سے ٹکر لے کر شہادتیں پائیں۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے یوں خراجِ تحسین پیش کیا:

تا قیامت قطع استبداد کرد
موجِ خونِ اُو چمن ایجاد کرد

آپ رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کے لیے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آمریت (Dictatorship) کی جڑ کاٹ کر رکھ دی، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خون کی لہروں سے ایک نیا چمن آباد کیا۔

تشریح:

خونِ حسین رضی اللہ عنہ سے کونسا چمنستان آباد ہوا؟

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ، جیسے اولوالعزم فرزندانِ اسلام کے جسموں پر برسنے والے کوڑوں سے خونِ حسین کی طرح انہیں بھی لہو لہان کیا گیا۔ اور کتنے ہی حسین رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں کو حق کی خاطر کلمہ گو حکمرانوں نے موت کی نیند سلا دیا۔ اسی چمن کے گل ولالہ، آج بھی خون میں نہلائے گئے۔ مصر کی آمریت، بنگلہ دیش کی جبرویت، شام کی ملوکیت، کشمیر وافغان کی جارحیت، فلسطین میں فرعونیت جگہ جگہ لہولہو، عموماً اپنوں کے ہاتھوں

خون رنگ، دیکھتے جائیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو سلام کرتے جائیں۔
کیا آج کے مسلم حکمران یہی نہیں کہتے کہ ہم مسلمان ہیں، مسجدیں کُھلی
ہیں، کوئی کسی کو نماز روزے سے نہیں روکتا، پتہ نہیں یہ لوگ ہمیں کیوں کہتے
ہیں کہ ملک کا قانون اسلامی ہو، خلافت راشدہ کی طرح حکومت کرو۔ زمانہ
ترقی کر گیا ہے، ہم کیسے پرانے نظام کو اپنائیں؟ یہی سوچ خلفاء راشدین کے
بعد مسلم حکمرانوں کی تھی۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کو اقدام کر کے امت کو سمجھانا پڑا۔

بر زمین کربلا بارید ورفت

لالہ در ویرانہ ہا کارید ورفت

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

''حسین سحابِ بہار بن کے کربلا کی سر زمین پر برسا اور چلا گیا۔
صحراؤں میں گل لالہ کے بیج بوئے اور رخصت ہو گیا۔''

ما سوا اللہ را مسلمان بندہ نیست

پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

''حسین، امت مسلمہ کو یہ سبق دیتے ہوئے رخصت ہوئے کہ
مسلمان کبھی اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کیا کرتا۔ اور کسی زمانے
میں کسی فرعون کے سامنے سر نہیں جھکایا کرتا۔''

یہ تھا نتیجہ جبریل امین علیہ السلام کی شاباش کا:

بچپن میں کشتی لڑتے وقت جبریل حسین کو کیا کہہ رہے تھے؟ هِــیْ
حُسَیْــن، هِیْ حُسَیْن، خُذْ یَا حُسَیْن! خُذْ یَاحُسَین! شاباش حسین، پکڑو
حسین، اسی ملکوتی تشجیع کی بدولت، حسین کربلا میں جا کے زبردست قوت سے
ٹکرا گئے۔ نہ دنیا دار سپہ سالاروں کی طرح ظاہری حساب کتاب کیے نہ نتائج
وعواقب کی پروا کی۔



فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا انداز شفقت

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں۔

"امام حسین رضی اللہ عنہ خود راوی ہیں، فرماتے ہیں: میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ دیتے ہوئے منبر پر چڑھ گیا۔ میں نے کہا: میرے باپ کے منبر سے نیچے اتریں اور اپنے باپ کے منبر پر جائیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے (غصہ منانے کے بجائے نرمی اور شفقت سے فرمایا: میرے باپ کا تو کوئی منبر نہ تھا۔ مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ میرے ہاتھ میں کنکریاں تھیں جن سے کھیلتا رہا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جب منبر سے نیچے اترے تو مجھے بھی ساتھ ہی اپنے گھر لے گئے۔ مجھے پوچھا یہ تجھے کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! مجھے کسی نے نہیں سکھایا۔ پھر فرمایا: میرا باپ آپ پر قربان! کاش آپ میرے پاس آیا کریں۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن میں گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے خصوصی میٹنگ کر رہے تھے اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبد اللہ رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت کا منتظر تھا (ممکن ہے اسے اجازت نہ ملی ہو) وہ واپس چلا گیا، میں بھی اس کے ساتھ واپس چلا آیا۔

کچھ دنوں بعد میرا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے آمنا سامنا ہوا۔ فرمایا: کیا

بات ہے کبھی نظر نہیں آئے؟"

میں نے کہا: اے امیر المومنین ہیں تو آیا تھا۔ مگر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلوت میں میٹنگ کر رہے تھے۔ میں بھی اور آپ کا بیٹا بھی واپس چلے آئے۔

"فَقَالَ: اَنْتَ اَحَقُّ بِالْإِذْنِ مِنِ ابْنِ عُمَرَ."

"فرمایا: آپ میرے بیٹے سے زیادہ حقدار ہیں۔ یعنی آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"فَإِنَّمَا اَنْبَتَ مَا تَرٰى فِي رُؤُوْسِنَا اللّٰهُ ثُمَّ اَنْتُمْ."

"یہ جو ہمیں عزت ملی ہے، یہ اللہ کے بعد تمہاری ہی عطا کردہ ہے۔" [1]

تشریح:

اس حدیث میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شفقت و محبت دیکھیں سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تلخ بات کا ذرا بھی برا نہ منایا۔ بلکہ اعتراف عظمت کا اظہار کیا کہ یہ منبر واقعی آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ میرے باپ کا نہیں۔

دوسری عظمت کا اظہار کہ میری نظروں سے اوجھل نہ رہا کرو۔ اپنا دیدار کرواتے رہا کرو۔ اپنے بیٹے کو اندر آنے کے لیے میری اجازت درکار ہے۔ مگر آپ کو اندر آنے کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

تیسرا اظہار عظمت خلیفہ راشد کا کہ یہ عزت و شرف ہمیں اللہ تعالیٰ کے بعد تمہارا ہی عطا کردہ ہے۔ اولوا العزم خلیفہ جس کے سامنے کفر لرزتا تھا وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے بچھ بچھ جاتے تھے۔

[1] الاصابة فی تمییز الصحابه لابن حجر رحمه الله جلد 2، ص: 69 وسنده صحیح

دوسری طرف یہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنہیں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تنہائیوں میں بھی ہدایات دیتے رہے اور انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بھی بنایا۔ صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث 4108 میں دیکھیں کس رعونت کے ساتھ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی توہین کی؟ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھڑے ہوکر للکارا جو اس خلافت کا آرزومند ہے، وہ ذرا اپنا سر اٹھائے۔

ہم اس خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، اس سے بھی اور اس کے باپ سے بھی۔"

بعد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ کیونکر صبر کر گئے اور اس دھمکی کو پی گئے۔

اپنے عظیم محسن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کس قدر احسان فراموش نکلے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

"اَنَّ عُمَرَ كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہما فَبَعَثَ اِلَى الْيَمَنِ فَأُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ: اَلْآنَ طَابَتْ نَفْسِيْ." [1]

"سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں کو نئے کپڑے پہنائے۔ لیکن ان کپڑوں میں ایسے نہ تھے جو حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو زیب دیتے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ایک آدمی کو یمن دوڑایا۔ وہ عمدہ کپڑے لایا۔ حسنین رضی اللہ عنہما کو پہنا کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میرا دل خوش ہوا ہے۔"



[1] سیر اعلام النبلاء للذهبی رحمه الله، جلد3، ص: 285۔

سردارانِ جنت

حدیث نمبر 10

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.)) ❶

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین، جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"

آگے علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے:

((اِنَّ مَلَكًا مِّنَ السَّمَآءِ لَمْ يَكُنْ زَارَنِيْ، فَاسْتَأْذَنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِي زِيَارَتِيْ، فَبَشَّرَنِيْ، اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.)) ❷

"حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک آسمانوں سے ایک فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کے لیے اجازت طلب کی، اس نے آکر مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں ہی جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

علامہ البانی رحمہ اللہ نے مختلف طرق سے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"وبالجملة فالحديث...... صَحِيْحٌ بِلَا رَيْبٍ، بَلْ هُوَ مُتَوَاتِرٌ كما نقله المناوی."

❶ سلسلة احاديث الصحيحه، جلد 2: ص438، حديث نمبر 796.

❷ المعجم الكبير للطبرانی، جلد 3: ص36، حديث نمبر 2604۔ سلسلة احاديث الصحيحة، جلد 2، ص446۔ هذا اسناده حسن رجاله ثقات.

"بالآخر یہ حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے، بلکہ یہ حدیث متواتر ہے جیسے علامہ منا ( ) نے نقل کیا ہے۔"

تشریح:

① حسنین رضی اللہ عنہما کی سرداری کی بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتہ بھیج کر سنائی۔

② بشارت دنیا کی سرداری کی نہیں بلکہ جنت کی سرداری کی سنائی۔

یہ دونوں اعزاز کتنے بلند مرتبہ کے حامل ہیں ہمیں اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

دراصل اللہ تعالیٰ اہل دنیا کو خبردار کرنا چاہتا ہے کہ میرے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، تمہارے نواسوں کی طرح نہیں ہیں۔ ان کی شان بہت ہی بلند ہے۔ تبھی آسمان کی بلندیوں سے، ان کی سرداری کا اعلان، خصوصی فرشتے کے ذریعے کیا گیا ہے اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنایا گیا۔

ہم لوگ اپنے والدین، اپنے بزرگ اساتذہ، اپنے پیاروں کے بارے میں صرف حسن ظن رکھتے ہوئے اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ بفضل خدا جنت میں جائیں گے۔ لیکن یقینی طور پر گارنٹی کے ساتھ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلارے پوری گارنٹی کے ساتھ نہ صرف جنت میں گئے ہیں بلکہ جوانانِ جنت کے سردار بن کے گئے ہیں۔ جنت کے تمام نوجوان باشندے اپنے ان سرداروں کا کیسے کیسے فقید المثال استقبال کریں گے۔ کوئی یہ کیفیت سوچ بھی نہیں سکتا۔

"قَالَ الامام النووی: معنی الحدیث اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَاِنْ مَاتَا شَیْخَیْنِ، فَهُمَا سَیِّدَا كُلِّ مَنْ مَاتَ شَابًّا وَدَخَلَ

الْجَنَّةِ، وَكُلُّ [illegible] يَكُونُونَ فِيْ سِنِّ أَبْنَاءِ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِيْنَ، وَلَا يَلْزَمُ [illegible] السَّيِّدِ فِيْ سِنِّ مَنْ يَسُوْدُهُمْ."

''حدیث کا مفہوم امام نووی ؒ یہ لکھتے ہیں کہ حسن و حسین ؓ اگر بوڑھے ہو کر فوت ہوں تب بھی وہ ان سب کے سردار ہیں جو جوانی میں فوت ہوئے اور جنت میں گئے۔ ہر جنتی کی عمر تینتیس (33) برس ہوگی۔ ان سیدوں کے لیے لازم نہیں کہ ان کی عمر، اپنے پیروکاروں کے مطابق ہو۔''[1]

جنت کی دیگر تمام نعمتوں کے بارے میں فرمایا گیا:

((أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ، مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ: [فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ])) [2]

''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے، ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو کسی آنکھ نے آج تک دیکھا نہیں ہے، جن کی خوبیاں کسی کان نے آج تک سنی نہیں ہیں، نہ ہی آج تک کسی کے حاشیہ خیال میں آئی ہیں۔'' اس بات کی تصدیق کے لیے بے شک قرآن کریم کی یہ آیت دیکھ لو۔ (کوئی نہیں جانتا کہ ان جنتیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان چھپا کے رکھا گیا ہے۔''

(السجدہ:17)

---

[1] نور الابصار: ص183۔

[2] متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر5612۔

اہل جنت اور حسنین کریمین

مذکورہ حدیث کی روشنی میں، جنت کے سرداروں کو کسی چور دروازے تو نہیں داخل کیا جائے گا۔ بلکہ تمام اہل جنت کو عہد شباب عطا کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان لاڈلے شہزادوں کو وہ عظیم الشان استقبالیہ (VIP Protocol) دیا جائے گا۔ جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہو، جو کسی کان نے کبھی سنا نہ ہو، جس کا تصور بھی کسی کے ذہن میں آیا نہ ہو۔

''سیدا شباب اہل الجنۃ'' کے خدائی عطا کردہ خطاب (Title) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا پورے جنت کے جوانوں میں بھرپور مظاہرہ ہو۔ وہ خدائی اعزاز ہی کیا ہوگا، جس کا بے مثال اظہار نہ ہو۔ اور سارے جنتی اسے حیرت واستعجاب سے نہ دیکھ پائیں، پھر خوشیوں اور مسرتوں کا سامانِ جشن پیدا نہ ہو۔

جنت میں استقبالیہ مجالس ومحافل:

علامہ منذری رحمہ اللہ، یہ روایت لائے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ اِذَا دَخَلُوْهَا، نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ اَعْمَالِهِمْ، فَيُؤْذَنُ لَهُمْ فِيْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُوْرُوْنَ اللّٰهِ، وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهٗ، وَيَتَبَدّٰى لَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.))

''جنت میں جب لوگ داخل ہو جائیں گے، تو ان کے اعمال کی فضیلتوں کے مطابق، انہیں ٹھہرایا جائے گا۔ دنیاوی دنوں کے حساب سے ہر ساتویں روز، وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کیا کریں گے

خدا کا عرش ایک باغ میں سجایا جائے گا۔"

((تُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرٌ مِنْ نُوْرٍ، وَمَنَابِرٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ، وَمَنَابِرٌ مِنْ يَاقُوْتٍ وَمَنَابِرٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَمَنَابِرٌ مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنَابِرٌ مِنْ فِضَّةٍ، وَيَجْلِسُ اَدْنَاهُمْ، وَمَافِيْهِمْ دَنِيٌّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ، اَنَّ اَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ اَفْضَلُ مِنْهُمْ مَجْلِسًا.)) [1]

"درجہ بندی کے مطابق جنتیوں کی نشستیں ہوں گی۔عرش الٰہی کے قریب ترین نور کے منبر لگائے جائیں گے۔ ان کے بعد قیمتی موتیوں کے یعنی لؤلؤ کے، پھر یاقوت کے، پھر زبرجد کے، پھر سونے کے، پھر چاندی کے، آخری درجے والے کستوری اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے۔ان سے کرسیوں والے ہی افضل مقام پر ہوں گے۔"

اس طویل حدیث کے آخر پر ہے کہ جب اہل جنت زیارت الٰہی کے بعد پلٹ کر اپنے اپنے محلات میں پہنچیں گے تو ان کی بیویاں (حوریں) کہیں گی:

((مَرْحَبًا وَّ أَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ، وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ وَالطِّيْبِ اَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ.))

"آپ کا آنا مبارک! آپ کا حسن و جمال پہلے سے بہت زیادہ ہوگیا ہے، آپ سے خوشبو بھی پہلے کی نسبت بہت زیادہ آرہی ہے۔"

یہ روایات صاف پتہ دے رہی ہیں کہ جنت میں استقبالیے ہوں گے، جشن بہاراں ہوا کریں گے، نیکیوں کے مطابق درجہ بندی ہوگی۔ ان درجات

[1] الترغيب والترهيب، جلد 4: ص539.

ہیں ظاہر ہے "سیدا شباب اہل الجنۃ" سب سے آگے آگے ہوں گے۔

حسن و حسین رضی اللہ عنہما امام ہیں:

بعض لوگ تنگ ظرفی کا مظاہرہ یوں کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسوں کو امام نہ کہو، ورنہ شیعوں سے مشابہت ہو جائے گی۔ کیا عجب دلیل ہے؟ کیا اہل سنت کا اپنا کوئی عقیدہ اور نظریہ ہے ہی نہیں؟ کیا دوسروں سے خوفزدہ ہو کر اپنا عقیدہ بدلتے جائیں گے؟ حالانکہ دوسروں سے وہ خوفزدہ ہوتے ہیں، جن کے اپنے پلے کچھ نہ ہو۔ اہل سنت کا عقیدہ ہر لحاظ سے مکمل ہے، الحمد للہ! ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

① حسنین کو خدا نے سیّد (سردار) کے خطاب سے نوازا، صرف دنیا کے نہیں، بلکہ اہل جنت کے بھی سیّد ہیں۔

② حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: "اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ" میرا یہ بیٹا سید ہے۔ [1]

③ امام حسن نے ایک مجلس میں آ کر سلام کہا، سب نے جواب دیا، لیکن وہاں بیٹھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں پہچان نہ سکے۔ جب بتایا گیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان سے لپٹ گئے اور سلام کا جواب دیا: وَعَلَیْكَ یَا سَیِّدِی! کسی نے کہا: آپ انہیں یا سیدی کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: اِنَّهٗ سَیِّدٌ" میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ سیّد ہے۔ [2]

مولانا سیّد عبدالاول غزنوی رحمہ اللہ نے لکھا: حسنین رضی اللہ عنہما بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں، یعنی ان سے افضل ہیں کہ جو جوانی کے عالم میں اللہ کے راستہ

[1] صحیح بخاری، حدیث: 2704.

[2] رواه الطبرانی ورجاله ثقات، بحواله مجمع الزوائد: جلد 9 ص 203.

میں جہاد کر کے اپنی جان نچھاور کر گئے۔ ❶

یعنی حقیقی شہیدوں کے مرتبے اتنے بلند ہوں گے کہ صرف شہداء جنت میں تمنا کریں گے کہ دنیا میں بار بار بھیجے جائیں اور ہر دفعہ شہادت کا لطف اٹھا کر یہاں آئیں چاہے دس بار شہادت دینی پڑے۔ لیکن شہداء کے علاوہ کوئی جنتی دنیا میں واپس جانے کی آرزو نہیں کرے گا۔ ❷ ایسے عظیم جنتیوں کے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سردار بنائے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

لفظ "سیّد":

لُغوی معنی سردار ہے۔ اردو زبان میں مستعمل ہے قیادت وسیادت۔ انگلش میں Mast er, Leader, Head وغیرہ کے معانی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا۔ ﴿سَیِّدًا وَحَصُوْرًا﴾ سردار کے معنی میں۔

لفظ "امام":

الف پر زبر (فتحہ) ہوتو معنی ہوتا ہے آگے In front of الف کے نیچے زیر (کسرہ) ہوتو معنی ہوتا ہے۔ قائد، زعیم Leader, chief۔

لہٰذا یہ دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ باقی رہا شیعہ کے نزدیک امام تو ان کا جو عقیدہ ہو، ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

مسلمانوں میں کئی طرح کے ماہرین فن گزرے ہیں:

کوئی امام التفسیر، کوئی امام الحدیث، کوئی امام الفقہ، امام اللغۃ، امام النحو وغیرہم۔ اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کسی علم وفن کے ماہر تھے؟ آیئے یہ علامہ اقبالؒ سے پوچھتے ہیں:

---

❶ مشکوٰۃ مترجم غزنوی، جلد5، ص240۔ ❷ صحیح بخاری، حدیث: 2817

آں امامؓ عاشقاں پورِ بتولؓ
سروِ آزادے زِ بُستان رسولؐ

آپ رضی اللہ عنہ عاشقوں کے بلند مرتبہ امام اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ گلشن رسول کے آزاد سرو ہیں۔ مخروطی شکل کا خوشنما درخت، سرو کہلاتا ہے۔ سرِو آزاد، یہ چونکہ سدا بہار رہتا ہے، موسم بہار ہو یا موسم خزاں، ہر حال میں تغیرات مواسم سے آزاد ہوتا ہے، یعنی ایسا عاشق بھی ہر قسم کے مصائب و آلام سے بے نیاز ہوکر، صرف اپنے خالق کی محبت میں سرشار رہتا ہے۔

1. جب حسین رضی اللہ عنہ کے خالق نے وقت پیدائش اس کا نام شفقت ومحبت سے تبدیل کروادیا۔
2. وقت ولادت، زبان نبوت سے اس کے کان میں اذان کہلوا کے اسے شیطانی شرور سے حفاظت الٰہی میں دیا گیا۔
3. بچپن میں، زبان جبریل علیہ السلام سے دادِ شجاعت وصول کی۔
4. سینہ نبوت پر کھیلتے ہوئے، میدانِ کربلا میں شہادت کی آسمانی خبر وصول پا لی تھی۔
5. اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمانوں سے ہی، جنتی جوانوں کے قائد وسردار کا خطاب پایا۔
6. آغوشِ نبوت میں، دوش نبوت پر، شکم نبوت پر، کمر نبوت پر، کھیلنے کودنے کے سنہری مواقع پائے۔
7. زبانِ نبوت کو چوسنے کی سعادت پائی۔

کتنی ہی خداداد امتیازی خصوصیات پانے والے، نواسہ رسول نے،

ساری زندگی پھونک پھونک کر قدم ... اپنے خالق کی رضا میں لوگوں
گالیاں سن کر بھی، صبر و شکر کے پہاڑ ثا... ئے، لوگوں نے بہت دکھ دیے
لیکن کسی کو حسین نے دکھ نہیں دیا۔ بلکہ ... نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے
چلتے، دین حق کی سر بلندی کے لیے، اپنی ... ان سمیت اپنے خاندان کے اپنے
خالق کے عشق میں قربان کر دی۔ اسی عظیم الشان قربانی کی بدولت وہ تا قیامت
عشاق کے تا قیامت امام عاشقاں قرار پائے۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 430ھ تحریر فرماتے ہیں:

"وَقَدْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ وُلَاةِ الْفُقَرَاءِ وَأَهْلِ الصُّفَّةِ، الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ يُجَالِسَانِهِمْ اِسْتِنَانًا فِيْ مَجَالِسَتِهِمْ."

"اہل صفہ اور غریبوں کے سر پرستوں میں سے، اہل بیت رسول سے، حسین اور عبداللہ بن جعفر ان کے ساتھ بیٹھ کر محفل کیا کرتے تھے۔ اور یہ مجالس سنت رسول کی پیروی میں ہوتی تھی۔"

"وَمَحَبَّتِهِمْ بِالنَّبِيِّ ﷺ."

"اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی محبت کی وجہ سے، ان کے ہم نشین بنتے تھے۔"

"اِذَا اُمِرُوْا بِالصَّبْرِ عَلٰى مَجَالِسَتِهِمْ."

"جب کہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ صبر و تحمل سے بیٹھا کریں۔"

"وَالْزَامِ مَوَاظَبَتِهِمْ وَ مُخَالَطَتِهِمْ."

''ان سے ۔۔۔ ملتے رہا کریں، ان سے گھل مل کر رابطے رکھا کریں۔''

''وَكَذٰلِكَ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَكْثَرُوْا زِيَارَتَهُمْ.''

''آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔''

''وَاخْتَارُوْا مَوَدَّتَهُمْ وَمَجَالَسَتَهُمْ.''

''ان کے ساتھ محبت کرنے اور بیٹھنے کو پسند کیا کرتے تھے۔''

''حَسْبَمَا انْتَشَرَ عَنْهُمْ وَاشْتَهَرَ.''

''ان کی نیکی اور فضیلت کی شہرت کے مطابق، معاملہ کرتے۔''

''وَاَنَّهُمْ كَانُوْا يَرَوْنَ الْعَيْشَ الْهَنِىَّ مَعَهُمْ.''

''وہ ان کے ساتھ زندگی کو خوشگوار محسوس کرتے تھے۔''

''وَالْمَقَامَ السَّنِىَّ فِىْ مُخَالَطَتِهِمْ.''

''ان کی صحبت میں بیٹھنے کو، بلند مرتبہ سمجھتے۔''

''وَالْحَالَ الزَّرِىَّ فِىْ مُفَارَقَتِهِمْ.''

''اوران کی جدائی کو برا حال جانتے تھے۔''

''كَمَا حُكِىَ عَنِ الْحُسَيْنِ مِنَ التَّبَرُّمِ بِالْعَيْشِ مَعَ مَنْ يُّخَالِفُ سِيَرَتَهُمْ.'' [1]

''جیسے حسین رضی اللہ عنہ تنگ آ جاتے تھے ان لوگوں سے جو ان کے (اہل صفہ) کردار کے مخالف طرز زندگی اپناتے تھے۔''

[1] حلية الاولياء، جلد 2: ص 48۔

ابن زیاد کی والدہ کی حق گوئی:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل فرمائی ہے:

((قَالَتْ مَرْجَانَةُ لِابْنِهَا عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَاد، يَا خَبِيْثُ! قَتَلْتَ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، لَا تَرٰى وَاللّٰهِ الْجَنَّةَ أَبَدًا.)) [1]

''مرجانہ نے اپنے بیٹے عبیداللہ بن زیاد کو کہا: اے گندے انڈے! تو نے رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر کا بیٹا قتل کیا ہے۔ اللہ کی قسم! تو کبھی جنت کو دیکھ بھی نہ پائے گا۔''

یعنی جنت میں داخلہ دور کی بات ہے تو اسے اپنی آنکھوں سے دور تک بھی نہ دیکھ پائے گا۔

یہ جذبات تھے ایک مومنانہ عورت کے جو نواسہ رسول ﷺ کے ناحق ہونے پر اپنے قاتل بیٹے کو جہنم میں دیکھنا چاہتی ہے حالانکہ مائیں مر مرتے بھی اپنے بیٹوں کی خیر مانگا کرتی ہیں۔ لیکن ایمان کے تقاضے اولاد بڑھ کر بلند ہوتے ہیں۔

زوجہ خولی کی حق گوئی و بے باکی:

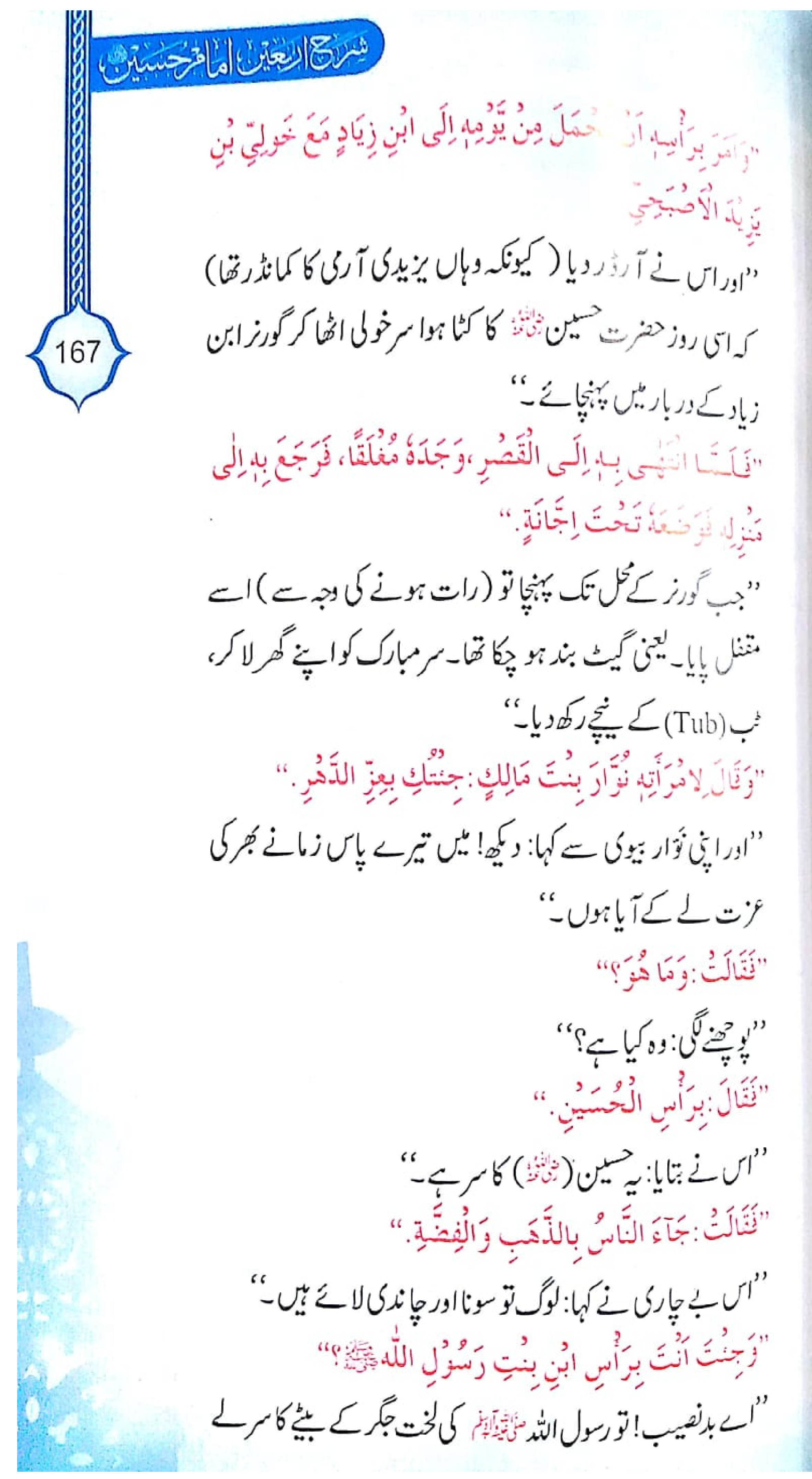
علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''إِنَّ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ اَمَرَ عَشَرَةَ فُرْسَانَ فَدَاسُوْا الْحُسَيْنَ بِحَوَافِرِ خُيُوْلِهِمْ حَتّٰى اَلْصَقُوْهُ بِالْاَرْضِ يَوْمَ الْمَعْرَكَةِ.''

''بے شک عمر بن سعد نے جنگ کے روز دس گھڑ سواروں کو حکم دیا کہ لاشہ حسین پر اپنے گھوڑے دوڑا دوڑا کر ان کے (سُموں) کھروں سے کچل ڈالیں، یہاں تک کہ اسے زمین کے ساتھ چپکا دیں۔''

---

[1] تهذيب التهذيب: جلد 2 ص 357.



"وَأَمَرَ بِرَأْسِهٖ أَنْ يُحْمَلَ مِنْ يَوْمِهٖ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ مَعَ خَوْلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الْأَصْبَحِيِّ"

"اور اس نے آرڈر دیا (کیونکہ وہاں یزیدی آرمی کا کمانڈر تھا) کہ اسی روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر خولی اٹھا کر گورنر ابن زیاد کے دربار میں پہنچائے۔"

"فَلَمَّا انْتَهٰى بِهٖ إِلَى الْقَصْرِ، وَجَدَهٗ مُغْلَقًا، فَرَجَعَ بِهٖ إِلٰى مَنْزِلِهٖ فَوَضَعَهٗ تَحْتَ إِجَّانَةٍ."

"جب گورنر کے محل تک پہنچا تو (رات ہونے کی وجہ سے) اسے مقفل پایا۔ یعنی گیٹ بند ہو چکا تھا۔ سر مبارک کو اپنے گھر لا کر، ٹب (Tub) کے نیچے رکھ دیا۔"

"وَقَالَ لِامْرَأَتِهٖ نُوَّارَ بِنْتَ مَالِكٍ: جِئْتُكِ بِعِزِّ الدَّهْرِ."

"اور اپنی نوّار بیوی سے کہا: دیکھ! میں تیرے پاس زمانے بھر کی عزت لے کے آیا ہوں۔"

"فَقَالَتْ: وَمَا هُوَ؟"

"پوچھنے لگی: وہ کیا ہے؟"

"فَقَالَ: بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ."

"اس نے بتایا: یہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا سر ہے۔"

"فَقَالَتْ: جَآءَ النَّاسُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ."

"اس بے چاری نے کہا: لوگ تو سونا اور چاندی لائے ہیں۔"

"وَجِئْتَ أَنْتَ بِرَأْسِ ابْنِ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟"

"اے بدنصیب! تو رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر کے بیٹے کا سر لے

آیا ہے؟"

"وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُنِي وَإِیَّاکَ فِرَاشٌ اَبَدًا."

"اللہ قسم! کوئی بستر، مجھے اور تجھے، اب کبھی اکٹھے نہیں رکھ سکتا۔"

"ثُمَّ نَہَضَتْ عَنْہُ مِنَ الْفِرَاشِ."

"پھر وہ اس کے بستر سے اٹھ کر چلی گئی۔ اور ہمیشہ کے لیے چلی گئی۔" ❶

یہ تھی ایمان زندہ رکھنے والی بیوی جو قاتل نواسہ رسول ﷺ پر شدید برہم ہو کر اپنے خاوند کو چھوڑ کر، مستقل ترک تعلق کر گئی۔ (اس سے ملتی جلتی روایت ابن نمیر بھی لائے ہیں) ❷

❖ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے آگے یہ ذکر کیا:

"فَانْتَدَبَ اَقْوَامٌ بِخُیُوْلِہِمْ حَتّٰی رَضُّوْا ظَہْرَہٗ."

"لوگ اپنے گھوڑوں سمیت ٹوٹ پڑے، حتیٰ کہ ان کی کمر کا چورا چورا کر دیا۔" ❸

❖ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں: قاتلین حسین رضی اللہ عنہ دربار یزید میں سر مبارک پیش کر کے بڑیں ہانکتے ہوئے کہتے ہیں:

"فَہَاتِیْکَ اَجْسَادُہُمْ مُجَرَّدَۃٌ، وَخُدُوْدُہُمْ مُعَفَّرَۃٌ، وَتُصْہِرُہُمُ الشَّمْسُ، وَتَسْفِيْ عَلَیْہِ الرِّیْحُ، تُزَاوِرُہُمُ الْعِقْبَانُ وَالرَّخَمُ بِقِيِّ سَبْسَبٍ." ❹

"وہیں پڑے ہیں ان کے برہنہ لاشے ان کے رخسار خاک آلود

❶ البدایة والنهایة، جلد 4، الجزء الثامن: ص191.
❷ الكامل فی التاریخ جلد 3: ص532.
❸ المنتظم، جلد 5:341.
❹ المنتظم، جلد 5: ص342.

ہیں۔ دھوپ انہیں جلسا رہی ہے۔ ہوائیں ان پر دھول جھونک رہی ہیں۔ شکاری پرندے اور گدھیں کھلے بیابانوں میں ان پر منڈلا رہے ہیں۔"

علامہ ابن کثیر ؒ نے "وَثِيَابُهُمْ مُزَمَّلَةٌ" بھی ذکر کیا ہے کہ ان کے کپڑے بندھے ہوئے ہیں یعنی جسم برہنہ ادھر، بندھے ہوئے کپڑے اِدھر۔ ❶

لفظ رخم سے یاد آیا: علامہ القلقشندی (المتوفی 821ھ) نے لکھا: ایک آدمی کا نام الرخم تھا، فَسَمَّاهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَشِيرٌ "آپ ﷺ نے اس کا نام بشیر رکھا۔ ❷

علامہ ذہبی ؒ لکھتے ہیں:

"اِنَّ مُخَفِّزَ بنَ ثَعْلَبَةَ الْعَائِذِیَّ، عائذۃُ قُرَیْشٍ، قَدِمَ بِرَأْسِ الْحُسَیْنِ عَلٰی یَزِیْدَ، فَقَالَ: أَتَیْتُكَ یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِرَأْسِ اَحْمَقِ النَّاسِ وَ أَلْأَمِهِمْ."

"مخفز حضرت حسین ؓ کا سر مبارک لے کر یزید کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! میں آپ کے پاس لوگوں میں سے سب سے زیادہ احمق اور گھٹیا ترین کا سر لایا ہوں۔"

"فَقَالَ یَزِیْدُ: مَا وَلَدَتْ اُمُّ مُخَفِّزٍ اَحْمَقَ وَأَلْأَمَ، لٰكِنَّ الرَّجُلَ لَمْ یَقْرَأْ كِتَابَ اللّٰهِ."

"یزید نے کہا: مخفز کی ماں نے صرف اسی احمق اور گھٹیا ترین کو جنم دیا ہے جس نے قرآن نہیں پڑھا۔"

❶ البداية والنهاية، جلد 4، الجزء 8: ص193.

❷ نهاية الأرب فى معرفة انساب العرب: ص261.

﴿ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ... الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ﴾

(آل عمران:26)

''تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔''

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ہم عصر لوگوں کی نظر میں:

عبداللہ بن مطیع نے کہا:

① :''اِنَّكَ سَيِّدُ الْعَرَبِ، وَلَا يَعْدِلُ بِكَ اَهْلُ الْحِجَازِ اَحَدًا، وَيَتَدَا عَى النَّاسُ اِلَيْكَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ.''

''اے حسین! آپ عربوں کے سردار ہیں۔ اہل حجاز، آپ کے مرتبہ کا کسی کو نہیں سمجھتے۔ ہر طرف سے لوگ، آپ ہی کی طرف بلاتے ہیں۔یعنی سب کی نظریں آپ کی طرف اٹھتی ہیں۔''

② : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فَـاِنَّكَ سَيِّـدُ الْـحِجَازِ

''آپ اہل حجاز کے سردار ہیں۔''

③ الغرض، وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو پورے حجاز کا سردار، یتیموں کی جائے پناہ، ضعفاء کا غمخوار، پورے جزیرۂ عرب کی عزت، دینداروں کا ماویٰ، اللہ کے دین کا مددگار، ساری مخلوق کی پناہ گاہ تسکین روح، دل ونظر کا چین سمجھتے تھے۔

تاریخ الاسلام و وفیات المشاهیر والاعلام:582/4.

المنتظم: لابن جوزی جلد 5، ص327.

المنتظم لابن جوزی: جلد 5، ص328.

الامام الحسین، فضیلة الشیخ عبدالواحد خیاری ندوی، ص198.

④ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے سترہ (17) صفحات پر، امام حسین رضی اللہ عنہ کی کہانی، بڑے مدلل و مؤثر انداز میں لکھی، جذبات محبت میں ڈوب کر لکھی، ہمارا ارادہ ہے کہ وہ سارے صفحات اردو ترجمہ کے ساتھ ایک کتابچے کی صورت میں شائع کر کے افادہ عام کے لیے نشر کیا جائے۔ کیونکہ خاتمۃ المحدثین کی تحقیقات کو مانے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔ ہوائی اور جعلی باتوں سے ہٹ کر حقیقت حال منظر عام پر آنی چاہیے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں ''امام'':

اہل کوفہ نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے امام کا تقاضا کیا، تو جواب میں جناب حسین رضی اللہ عنہ نے لکھا:

''مَا الْإِمَامُ إِلَّا الْعَامِلُ بِالْكِتَابِ، وَالْقَائِمُ بِالْقِسْطِ وَالدَّائِنُ بِدِيْنِ الْحَقِّ.'' ❶

''امام صرف وہ ہوتا ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرنے والا، عدل کا نظام قائم کرنے والا، دین حق کی پیروی کرنے والا ہو۔''

⑤ عبداللہ بن مطیع کا دوسرا قول یہ ہے:

''أُذَكِّرُكَ اللّٰهَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَحُرْمَةَ الْإِسْلَامِ أَنْ تُنْتَهَكَ! أُنْشِدُكَ اللّٰهَ فِيْ حُرْمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ! أُنْشِدُكَ اللّٰهَ فِيْ حُرْمَةِ الْعَرَبِ! فَوَاللّٰهِ لَئِنْ طَلَبْتَ مَا فِيْ أَيْدِيْ بَنِيْ أُمَيَّةَ لَيَقْتُلُنَّكَ، وَلَئِنْ قَتَلُوْكَ لَا يَهَابُوْنَ بَعْدَكَ أَحَدًا أَبَدًا.'' ❷

''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں،

❶ الحسن والحسین، محمد رضا، ص83.

❷ التاريخ الاسلامی، جلد 4، ص140، محمود شاکر.

کہیں اسلام کی عزت وحرمت برباد نہ ہو جائے۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس خاک میں نہ مل جائے۔ میں آپ سے اللہ کے لیے فریاد کرتا ہوں کہیں عربوں کی آبرو کھو نہ جائے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ نے بنو امیہ کے ہاتھوں سے حکومت لینے کی کوشش کی تو ضرور آپ کو مار ڈالیں گے۔ اگر انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو آپ کے بعد وہ کسی سے کبھی خوف نہ کھائیں گے۔"

اگلے صفحہ پر ہے:

"فَقَاتَلَ الْحُسَيْنُ وَمَنْ مَعَهُ قِتَالًا مُسْتَمِيتًا، وَقِتَالَ الْأَبْطَالِ الَّذِيْنَ يَنْذُرُ اَنْ يَكُوْنُوْا مِثْلَهُ."

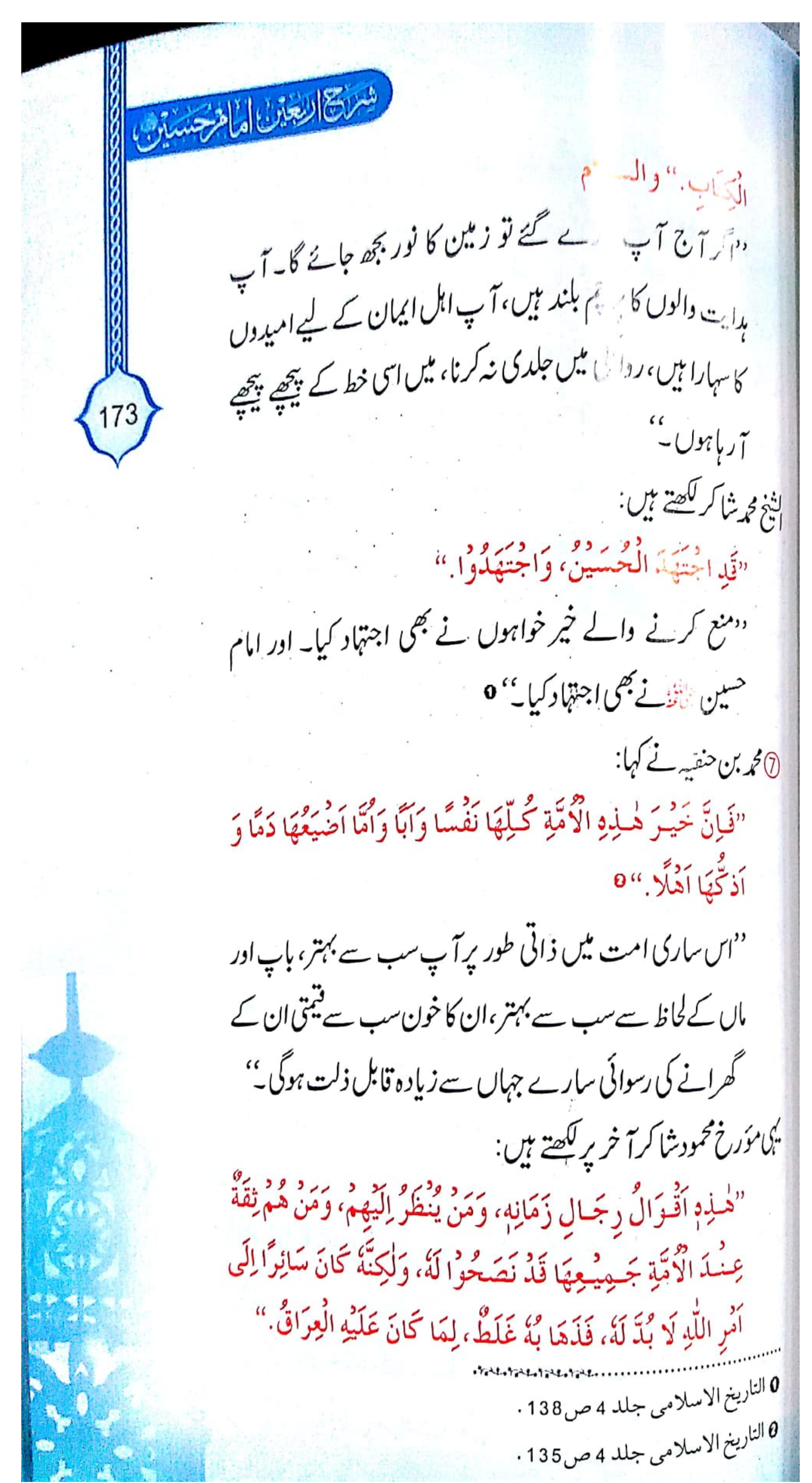
"حسین اور آپ کے ساتھیوں نے نہایت مردانہ وار جنگ لڑی، ایسے بہادروں والی جنگ جن کی مثال شاذ ونادر ہی پیش کی جا سکے۔"

⑥ عبداللہ بن جعفر الطیار نے اپنے دو بیٹوں کو مکتوب دے کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھگایا جو میدانِ کربلا میں ساتھ ہی شہید ہو گئے تھے۔ اس مکتوب کی یہ تحریر تھی:

"میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میرا خط ضرور پڑھ لیں، مجھے آپ کی ذات پر پیار آتا ہے، خدا نہ کرے کہ آپ اور آپ کا گھرانہ مارا جائے۔"

"اِنْ هَلَكْتَ الْيَوْمَ طَفِئَ نُوْرُ الْاَرْضِ، فَاِنَّكَ عَلَمُ الْمُهْتَدِيْنَ، وَرَجَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَا تُعَجِّلْ بِالسَّيْرِ، فَاِنِّيْ فِيْ اَثَرِ





الْكِتَابِ." والسلام

"اگر آج آپ مارے گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ آپ ہدایت والوں کا پرچم بلند ہیں، آپ اہل ایمان کے لیے امیدوں کا سہارا ہیں، روانگی میں جلدی نہ کرنا، میں اسی خط کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔"

الشیخ محمد شاکر لکھتے ہیں:

"قَدِ اجْتَهَدَ الْحُسَيْنُ، وَاجْتَهَدُوْا."

"منع کرنے والے خیر خواہوں نے بھی اجتہاد کیا۔ اور امام حسین ؓ نے بھی اجتہاد کیا۔" ❶

⑦ محمد بن حنفیہ نے کہا:

"فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ كُلِّهَا نَفْسًا وَأَبًا وَأُمًّا أَضْيَعُهَا دَمًا وَ أَذَلُّهَا أَهْلًا." ❷

"اس ساری امت میں ذاتی طور پر آپ سب سے بہتر، باپ اور ماں کے لحاظ سے سب سے بہتر، ان کا خون سب سے قیمتی ان کے گھرانے کی رسوائی سارے جہاں سے زیادہ قابل ذلت ہوگی۔"

یہی مؤرخ محمود شاکر آخر پر لکھتے ہیں:

"هٰذِهِ أَقْوَالُ رِجَالِ زَمَانِهِ، وَمَنْ يُنْظَرُ إِلَيْهِمْ، وَمَنْ هُمْ ثِقَةٌ عِنْدَ الْأُمَّةِ جَمِيْعِهَا قَدْ نَصَحُوْا لَهُ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ سَائِرًا إِلَى أَمْرِ اللّٰهِ لَا بُدَّ لَهُ، فَذَهَبَ بِهِ غَلَطٌ، لِمَا كَانَ عَلَيْهِ الْعِرَاقُ."

❶ التاريخ الاسلامی جلد 4 ص 138.

❷ التاريخ الاسلامی جلد 4 ص 135.

''یہ ان کے ہمعصر لوگوں کے جذبات تھے، جن کی طرف نگاہیں اٹھتی تھیں، وہ ساری امت کے معتبر ترین لوگ تھے۔ جنہوں نے حق نصیحت ادا کیا، لیکن امام کا چلنا حکم ربی تھا جو ٹل نہیں سکتا تھا۔ ان کا جانا غلط تھا عراقیوں کی حالت کے پیشِ نظر۔''

تنبیہ: ہمیں ایسے مؤرخین کی سوچ پر افسوس ہوتا ہے، جو کہتے ہیں کہ امام حسین کا عراق کی طرف جانا غلط تھا۔

آخر یہ لوگ حضور علیہ السلام کی ان صحیح احادیث کو کیوں قابل غور نہیں سمجھتے، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار آسمانی فرشتوں کی زبانی، مختلف اوقات میں پیش گوئیاں فرمائیں کہ یہ میرا بیٹا کربلا کے میدان میں شہید ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خبر غمناک پر کئی بار روئے۔

① جب اللہ تعالیٰ خود چاہتا تھا کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب نواسہ رضی اللہ عنہ شہادت کا رتبہ عظیم پائے، تو ان منع کرنے والوں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ اور انہیں غلط کہنے والے اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے، یہ تو سیدھی اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مشیت کے خلاف ٹکر ہے، جو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتی، جو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے۔

یا تو خروجِ امام خلاف منشائے الٰہی تھا تو کوئی دلیل قرآن وسنت صحیحہ سے ثابت کی جائے۔

② اُدھر خدا کا سچا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار امت کو یہ پیشین گوئیاں سنا کر اشکبار ہوتا ہے۔

خروجِ حسین کو غلط کہنے والے کیا صحیح احادیث کے ذریعے پیش گوئیوں کو سچ نہیں مانتے؟ کیا انہیں صداقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان ویقین نہیں ہے؟

لہٰذا یہ یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہی یہ تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ ظالم حکومت کی بغاوت کر کے شہید ہو جائے اور قیامت تک کے ظالم حکمرانوں سے ٹکرانے کا سبق دے جائے۔ امت محمدیہ کہیں اس دھوکے میں نہ رہے کہ خدا کے باغی حکمرانوں سے ہمیشہ سر جھکا کے جوتے ہی نہ کھاتے رہیں کہ انہوں نے کلمہ پڑا ہوا ہے لہٰذا انہیں کچھ نہ کہو۔

اگر مسلمان اپنے ظالم حکمرانوں کی ہر حالت میں اطاعت فرض سمجھتے ہیں تو یہ فرض امام ابوحنیفہ کو، امام مالک کو، امام احمد بن حنبل کو، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو کیوں نہ سوجھا؟

کیوں انہوں نے اپنے وقت کے مسلمان حکمرانوں کے خلاف بات کر کے کوڑے کھائے اور جیلیں بھگتیں؟ انہیں بھی چاہیے تھا کہ ہماری طرح جی حضوریے بن کر حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملا کر خوب خوب دنیا کے مزے اڑاتے۔

1977ء میں پاکستان بھر کے سب مسالک کے علماء نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد بنا کے کیوں تحریک چلائی تھی؟ کیا وہ کلمہ گو مسلمان نہیں تھے؟ ایوب خان کے خلاف تحریک کیوں چلائی گئی تھی؟ کیا وہ کلمہ گو مسلمان نہیں تھے؟ علی ہذا القیاس! یہ تحریکیں چلتی رہیں گی۔ کیونکہ ہر ایسی تحریک کو مثال صرف امام حسین رضی اللہ عنہ کی ملے گی، اور کسی کی نہیں۔ جسے بڑے اطمینان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ خروجِ حسین رضی اللہ عنہ غلط تھا۔

موجودہ مؤرخ محمود شاکر صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں:

"اِلَّا اَنَّ حُبَّنَا لَهٗ حَیْثُ کَانَ آنَذَاکَ اَفْضَلُ مَنْ عَلَی الْاَرْضِ، وَحُبَّنَا لِاٰلِ الْبَیْتِ جَمِیْعًا." ❶

❶ التاريخ الاسلامی جلد 4 ص 140۔

"مگر ہماری محبت اسی کے لیے ۔۔۔ جو روئے زمین پر بسنے والوں میں سب سے افضل تھے بلکہ ہماری محبت سارے اہل بیت کے لیے ہے۔"

ملاحظہ: یہی وہ نکتہ ہے جو شرفاء سے آج تک سمجھ میں نہ آنے والا ہے۔ ایک طرف اقدام حسین غلط تھا، دوسری طرف وہ افضل ترین اہل زمین میں سے تھے۔

یہ تضادِ فکر وشعور ہے۔ اگر انہیں افضل ترین ماننا ہے تو ان کے خروج وبغاوت کو جو خلاف جبر وظلم تھا کو بھی افضل مانیں۔ تاکہ صحیح احادیث رسول ﷺ کی صحیح فرمانبرداری پوری ہو سکے۔ ورنہ آدمی ذہنی پریشانی وابتری کا شکار رہے گا۔ ایسے لوگ قدیم زمانے سے آج تک خود بھی ذہنی الجھن میں مبتلا رہے اور دوسروں کو بھی Confuse کرتے رہے۔

محبت صرف آل رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے نہیں ہونی چاہیے یہ تو اندھی پیر پرستی ہے چاہے صاحبزادے غلط حرکات کرتے پھریں بلکہ ہمارا ایمان ہی یہ ہونا چاہیے کہ جن نفوسِ قدسیہ کے بارے میں زبان رسالت سے اعلیٰ فضائل ومحاسن ذکر ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر ان سے محبت کی جائے۔ بے دلیل محبت کے کیا معنیٰ؟

جب ہم صحیح احادیث رسول ڈھونڈ ڈھونڈ کر سیرت حسنین کریمین پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی نہایت صاف ستھری تھی۔ وہ سب بچوں اور جوانوں میں کیریکٹر کے لحاظ سے بے مثال تھے۔ حوادثِ دہر نے ان کے دمکتے چہروں پر بہت دھول جھونکی لیکن ان کی آب وتاب میں فرق نہ آ سکا۔ یہ ان کا ذاتی کمال نہ تھا بلکہ رب ذوالجلال کا کمال ہے۔ جس نے انہیں کسائے

تطہیر کا حضور ﷺ کے ساتھ ہی سائبان نصیب فرمایا تھا۔ وہ صرف نواسہ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہمیں محبوب نہیں ہیں بلکہ وہ اس وجہ سے محبوب ہیں کہ وہ خدا کے بھی محبوب ہیں اور خدا کو محبوب اس لیے ہیں کہ ان کے اعمال حیات محبوب ہیں۔ سیرت و کردار اچھا نہ ہو تو پھر حب آل رسول ﷺ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پسر نوح کے بارے میں کھلا اعلان فرماتا ہے:

﴿ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ﴾

(هود: 46)

"اے نوح! وہ تیرے گھرانے والوں میں سے نہیں ہے (یعنی تیرے اہل بیت سے نہیں ہے) بے شک اس کا عمل صالح نہیں ہے۔"

لیکن یہاں حسنین کے نام اللہ تعالیٰ خود تبدیل کروا دیتا ہے، اس لیے کہ وہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ان کی شہادت کربلا کی خبریں بار بار آسمان سے فرشتے بھیج کر، اپنے نبی ﷺ کو بتاتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے پیار کرتا ہے۔ خدا کے محبوب پیغمبر ﷺ اس خبر جانکاہ پر روئے کہ وہ پیارا نواسہ نہایت مظلومانہ طور پر بے دردی سے مارا جائے گا۔ آپ ﷺ روتے اس لیے کہ ان سے شدید محبت تھی اگر حسین کا خروج غلط ہوتا تو حضور ﷺ کیوں روتے کیوں امت کو بار بار اہل بیت سے حسن سلوک کی نصیحتیں فرماتے؟

اہل فضل کے اوصاف والقاب:

ہر زمانے میں اہل فضیلت کے لیے مختلف القاب سے اظہارِ عقیدت کیا جاتا رہا ہے۔ ماضی قریب ہی میں دیکھیں:

1. علماء کو "ملا" کہا جاتا تھا، اب یہ لفظ حقارت کی نظر ہو گیا۔
2. پھر "مولوی" قابل عزت تھا، وہ بھی غیر اہم ہو گیا۔

مشہور ہوا۔ پھر ''مولانا'' کا لفظ اہل علم کے لیے معروف ہوا۔

3. پھر ''علامہ'' کا لفظ بولنے لگے۔
4. پھر ''ڈاکٹر'' یا ''دکتور'' قابل عزت ہو گیا۔
5. پھر ''الشیخ'' پھر ''فضیلۃ الشیخ'' پھر ''سماحۃ الشیخ'' اہل علم کے لیے مستعمل ہوئے۔

اسی طرح حضور ﷺ کے زمانے میں بہت احترام کا لفظ ''سیّد'' تھا، بعد میں نسل رسول ﷺ کو ''شریف'' کہنے لگے۔ پھر ''امام'' معزز لفظ بن گیا۔ لیکن آج کل دو رکعت کے امام کو بھی امام کہنے لگے۔ ''حضرت جی'' بھی محترم لفظ ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ

خیر ہماری گزارش یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جس لقب سے پکاریں گے، ان کی شخصیت کو کوئی فرق نہیں پڑتا، ان کے مراتب عالیہ اہل ایمان کے دلوں کے گہرائی میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی و کریمی سے ان کا مقام و مرتبہ حشر کے دن اور اعلیٰ جنتوں میں نمایاں ترین سب کو نظر آ جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

الشیخ مومن الشبلنجی رحمہ اللہ نے مختلف اہل علم سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے القاب کا ذکر کیا ہے۔ "الرشید، الطیب، الزکی، الوفی، السید، المبارك، التابع لمرضاة الله، السبط" سب سے اعلیٰ لقب "سیدا شباب اهل الجنة" ہے۔ [1]

صحابہ کرام اور محدثین عظام، اہل بیت کے ساتھ ''علیہ السلام'' بھی استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ بعض لوگ اہل بیت رسول ﷺ کے

[1] نور الابصار: ص192.

لیے ''رضی اللہ عنہ'' کہنا ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے لیے علیہ السلام لکھنا یا بولنا مناسب نہیں سمجھتے۔ کبھی کہتے ہیں یہ دعائیہ جملہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ شیعوں کی مشابہت ہو جائے گی۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا یہ باتیں علمی ہیں یا دینی ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ صرف لفظی مباحث میں الجھ کر نفرتوں کا سامان پیدا کیا جاتا ہے۔ ہر طرف سے اگر مظلوم ہے تو وہ دین حق اور دین اسلام ہے۔ نہ مقاصد نبوت پر کسی کی نظر پہنچتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں کیوں بھیجا گیا اور وہ کیا کارنامہ سرانجام دے کے دنیا سے رخصت ہوئے؟ اور نہ ہی دین کے بنیادی اصول پر نگاہ پڑتی ہے، بس فروعی وجزئی چیزوں کو اصولوں سے زیادہ اہمیت دے کر باہم مذہبی کشتیوں کے دنگل رچائے جاتے ہیں۔

خیر بات ہو رہی تھی ''علیہ السلام'' کی، اب دیکھیں محدثین کرام کو:

- سب سے پہلے رئیس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ المتوفی 256ھ کی صحیح بخاری کھولیں۔

① حضرت سہل رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنگ احد میں زخمی ہونے کا تذکرہ کیا اور کہا:

((فَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْتَسِلُ الدَّمَ.)) [1]

''حضرت فاطمہ علیہا السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے خون دھو رہی تھیں۔''

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک عام صحابی اور اہل بیت

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد، حديث نمبر2911.

کے فرق کو ظاہر کرنے کے لیے ''علیہ السلام'' کا جملہ بول لیا کرتے تھے۔

② بخاری شریف میں دوسری روایت یہ بھی ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ تَسْاَلُهٗ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِىِّ ﷺ.)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جس میں وہ اپنے والد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا پوچھتی ہیں۔''

تشریح:

اس حدیث میں بھی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ''رضی اللہ عنہا'' کے بجائے ''علیہا السلام'' کا جملہ استعمال فرمایا ہے۔

کیا اس حدیث کی بنا پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ نبی سمجھتی تھیں؟ یا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کہنے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رافضی یا شیعہ ہوگئی تھیں؟

③ امام بخاری رحمہ اللہ نے بذاتِ خود حدیث مذکور پر باب کا عنوان ہی یہ لکھا ہے:

((بـاب مناقب قرابة رسول الله ﷺ وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِىِّ.)) [2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے منقبت فاطمہ ''علیہا السلام'' لکھ کر صرف اہل بیت کا امتیاز واضح کیا ہے نہ کہ وہ شیعہ تھے۔

---

[1] صحيح بخارى، كتاب فضائل اصحاب النبى ﷺ، حديث نمبر 3711.

[2] كتاب فضائل اصحاب النبى ﷺ، باب نمبر 12.

۹ امام بخاری رحمہ اللہ نے برأس الحسین علیہ السلام لکھا۔ ⓿

۱۰ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ المتوفی 697ھ

① الحسين بن علي بن ابی طالب عليهما السلام. ⓿

② علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ایک بہت عمدہ علمی کتاب لکھی ہے، جس میں علوم القرآن، تعریف اللغہ، علوم الحدیث، عیون التاریخ، ذکر الوعظ وغیرہ پر معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کتاب میں ایک باب ہے۔

"فِيْ تَزْوِيْجِ عَلِيٍّ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ." ⓿

''حضرت علی علیہ السلام کی حضرت فاطمہ علیہا السلام سے شادی کے بارے میں۔''

اب دیکھیں ابن جوزی رحمہ اللہ شیعہ کے نہیں، اہل سنت کے امام ہیں۔

۱۱ حافظ نور الدین الہیثمی رحمہ اللہ المتوفی 807ھ:

"باب مناقب الحسين بن علي، عليهما السلام." ⓿

۱۲ ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ، المتوفی 276ھ:

"وكان الكلب جروا للحسن والحسين عليهما السلام." ⓿

خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا احترام اہل بیت:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دربار خلافت میں ایک مرتبہ عبد اللہ بن حسن علیہ السلام کسی کام سے حاضر ہوئے:

⓿ صحيح بخاري: حديث نمبر 3748۔ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. افسوس کہ دار السلام ریاض نے اپنی مطبوعات میں سے ''علیہ السلام'' اڑا دیا۔

⓿ صفة الصفوة: ص 291.

⓿ اَلْمُدْهِش، الفصل السادس والعشرون: ص 110.

⓿ مجمع الزوائد: جلد 9، ص 215.

⓿ غريب الحديث، الجزء الاول: ص 176.

((فَقَالَ عُمَرُ: اِذَا كَانَتْ لَكَ حَاجَةٌ، فَارْسِلْ اِلَيَّ اَحْضُرْ، اَوِ اكْتُبْ لِيْ وَرَقَةً فَاِنِّيْ اَسْتَحْيِ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَرَاكَ عَلٰى بَابِيْ.))

''حضرت عمر ؓ نے فرمایا: آپ کو جب مجھ سے کام ہو تو مجھے پیغام بھیج دیا کریں میں خود حاضر خدمت ہو جایا کروں گا۔ یا میری طرف رقعہ لکھ بھیجا کریں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ آپ (آل رسول ﷺ) میرے دروازے پر کھڑے ہوں اور اوپر سے اللہ تعالیٰ آپ کو یہاں، میرے دروازے پر دیکھے۔''

تشریح:

عمر بن عبد العزیز کی شخصیت کسی سے مخفی نہیں ہے۔ بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی: وہ اپنے زمانے کی واحد سپر پاور تھے جن کی حکومت دنیا کے تین آباد اور متمدن براعظموں پر تھی۔ جن کے سامنے بڑے بڑے طاقتور حکمران بھیگی بلی بنے ہوتے تھے۔

ان کے دل میں احترام اہل بیت کتنا گہرا تھا کہ حضور علیہ السلام کی نسل سے ایک فرد کو اپنے دروازے پر کھڑا ہونے میں توہین رسالت سمجھتے تھے۔ انہیں کہہ رہے ہیں کہ کام ہو تو مجھے اپنے پاس بلا لیا کریں یا معمولی چٹ تحریر کر کے بھیج دیا کریں۔ اس خلیفہ راشد کو معلوم تھا کہ آل رسول کے ہر فرد کو خوش رکھنا، دراصل اپنے نبی محترم ﷺ کو خوش رکھنے کے برابر ہے۔ بلکہ آل رسول ﷺ کی خدمت کر کے وہ حضور ﷺ سے روز محشر شفاعت کی امید رکھا کرتے تھے۔

---

❶ نور الابصار فی مناقب ال بیت النبی ﷺ المختار، ص178.

امام مالک رحمہ اللہ کا احترام اہل بیت رضی اللہ عنہم:

امام مدینہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کو حکومت وقت کے خلاف فتویٰ دینے کی پاداش میں کوڑے مارے گئے، بے ہوش ہوگئے، جب ہوش میں آئے لوگ ملنے گئے تو امام نے فرمایا:

"أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ ضَارِبِيْ فِيْ حِلٍّ."

"میں تم سب کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ جس نے مجھے کوڑے مارے ہیں میں نے اسے معاف کیا۔"

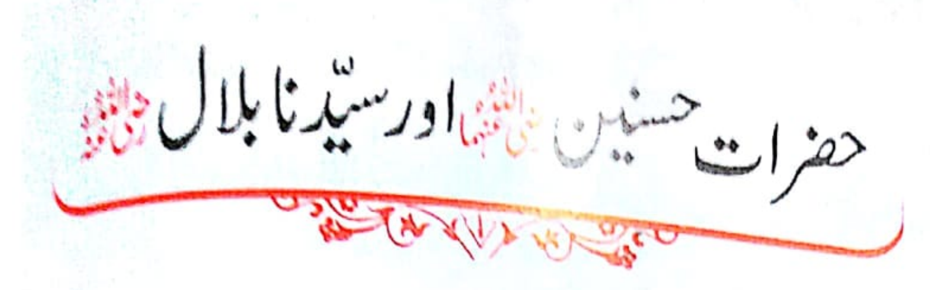
"فَقِيْلَ لِمَ؟"

"لوگوں نے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

"فَقَالَ: خِفْتُ اَنْ اَمُوْتَ فَاَلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَحْيِ اَنْ يَدْخُلَ اَحَدٌ مِنْ اٰلِهِ النَّارَ بِسَبَبِيْ." [5]

"فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ مجھے موت آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری ملاقات ہو جائے، دوسری طرف میرے سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے کوئی دوزخ میں ڈالا جائے یہ مجھے حیا آتی ہے۔"





علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں۔

سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر بلال مدینہ چھوڑ کر دمشق جا بسے۔

"ثُمَّ اِنَّ بِلَالًا رَأَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيْ مَنَامِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ؟ مَا آنَ لَكَ اَنْ تَزُوْرَنَا؟"

"بلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: بلال! یہ کیا بے وفائی ہے، ہماری زیارت کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا ہے؟"

"فَانْتَبَهَ حَزِيْنًا فَرَكِبَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَاَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَجَعَلَ يَبْكِيْ عِنْدَهٗ وَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہما۔"

"بیدار ہوئے تو بہت غمگین تھے۔ فوراً انتظام کر کے سواری پکڑی، دمشق سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر حاضر ہوئے اور روتے رہے۔ قبر پر لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔ اتنے میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آ گئے۔"

"فَجَعَلَ يُقَبِّلُهُمَا وَيَضُمُّهُمَا فَقَالَ لَهٗ نَشْتَهِيْ اَنْ تُؤَذِّنَ فِيْ



السَّحَرِ فَعَلَا سَطْحَ الْمَسْجِدِ."

"سیدنا بلال حسنین رضی اللہ عنہما کو چومتے رہے اور انہیں اپنے سینے سے چمٹاتے رہے۔ دونوں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی، ہماری تمنا ہے کہ آپ اذان فجر کہیں۔ بلال مسجد کی چھت پر چڑھے۔"

"فَلَمَّا قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِرْتَجَّتِ الْمَدِيْنَةُ."

"جب اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ مدینہ شریف کانپ اٹھا۔"

"فَلَمَّا قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، زَادَتْ رَجَّتُهَا."

"جب اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پکارا تو مدینہ میں زلزلے کی کیفیت میں اور اضافہ ہوگیا۔"

"فَلَمَّا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، خَرَجَ النِّسَاءُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ فَمَا رُئِيَ يَوْمَ اَكْثَرَ بَاكِيًا وَبَاكِيَةً مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ."

"جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی آواز فضاؤں میں گونجی، مدینہ کی خواتین اپنی چھتوں پر چڑھ کر بے تاب ہوگئیں۔ لوگ دھاڑیں مار کر روئے اور اس روز خواتین و حضرات خوب روئے۔ اتنا کبھی روتے ہوئے نہ پائے گئے۔" [1]

اس روایت میں دیکھیے، بلال رضی اللہ عنہ کس طرح فرط محبت سے حسنین رضی اللہ عنہما

[1] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن لاثیر رحمہ اللہ، جلد 1، ص: 417۔

کو بار بار چومتے اور گلے لگاتے ہیں۔ ان کے نورانی چہروں میں عکسِ محبوب نظر آتا تھا اور ان کی فرمائش کو پورا کرتے ہیں حالانکہ وہ پختہ عہد کر چکے تھے:

"فَاِنِّیْ لَا اُوَذِّنُ لِاَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ."

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا۔"[1]

سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہوں نے اذان کہنا ترک کر دیا کہ ان کی اذان سننے والی محبوب شخصیت دنیا میں نہ رہی تو اب کسے اذان سنائیں؟

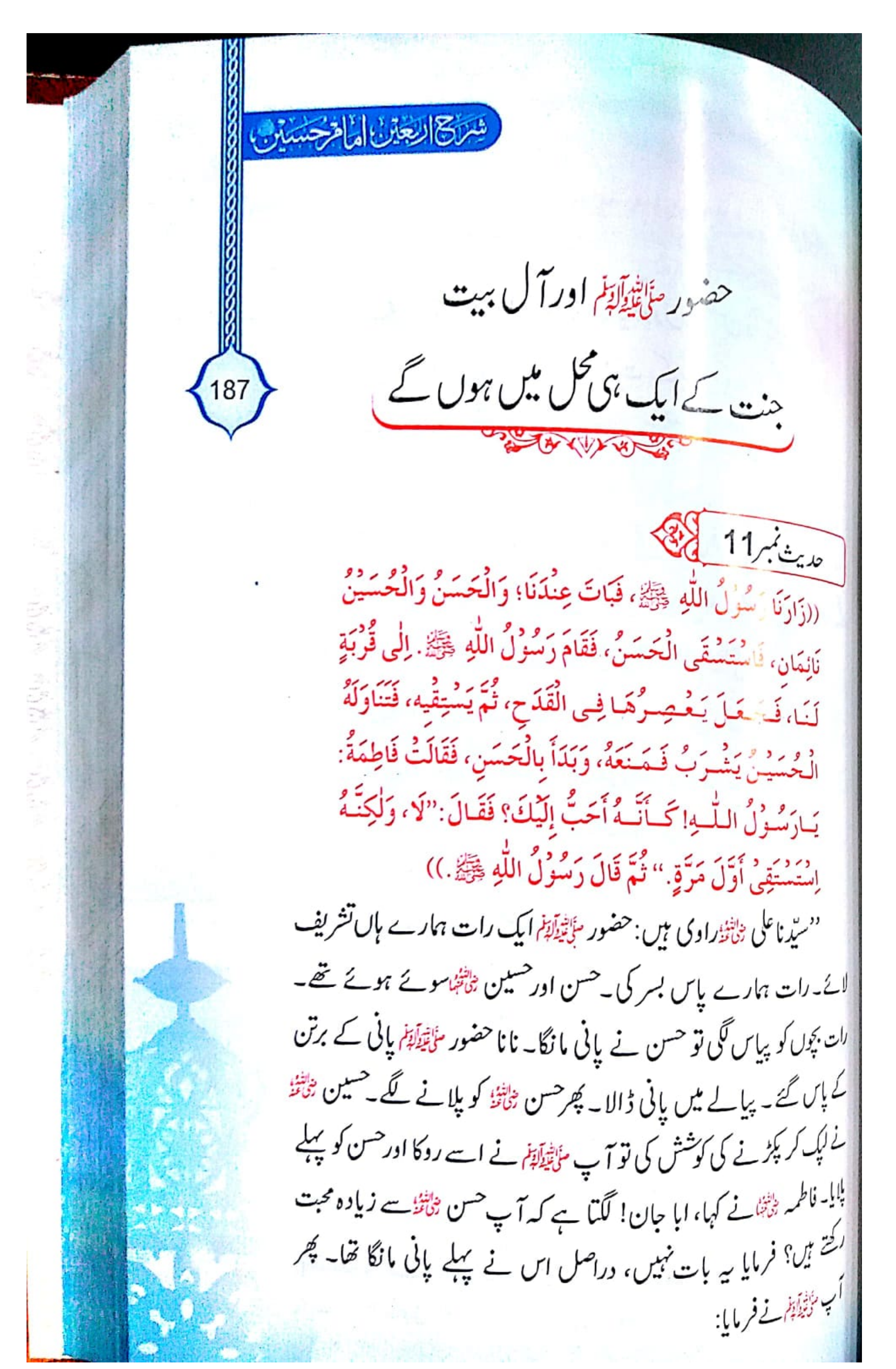
جہاد کے لیے جنگی محاذوں پر چلے گئے۔

مگر حسنین رضی اللہ عنہما کی فرمائش ٹال نہ سکے۔

مدت بعد مدینہ کی فضاؤں میں اذان بلالی گونجی تو صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کو دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آیا، سب پھوٹ کر رونے لگے۔ اذان بلالی نے مدینہ کو پھر سوگوار کر دیا۔ لوگ گھبرائے ہوئے گھروں سے والہانہ نکل کھڑے ہوئے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ تشریف لے آئے ہیں۔



[1] صفة الصفوه لابن الجوزی رحمه الله، جلد 1، ص164.



حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل بیت جنت کے ایک ہی محل میں ہوں گے

حدیث نمبر 11

((زَارَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَبَاتَ عِنْدَنَا، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ نَائِمَانِ، فَاسْتَسْقَى الْحَسَنُ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. اِلٰى قِرْبَةٍ لَنَا، فَجَعَلَ يَعْصِرُهَا فِى الْقَدَحِ، ثُمَّ يَسْتِقْيه، فَتَنَاوَلَهُ الْحُسَيْنُ يَشْرَبُ فَمَنَعَهُ، وَبَدَأَ بِالْحَسَنِ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَأَنَّهُ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ فَقَالَ: "لَا، وَلٰكِنَّهُ اِسْتَسْقٰى أَوَّلَ مَرَّةٍ." ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.))

"سیّدنا علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات ہمارے ہاں تشریف لائے۔ رات ہمارے پاس بسر کی۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سوئے ہوئے تھے۔ رات بچوں کو پیاس لگی تو حسن نے پانی مانگا۔ نانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے برتن کے پاس گئے۔ پیالے میں پانی ڈالا۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ کو پلانے لگے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے لپک کر پکڑنے کی کوشش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے روکا اور حسن کو پہلے پلایا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ابا جان! لگتا ہے کہ آپ حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا یہ بات نہیں، دراصل اس نے پہلے پانی مانگا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اِنِّیْ وَاِیَّاكِ وَهٰذَیْنِ وَهٰذَا الرَّاقِدُ یَعْنِیْ عَلِیًّا یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ یَعْنِیْ فَاطِمَةَ وَوَلَدَیْهَا الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ رضی اللہ عنہم." [1]

"بے شک میں اور تو (فاطمہ) اور یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) اور یہ سویا ہوا شخص یعنی علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز ایک ہی محل میں اکٹھے ہوں گے۔یعنی فاطمہ اور دونوں بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہم"

تشریح:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام جنت میں کیا ہوگا؟ جہاں فرمایا کہ علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما اسی مقام پر ہوں گے۔صحیح بخاری کی حدیث کہ موذن جو کچھ کہتا جائے سامع ساتھ ساتھ دہراتا جائے۔بعد اذان دعا مانگے۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ." [2]

"جو یہ دعا پڑھے گا۔اس کے لیے میری سفارش حلال ہو جائے گی روز قیامت ہمارے مضمون سے متعلق اس دعا کا وہ جملہ ہے، اٰت محمدانِ الوسیلة کہ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ عطا فرمائے۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اَلْوَسِیْلَةُ هِیَ مَا یُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَی الْکَبِیْرِ."

"وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے بڑی ہستی کا قرب حاصل ہوتا ہے۔"

"وَتُطْلَقُ عَلَی الْمَنْزِلَةِ الْعَلِیَّةِ"

---

[1] سلسلة احادیث الصحیحة، جلد 9، حدیث :3319.

[2] صحیح البخاری، کتاب الاذان، حدیث :614.

''اور مطلقاً عالی شان منزل کو کہتے ہیں۔''

صحیح مسلم میں یہ وضاحت الفاظ میں:

''فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِی اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ.''

''جنت کا وہ محل ہے جو ساری مخلوق میں سے ایک ہی بندے کے شایان شان ہے۔'' (یعنی رسول اللہ ﷺ کے لیے) [1]

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ قصر جنت صرف ایک ہی خاندان کے لیے ہے۔ جس میں حضور ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات، سیّدہ فاطمہ وعلی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس میں مستقل قیام پذیر ہوں گے۔ اس عظیم الشان محل کی خصوصیت یہ ہوگی کہ حضور ﷺ کے دو تہائی جنتی امتیوں کے لیے جو شاید اربوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوں ان سب کے لیے اس بے مثل محل میں پوری پوری وسعت اور دلکشی ودلآویزی کی بہت زیادہ کھلی گنجائش ہوگی۔ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی زیارت باسعادت کے لیے زائرین تو اس بلند مرتبہ قصر میں عارضی طور پر جایا کریں گے۔ مگر آپ کے اہل خانہ واہل بیت اس میں عارضی نہیں، بلکہ پکے پکے ہمیشہ کے لیے سکونت پذیر رہیں گے۔ زائرین بعد زیارت نبوی واپس اپنے اپنے محلات میں چلے جایا کریں گے۔ نبوت کا گھرانہ وہیں بسیرا کرے گا۔ اس لیے ہماری عاجزانہ استدعا ہے کہ اہل بیت کے کسی فرد سے ذرا سا بھی دل میں میل آیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عظیم الشان محل میں پہنچ کر زیارت نبوی ﷺ سے محروم رہ جائیں۔ کیونکہ اس محل کے اصل باشندے حضور ﷺ اور ان کے گھرانے کے افراد ہی ہوں گے۔ لہٰذا نہ آل بیت سے بغض رکھیں نہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے۔

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 2، ص:125.

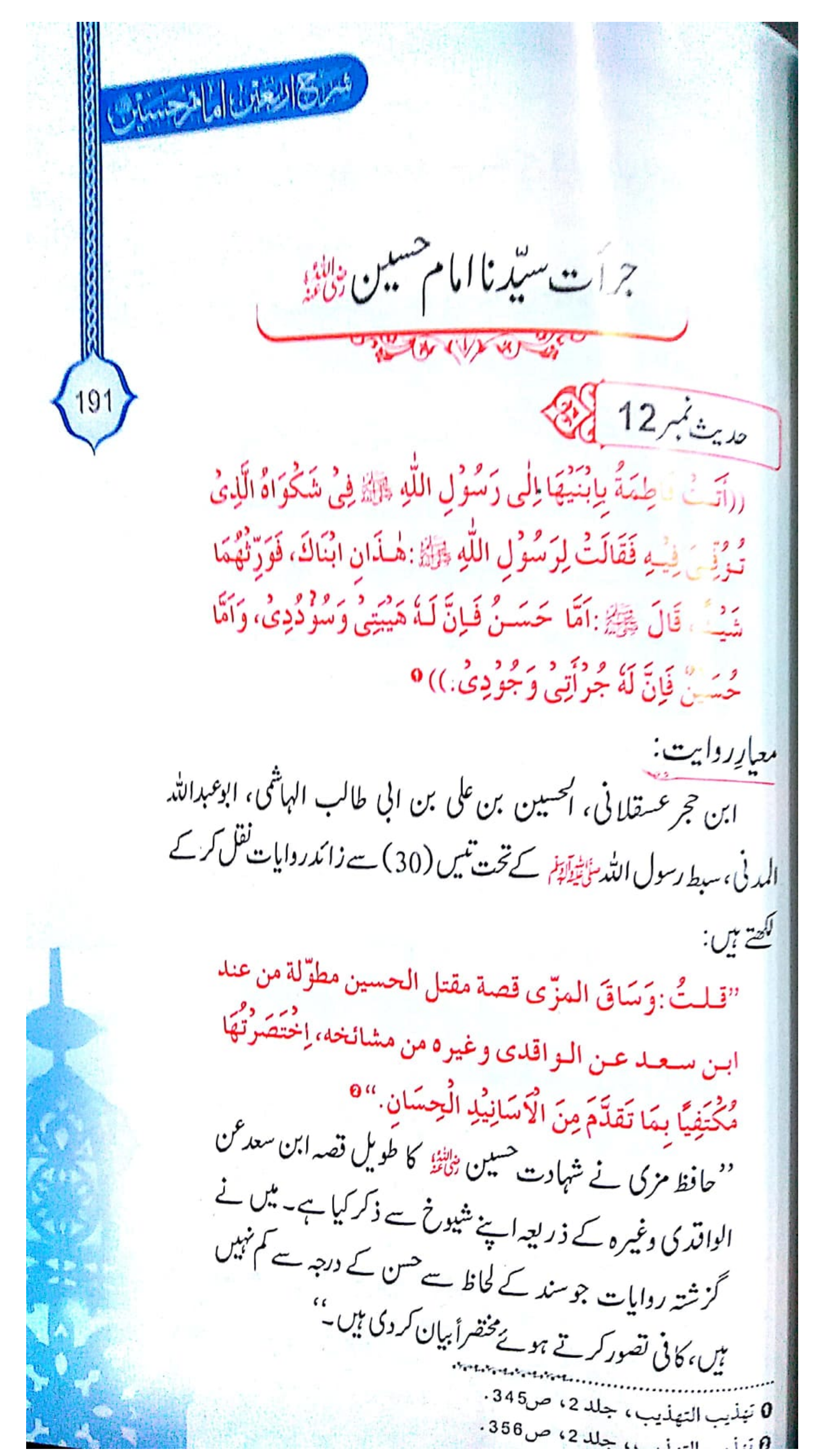
دونوں ہی قابل احترام و قابل محبت ہیں۔

میں دل کو روؤں یا جگر کو
میری دونوں سے آشنائی ہے

* قرآن کریم میں سورہ الطور کی آیت 21 اس حدیث 12 کی تائید و توثیق کرتی ہے۔

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم (اپنے فضل و کرم سے) ان کی ذریت کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ بھی کم نہ کریں گے۔''





جرأت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 12

((اَتَتْ فَاطِمَةُ بِابْنَیْهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ شَکْوَاهُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَقَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: هٰذَانِ ابْنَاكَ، فَوَرِّثْهُمَا شَیْئًا قَالَ ﷺ: اَمَّا حَسَنٌ فَاِنَّ لَهٗ هَیْبَتِیْ وَسُؤْدُدِیْ، وَاَمَّا حُسَیْنٌ فَاِنَّ لَهٗ جُرْأَتِیْ وَجُوْدِیْ.)) [1]

معیارِ روایت:

ابن حجر عسقلانی، الحسین بن علی بن ابی طالب الهاشمی، ابوعبداللہ المدنی، سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت تیس (30) سے زائد روایات نقل کر کے لکھتے ہیں:

"قُلْتُ: وَسَاقَ المزّی قصة مقتل الحسین مطوّلة من عند ابن سعد عن الواقدی وغیره من مشائخه، اِخْتَصَرْتُهَا مُکْتَفِیًا بِمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْاَسَانِیْدِ الْحِسَانِ." [2]

"حافظ مزی نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا طویل قصہ ابن سعد عن الواقدی وغیرہ کے ذریعہ اپنے شیوخ سے ذکر کیا ہے۔ میں نے گزشتہ روایات جو سند کے لحاظ سے حسن کے درجہ سے کم نہیں ہیں، کافی تصور کرتے ہوئے مختصراً بیان کر دی ہیں۔"

[1] تہذیب التہذیب، جلد 2، ص345.

[2] تہذیب التہذیب، جلد 2، ص356.

لہٰذا سند کے اعتبار سے مذکور حدیث نمبر 13 بقول ابن حجر رحمہ اللہ حسن ہے۔ ان شاء اللہ

جملہ معترضہ: ابن حجر رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے لکھا: ھو امیر المومنین فی الحدیث، حیث لم نجد له مثیلا، [1] وہ حدیث میں مسلمانوں کے امیر المومنین ہیں ان کی مثال ہم نہیں پا سکے۔"

ترجمہ حدیث:

"سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مرض الوفات میں تھے، عرض کرنے لگیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ کے دونوں بیٹے ہیں، انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عنایت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن میری ہیبت اور سرداری کی وراثت پائے گا۔ حسین میری جرأت اور سخاوت کا وارث ہوگا۔"

"قال ابن کثیر: فانه سادات المسلمین وعلماء الصحابة، وابن بنت رسول الله ﷺ التی ھی، افضل بناته، وقد کان عابدا وشجاعا وسخیا." [2]

تشریح جرأت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

سعید بن عمرو سے روایت ہے:

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی جرأت و بے باکی کا کچھ حصہ مجھے بھی نصیب ہو جاتا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے

[1] فتاویٰ الشیخ البانی فی المدینة والامارت، ص229.

[2] حاشیہ صحیح تاریخ طبری: جلد 4، ص 76.

فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی فصاحت و بلاغت کا کچھ حصہ مجھے بھی مل جاتا۔ [1]

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

"اَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا مَاتَ كَانَ ابْنُهُ يَزِيْدُ غَائِبًا، فَلَمَّا سَمِعَ بِمَوْتِ اَبِيْهِ قَدِمَ وَقَدْ دُفِنَ."

"بے شک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کا بیٹا یزید، وہاں سے غائب تھا، باپ کی خبر ملنے پر پہنچا تو وہ دفن ہو چکے تھے۔

حکومت سنبھالتے ہی یزید نے گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو حکم لکھ بھیجا:

"اما بعد! فَخُذْ حُسَيْنًا وَعَبْدَ الله بن عمر، وعبد الله بن الزبير بِالْبَيْعَةِ أَخْذًا شَدِيْدًا، لَيْسَتْ فِيْهِ رُخْصَةٌ حَتّٰى يُبَايِعُوْا." والسلام

"حسین، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر سے زبردستی بیعت لے لو اس میں ذرا بھی گنجائش نہیں ہے جب تک کہ وہ میرے لیے بیعت نہ کرلیں۔"

گورنر ولید کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب:

"اَمَّا سَأَلْتَنِيْ مِنَ الْبَيْعَةِ، فَإِنَّ مِثْلِيْ لَا يُعْطِيْ بَيْعَتَهُ سِرًّا."

"آپ نے جو میری بیعت کا پوچھا ہے، یقیناً میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کیا کرتا۔"

مروان وہیں بیٹھا تھا، اس نے گورنر سے کہا: یہ اگر ابھی بیعت نہیں کرتے تو تو کبھی ان پر قدرت نہ پا سکے گا۔ اس شخص کو یہاں محبوس کرلیں، نکلنے نہ

[1] الامام الحسین، عبدالواحد ندوی: ص86۔

دیں۔ حَتّٰی یُبَایِعَ اَوْ تَضْرِبَ عُنُقَهٗ، "جب تک یہ بیعت نہ کرے اس کی گردن اڑا دیں۔"

حضرت حسین بولے:

"یَا ابْنَ الزَّرْقَاءِ! اَنْتَ تَقْتُلُنِیْ اَوْ هُوَ؟"

"اے نیلی آنکھوں والی کے بیٹے! تو مجھے قتل کرے گا یا وہ کرے گا؟"

"کَذَبْتَ وَاللّٰهِ وَاَثِمْتَ."

"اللہ کی قسم! تو نے جھوٹ کہا ہے اور گناہ میں مبتلا ہوا ہے۔" [1]

تصریحات:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا حکومت وقت کو جواب دینا کہ مجھ جیسا خفیہ نہیں علانیہ بیعت کیا کرتا ہے۔ یہ تھی وہ جرأت رندانہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حسین کو میری جرأت، وراثت میں ملے گی۔ پھر مروان کی دیدہ دلیری پر اسے بھی حسین رضی اللہ عنہ نے کھری کھری سنائیں، اگرچہ بنو امیہ و مروان کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے نشۂ اقتدار میں چور لوگوں سے ذرا بھی دب کر بات نہیں کی کیونکہ آپ کی رگوں میں نبوت کا خون گردش کرتا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا: جب عمر بن سعد بن ابی وقاص نے ابن زیاد کو لکھا تین شرائط کے بارے میں تو اس مغرور نے جواب لکھا:

"لَا وَلَا کَرَامَةَ حَتّٰی یَضَعَ یَدَهٗ فِیْ یَدِیْ."

"کوئی شرط قبول نہیں ہے۔ بس حسین میرے ہاتھ میں ہاتھ دے دے۔"

"فَقَالَ الْحُسَیْنُ: لَا وَاللّٰهِ! لَا یَکُوْنُ ذٰلِكَ اَبَدًا." [2]

---

[1] المنتظم لابن الجوزی، الجزء الخامس: ص 322 تا 324.

[2] تہذیب التہذیب، جلد 2: ص 352.

"حضرت حسین نے فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہ ہو سکے گا۔"

یہ جملہ بھی حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق نکلا، کہ حسین کو میری جرأت، وراثت میں ملے گی۔ حسین جانتے تھے کہ گورنر کوفہ ایک ولدالحرام کا بیٹا ہے، اور خونخوار درندہ ہے، اسی لیے یزید نے اسے راضی کر کے دوبارہ گورنر بنایا کہ یہی ظالم، حسین کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ ان سارے شواہد کے باوجود، امام نے ذرا خوف نہیں کھایا اور دوٹوک جواب دے دیا۔

زمانہ خوب واقف ہے ہمارے عزم محکم کا
ہمارے سر قلم ہوتے ہیں لیکن خم نہیں ہوتے

آپ ﷺ نے ایک ناصح کو فرمایا تھا:

"لَا يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْءٌ مِمَّا ذَكَرْتَهُ، وَلٰكِنِّيْ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ يَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا، ثُمَّ ارْتَحَلَ نَحْوَ الْكُوْفَةِ." ⁰

"جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے، ان میں سے کوئی چیز مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے، یعنی مجھے حالات کا سب علم ہے لیکن میں صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کرنے والا ہوں، وہ اپنی رضا کے مطابق جو چاہے گا فیصلہ فرما دے گا۔ یہ کہہ کر امام کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔"

یہ باتیں صاف پتہ دے رہی ہیں کہ امام حسین حالات سے بے خبر نہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے نہایت باخبر اور زیرک انسان تھے۔ وہ دنیا کی چالوں سے بے خبر اور بھولے نہ تھے۔ انہوں نے جو بھی کیا جانتے ہوئے کیا انہیں حکم نبی ﷺ یہی تھا، وہ پورے شرح صدر سے اپنے مقتل کی

⁰ نورالابصار فی مناقب آل بیت النبیؐ المختار ، ص198۔

طرف گئے ہیں۔ اس چیز کے ٹھوس شواہد ان کے سامنے تھے۔

❶ بچپن کی صحیح احادیث جن میں صرف اشارے ہی نہیں تھے بلکہ واضح آسمانی خبریں تھیں کہ وہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

❷ وقت [illegible] اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا جو کہ مسنون ہے، جس کے کر اپنے [illegible] کو کر دیتا ہے۔

حضرت [illegible] امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اِنِّیْ [illegible] نظُرُ مَاذَا یَکُوْنُ؟" ❶

"میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ [illegible] گا۔ پھر دیکھوں گا کیا ہوتا ہے؟"

① علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ یہ روایت بھی لائے ہیں:

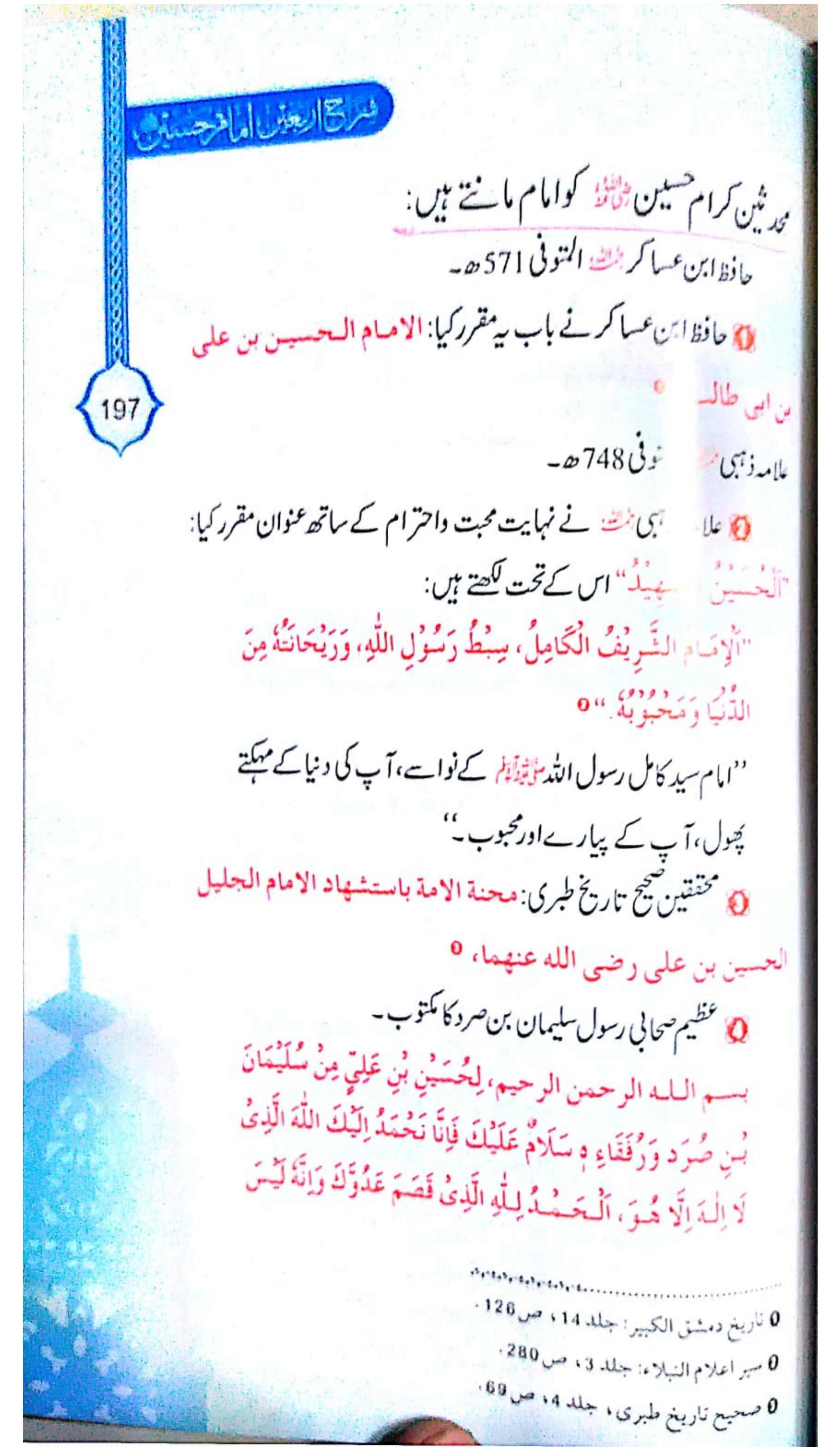
بعد نماز عصر حضرت حسین اپنے بیٹوں کے سامنے تلوار پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اونگھ آ گئی، سر ان کے گھٹنوں میں جھک گیا۔ ان کی ہمشیرہ نے شور سنا تو کہا: حسین! یہ آوازیں نہیں سنتے کتنی قریب آ گئی ہیں، حسین نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور فرمایا:

"اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَنَامِ، فَقَالَ لِیْ: اِنَّكَ تَرُوْحُ اِلَیْنَا" ❷

"میں نے ابھی نیند میں حضور ﷺ کو دیکھا ہے، مجھے فرما رہے ہیں: تو شام تک ہمارے پاس آ رہا ہے۔"

انہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعد ازاں حضور ﷺ کو اپنے خواب میں دیکھ لیا تھا، جو صبح سے خون حسین رضی اللہ عنہ کو شیشی میں جمع فرما رہے تھے۔ ❸

❶ البداية والنهاية، جزء 8، جلد 4 ص162- نور الابصار: ص196.
❷ المنتظم:5/337- البداية والنهاية: جزء8، جلد4، ص178.
❸ مشكوة المصابيح الباني، 6172. حديث صحيح.



محدثین کرام حسین رضی اللہ عنہ کو امام مانتے ہیں:

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 571ھ۔

❶ حافظ ابن عساکر نے باب یہ مقرر کیا: الامام الحسین بن علی بن ابی طالب ❶

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 748ھ۔

❷ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محبت واحترام کے ساتھ عنوان مقرر کیا: "اَلْحُسَیْنُ الشَّهِیْدُ" اس کے تحت لکھتے ہیں:

"اَلْإِمَامُ الشَّرِیْفُ الْكَامِلُ، سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَرَیْحَانَتُهُ مِنَ الدُّنْیَا وَمَحْبُوْبُهُ." ❷

"امام سید کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، آپ کی دنیا کے مہکتے پھول، آپ کے پیارے اور محبوب۔"

❸ محققین صحیح تاریخ طبری: محنة الامة باستشهاد الامام الجليل الحسين بن علي رضي الله عنهما، ❸

❹ عظیم صحابی رسول سلیمان بن صرد کا مکتوب۔

بسم الله الرحمن الرحيم، لِحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ مِنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَرُفَقَاءِهٖ سَلَامٌ عَلَیْكَ فَإِنَّا نَحْمَدُ إِلَیْكَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَصَمَ عَدُوَّكَ وَإِنَّهٗ لَیْسَ

❶ تاریخ دمشق الکبیر: جلد 14، ص 126.

❷ سیر اعلام النبلاء: جلد 3، ص 280.

❸ صحیح تاریخ طبری، جلد 4، ص 69.

عَلَيْنَا إِمَامٌ، فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْمَعُنَا بِكَ."❶

"حسین بن علی کے نام، سلیمان بن صرد اور اس کے رفقا کی طرف سے۔ آپ پر سلامتی ہو! ہم آپ کی خاطر اللہ کی تعریف کرتے اور اس اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں جس نے آپ کے دشمن کا خاتمہ کیا۔ ہمارا کوئی امام نہیں ہے، آپ تشریف لائیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں جمع فرما دے۔"

تشریح:

❶ یہ عظیم صحابی رسول، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو "امام" تسلیم کر کے انہیں کوفہ آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس مکتوب میں صریح لفظ "امام" استعمال کیا گیا۔

❷ اب یہ دیکھیں کہ محدثین کرام، ان صحابی رسول سلیمان بن صرد کے بارے میں کیا لکھتے ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كَانَ خَيِّرًا فَاضِلًا، لَهُ دِينٌ وَعِبَادَةٌ، كَانَ اسْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَسَارًا فَسَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ سُلَيْمَانَ."❷

"وہ بہت خیر اور بھلائی والے فاضل آدمی تھے۔ صاحب دین اور عبادت گزار تھے، ان کا نام جاہلیت میں یسار تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سلیمان رکھا تھا۔"

❸ یہی اوصاف ابن اثیر نے نقل کیے۔❸

❶ المنتظم، علامه ابن الجوزی: جلد 5، ص 327

❷ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب: جلد 2، ص 210.

❸ اسدالغابه فی معرفة الصحابة: جلد 2 ص 548.

- علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا:

"كَانَ خَيِّرًا فَاضِلًا." ❶

"وہ فیاض وکریم اور فاضل آدمی تھے۔"

- علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"كَانَ دِينًا عَابِدًا، خَرَجَ فِي جَيْشٍ تَابُوا إِلَى اللّٰهِ مِنْ خُذْلَانِهِمُ الْحُسَيْنَ الشَّهِيدَ وَسَارُوا لِلطَّلَبِ بِدَمِهِ، وَسُمُّوا جَيْشَ التَّوَّابِينَ." ❷

"وہ بہت دیندار، عبادت گزار تھے، یہ اس لشکر میں نکلے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید کا ساتھ نہ دے سکے تھے (کیونکہ ابن زیاد نے کوفہ میں کرفیو لگا دیا تھا) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے چلے تھے، اس لشکر کا نام "تَوَّابُون" پڑ گیا۔"

- حافظ ابن العماد نے لکھا:

"وَكَانَ لِسُلَيْمَانَ صُحْبَةٌ وَّرِوَايَةٌ." ❸

"سلیمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت بھی نصیب ہوئی اور انہوں نے حدیث رسول بھی روایت کی۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے روافض اور قدریہ کے رد میں بہت اچھی کتاب، علمی دلائل سے پر لکھی ہے۔ یہ کتاب "منهاج السنة" دراصل شیعہ عالم

❶ الاصابة في تمييز الصحابة: جلد 3، ص 144.

❷ سير اعلام النبلاء: جلد 3 ص 395.

❸ شذرات الذهب في اخبار من ذهب، جلد 1 ص 290.

علامہ الحلی المتوفی 726ھ کتاب "منهاج الكرامة فى معرفة الامامة" کے جواب میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔

امام ابن تیمیہ غلو فی الدین سے روکتے ہیں اور مسلک اعتدال کے قائل ہیں۔ وہ آئمہ اہل بیت کے بارے میں جو صحیح چیزیں ہیں انہیں چھانٹ کر الگ کرتے ہیں اور جھوٹی، من گھڑت فضیلتوں کو واضح کرتے ہیں۔ ایک جگہ یہ جملہ تحریر فرماتے ہیں:

"فَاَهْلُ السُّنَّةِ مُقِرُّوْنَ بِاِمَامَةِ هٰؤُلَآءِ فِيْمَا دَلَّتِ الشَّرِيْعَةُ عَلَى الْاِئْتِمَامِ فِيْهِ." ❶

"اہل سنت ان اماموں (یعنی اہل بیت) کی امامت کے اقراری ہیں، شریعت نے جو بھی ان کی (اقتدیٰ) پیروی پر راہنمائی دی ہے، جیسے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما وغیرہم کے لیے ہے۔"

ہمارا نقطہ اس جملہ سے یہ نکلا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "امام" لفظ لکھنے یا بولنے سے، کوئی قیامت برپا نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ ہم اہل سنت ان کی امامت کے اقراری ہیں، قائل ہیں۔

یہ کتاب چونکہ مناظرانہ انداز کی ہے، اس میں مصنف اہل بیت میں غلو کی تردید خوب کرتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ اہل بیت کی توہین ہونے کو ہے تو پھر ان کی حمایت میں ڈٹ جاتے ہیں۔

آگے جا کے لکھتے ہیں:

ناصبیوں (دشمنان اہل بیت) نے دعوے کیے ہیں کہ حسین خارجی ہو گئے تھے، ان کا قتل کرنا جائز تھا، اور دلیل حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش

❶ منهاج السنة: ص193، سطر نمبر 18 جلد 2.

کرتے ہیں: ''کہ جو تمہارے امر واحد اور جماعت میں تفریق ڈالے، اس کی گردن اڑا دو چاہے کوئی ہو۔'' اس غلو ناصبی پر فرماتے ہیں:

''وَاَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ يَرُدُّوْنَ غُلُوَّ هٰؤُلَآءِ.''

''اہل سنت و الجماعت دونوں طرح کے مبالغے کی تردید کرتے ہیں۔''

''وَيَقُوْلُوْنَ اَنَّ الْحُسَيْنَ قُتِلَ مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا.''

''اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ حسین مظلوم شہید کیے گئے۔''

''وَأَحَادِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ الَّتِيْ يَأْمُرُ فِيْهَا بِقَتْلِ الْمُفَارِقِ لِلْجَمَاعَةِ، لَمْ تَتَنَاوَلْهُ فَإِنَّهُ رضی اللہ عنہ لَمْ يُفَارِقِ الْجَمَاعَةَ.''

''جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے کے لیے جو قتل کا حکم ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ پر صادق نہیں آتا، انہوں نے کوئی جماعت نہیں توڑی۔''

''وَلَمْ يُقْتَلْ اِلَّا وَهُوَ طَالِبُ الرُّجُوْعِ اِلٰى بَلَدِهٖ.''

''نہ انہوں نے جنگ کی، وہ تو واپس اپنے شہر پلٹ جانا چاہتے تھے۔''

حالانکہ کوئی بھی رجوع الی البلد کا مطالبہ کرے تو اسے قبول کرنا واجب ہوتا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ جیسے (عظیم) کا مطالبہ نہ مان کر اسے گھیر کر مار ڈالنا یہ کہاں سے جائز ہو گیا۔ ✪

چند صفحات پیچھے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وَاَمَّا مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ فَلَا رَيْبَ اَنَّهٗ قُتِلَ مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا، كَمَا قُتِلَ اَشْبَاهُهٗ مِنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الشُّهَدَآءِ، وَقَتْلُ الْحُسَيْنِ مَعْصِيَةٌ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مِمَّنْ قَتَلَهٗ، اَوْ اَعَانَ عَلٰى قَتْلِهٖ، اَوْ رَضِيَ بِذٰلِكَ، وَهُوَ مُصِيْبَةٌ اُصِيْبَ بِهَا الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ

✪ منهاج السنة: جلد2، ص369، سطر نمبر 11۔

أَهْلِهٖ وَغَيْرِ أَهْلِهٖ، وَهُوَ فِيْ حَقِّهٖ شَهَادَةٌ لَهٗ، وَرَفْعُ دَرَجَةٍ وَعُلُوُّ مَنْزِلَةٍ. فَإِنَّهٗ، وَأَخَاهُ سَبَقَتْ لَهُمَا مِنَ اللّٰهِ السَّعَادَةُ الَّتِيْ لَا تُنَالُ إِلَّا بِنَوْعٍ مِّنَ الْبَلَاءِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُمَا مِنَ السَّوَابِقِ مَا لِأَهْلِ بَيْتِهِمَا، فَإِنَّهُمَا تَرَبَّيَا فِيْ حِجْرِ الْإِسْلَامِ، فِيْ عِزٍّ وَأَمَانٍ، فَهٰذَا مَاتَ مَسْمُوْمًا، وَهٰذَا مَقْتُوْلًا، لِيَنَالَا بِذٰلِكَ مَنَازِلَ السُّعَدَاءِ، وَعَيْشَ الشُّهَدَاءِ.'' [1]

''حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بلا شبہ مظلوم شہید کا ہے۔ وہ مظلوم شہید قتل کیے گئے۔ جیسے انہی کی طرح گزشتہ مظلوم شہداء ہوئے۔ جنہوں نے بھی قتل کیا، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ جنہوں نے ان کے قتل میں مدد دی، یا ان کے قتل پر خوش ہوئے، وہ سب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان ٹھہرے۔ ان کا صدمہ مسلمانوں نے اور غیروں نے برداشت کیا، وہ اپنے حق میں، شہادت پا گئے، بلند درجے، عالی مرتبے پا گئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بڑے بھائی، سعادت الٰہی کا پہلے ہی فیصلہ پا چکے تھے۔ (یعنی تقدیرالٰہی سے) اس عظیم سعادت کو حاصل کرنے کے لیے، بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا ضروری تھا۔ وہ اپنے سابقہ اہل بیت کے مرتبوں پر اسی طرح پہنچ سکتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے اسلام کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ عزت وراحت میں پروان چڑھے تھے۔ بالآخر ایک کو زہر پلا کر شہید کیا گیا۔ دوسرے کو قتل ناحق سے شہید کیا گیا۔ تاکہ یہ دونوں رسول

[1] منہاج السنۃ جلد 2، ص355، سطر نمبر 11۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے خوش قسمت لوگوں کے مرتبے پا
سکیں اور شہداء کی زندگی کو اپنا سکیں۔"

باقی رہی یہ بات کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بنوامیہ کی حمایت کرتے ہیں، ہمارا
ان کے بارے میں ایسے ہی حسن ظن ہے جیسے ائمہ اربعہ کے بارے میں ہے۔
ہر امام کو اپنے اپنے زمانے میں جتنا علم پہنچا، دیانتداری سے اسے آگے منتقل
کرتے رہے۔ لیکن ہر ثقہ امام کے بعد والے امام کی معلومات میں اضافہ ہوتا
رہا۔ کیونکہ اس کے پیش نظر امام سابق کا بھی علم ہوتا تھا اور اپنا بھی۔ اسی طرح
تاریخی معلومات ہیں جیسے جیسے دیانتداری محققین، غیر متعصب رہ کر، ریسرچ
کے کام کو آگے بڑھاتے جائیں گے۔ حقیقتیں نکھر کر سامنے آجاتی جائیں گی۔
ان شاء اللہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جو تاریخی معلومات اپنے زمانے میں مل سکیں، ان
کی بنیاد پر وہ لکھ کر چلے گئے۔ امام صاحب کے بارے میں حافظ ذہبی نے
یہاں تک کہہ دیا کہ یصدق علیہ ان یقال کل حدیث لا یعرفہ ابن
تیمیہ فلیس بحدیث، ● "ان کے متعلق یہ کہنا درست ہوگا کہ جس حدیث
کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نہیں جانتے، وہ حدیث ہی نہیں ہے۔" یہ تو تھا ان کا علمی
مقام، بہت خدمات ہیں ان کی راہِ حق میں خود بھی سخت آزمائشوں سے
گزرے۔ لیکن کامل شخصیت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔
علم کے بحر بیکراں ہونے کے باوجود نبی نہیں ہیں۔ لِكُلِّ عَالِمٍ زَلَّةٌ، "ہر
عالم کے لیے لغزش اور ٹھوکر کھانا ہے۔
ہمارے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے محدث عظیم، علامہ ناصر الدین

● تاریخ دعوت وعزیمت، جلد 2، ص 128. (علی میاں ندوی)

البانی رحمہ اللہ پیدا فرما دیئے۔ حدیث پر بہت تحقیقی کام کر گئے۔ اسی طرح اللہ کریم ہر دور میں کوئی نہ کوئی نابغہ روزگا پیدا کر کے اپنے کرشمے دکھاتا رہتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کرتے رہتے ہیں اور قیامت تک ایسے محقق ومجدد اٹھتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

علامہ البانی رحمہ اللہ نے انہی کے مجموعہ الفتاویٰ" کی ایک حدیث (مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں دوست اور حامی ہوں، علی اس کے دوست اور حامی ہیں۔ اے اللہ! اس کی حمایت فرما جو ان کی حمایت کرے اور اس کی دشمنی تو بھی کر جو اس کی دشمنی کرے۔"

البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اِنِّیْ رَأَیْتُ شَیْخَ الْاِسْلَامِ ابْنَ تَیْمِیَةَ، قَدْ ضَعَّفَ الشَّطْرَ الْاَوَّلَ مِنَ الْحَدِیْثِ، وَاَمَّا الشَّطْرَ الْاٰخَرَ، فَزَعَمَ اَنَّهٗ کَذِبٌ وَهٰذَا مِنْ مُبَالَغَاتِهِ النَّاتِجَةِ فِیْ تَقْدِیْرِیْ مِنْ تَسَرُّعِهٖ فِیْ تَضْعِیْفِ الْاَحَادِیْثِ قَبْلَ اَنْ یَّجْمَعَ طُرُقَهَا وَیُدَقِّقَ النَّظَرَ فِیْهَا." [1]

"میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو دیکھا، انہوں نے مذکور حدیث کے پہلے جملے کو ضعیف قرار دے دیا، اور دوسرے جملے کو جھوٹ کہہ دیا۔"

② علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ المتوفی 852ھ نے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ المتوفی 728ھ کے بہت عمدہ محاسن لکھے ہیں:

[1] سلسلة احاديث الصحيحة، جلد 4: ص344، حديث نمبر 1750.

"وَاَنَا لَا اَعْتَقِدُ فِيْهِ عِصْمَةً، بَلْ اَنَا مُخَالِفٌ لَهُ فِيْ مَسَائِلَ اَصْلِيَّةٍ وَفَرْعِيَّةٍ فَاِنَّهُ كَانَ مَعَ سَعَةِ عِلْمِهِ، وَفَرْطِ شَجَاعَتِهِ، وَسَيَلَانِ ذِهْنِهِ وَتَعْظِيْمِهِ لِحرمَانِ الدِّيْنِ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ." 0

"ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں معصوم عن الخطا کا عقیدہ نہیں رکھتا، بلکہ ان کے بعض اصولی وفروعی مسائل کے بارے میں، ان کے مخالف ہوں۔ باوجود اس کے کہ ان کی وسعت علم، نہایت درجہ بہادری، ذہنی روانی، حفاظت دین کی عظمت سب مسلم ہیں۔ مگر وہ انسانوں میں سے ایک بشر ہی ہیں۔"

③ اسی طرح علامہ ابن حزم الظاہری الاندلسی رحمہ اللہ:

ان کے بارے میں الشیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا:

"وَكَانَ اَحَدُ الْمُجْتَهِدِيْنَ، مَا رَاَيْتُ فِيْ كُتُبِ الْإِسْلَامِ فِي الْعِلْمِ مِثْلَ "الْمُحَلّٰى" لِاِبْنِ حَزْمٍ."

"وہ مجتہدین میں سے ایک مجتہد ہیں۔ میں نے اسلامی علم پر کتاب "المحلی" جیسی نہیں دیکھی۔ بہت ساری تصانیف تحریر کیں، علم کا خزانہ ہیں۔"

علامہ البانی رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"فَهٰذَا ابْنُ حَزْمٍ مَثَلًا، لَا يَعْرِفُ التِّرْمِذِيَّ وَابْنَ مَاجَةَ وَلَا كِتَابَيْهِمَا."

مثلاً: "یہ ابن حزم ہیں جو ترمذی اور ابن ماجہ کو جانتے ہی نہیں، نہ ان کی کتابوں سے واقف ہیں۔"

---

0 الدرر الكامنة، المجلد، ص 91.

❺ "وَقَدْ تَبَيَّنَ لِيْ أَنَّ الْحَافِظَ عَبْدَ الْحَقِّ الْأَشْبِيْلِيَّ مِثْلُهُ

"...یقینی طور پر معلوم ہوا کہ حافظ عبدالحق اشبیلی بھی انہی کی طرح ہیں۔"

"فَإِنَّهُ لَا عِلْمَ عِنْدَهُ أَيْضًا بِسُنَنِ ابْنِ مَاجَةَ، وَلَا بِمُسْنَدِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ." ❶

"سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کا انہیں بھی علم نہ تھا۔"

علامہ ابن حزم جوانی کے بانکپن میں ریشمی لباس پہنتے تھے، عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔

فقہ پڑھنے کا سبب:

ایک بار کسی کی نماز جنازہ پڑھنے مسجد میں گئے، اس وقت ان کی عمر چھبیس (26) سال تھی۔ مسجد میں جا کر بیٹھ گئے، ایک آدمی نے کہا: اے جوان! اٹھو! دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھو۔ کہتے ہیں، میں اٹھا اور دو رکعت ادا کیں۔ جنازے سے واپس آئے تو ایک دوسری مسجد میں چلا گیا، جاتے ہی مسجد میں دو رکعت پڑھنے لگا تو کسی نے کہا: بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ یہ نماز کا وقت نہیں ہے۔ یہ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ میں مسجد سے غمگین واپس آیا۔ میں نے اپنے فنون کے استاد سے عرض کی: دُلَّنِيْ عَلٰى دَارِ الْفَقِيْهِ، مجھے عالم دین کا مرکز بتائیں۔ میں فقہی مسائل سیکھنا چاہتا ہوں، یعنی 26 سال کی عمر میں علم دین سیکھنا شروع کیا۔ تین سال موطا امام مالک پر لگائے۔ سات برس ابن العربی کے زیر سایہ رہے۔ ❷
ابن حزم رحمہ اللہ شاعر و ادیب بھی زبردست تھے۔ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

❶ سلسلة صحيحة جلد 1: ص771. ❷ سير اعلام النبلاء، جلد 18، ص 199

أنا الشَّمْسُ فِيْ جَوِّ الْعُلُوْمِ مُنِيْرَةٌ
وَلٰكِنَّ عَيْبِيْ اَنَّ مَطْلَعِيَ الْغَرْبُ ٥

''میں علوم کی فضاؤں میں روشنی پھیلانے والا سورج تھا لیکن میرا قصور صرف یہ ہے کہ میرا مطلع مغرب میں ہے یعنی سورج کا طلوع مشرق سے ہوتا ہے مگر میں مغرب کا رہنے والا ہوں۔''

ان حوالوں سے مطلوب:

مذکورہ حوالوں کا مقصود صرف یہ ہے کہ ہمارے بڑے آئمہ کی تحقیقات سے بھر پور استفادہ کیا جائے لیکن کسی مقام پر پہنچ کر اپنے دماغ کو تالا نہ لگا بیٹھیں کہ بس یہی حرف آخر ہے۔ ''رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا'' کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے سائنسی علوم، صبح و شام نئی سے نئی ریسرچ پیش کرتے رہتے ہیں ویسے ویسے ہی عصری تقاضوں کے مطابق دینی علوم سے مسائل مستنبط کرتے رہیں۔ تاکہ حالات حاضرہ کے درپیش مسائل کا حل نکلتا رہے۔ اسی طرح حدیث شریف کے کتنے ہی ذخیرے، ابھی تک اہل علم کی نظروں سے اوجھل ہیں، اللہ کرے کوئی نیا علامہ البانی پیدا ہو، اور وہ مزید صحیح وضعیف ذخائر کو الگ کر کے امت پر احسان عظیم فرمائے۔ آمین

امام شعرانی نے لکھا:

''وَلَوْ جَآءَ الْاَئِمَّةُ الْيَوْمَ لَرَجَعُوْا عَنْ كَثِيْرٍ مِّنْ آرَائِهِمْ بِسَبَبِ غِيَابِ كَثِيْرٌ مِّنَ السُّنَّةِ فِيْ زَمَنِهِمْ، وَجَمْعَهَا بَعْدَهُمْ، مِنْ قِبَلِ عُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ مِنَ الثغور وَالْاَمْصَارِ. ''٥

٥ سیر اعلام النبلاء، جلد 18، ص 208۔
٥ المیزان الکبری، بحوالہ تحفۃ العروس:189۔

''اگر آئمہ کرام آج آجائیں تو انہیں اپنے کتنے ہی آراء سے رجوع کرنا پڑے، کیونکہ ان کے زمانے میں سنت (حدیث) اکثر غائب تھی۔ جو ان کے بعد مدون ومرتب ہوئی، علماء حدیث نے مختلف علاقوں اور ملکوں میں سے لکھ کر تدوین حدیث کر دی۔''

اسی طرح تاریخ المسلمین پر لکھے گئے ذخائر کی غیر جانبدارانہ ریسرچ کی شدید ضرورت ہے، جو صحیح احادیث ومحدثین کے مطابق ہو۔ یہ بھی یاد رہے جن کتابوں کو تاریخ اسلام کہا جاتا ہے وہ اسلام کی تاریخ نہیں ہے بلکہ وہ مسلمانوں کی تاریخ ہے۔ اسلام صاف ستھرا مذہب ہے، مسلمانوں میں بہت گند تھا، دونوں کو ایک نہ کریں۔

آج کے محققین:

نہایت افسوس ہوتا ہے جب ہم آج کے بیشتر محققین کے کام دیکھتے ہیں۔ آدمی بڑے شوق سے کوئی ایسی کتاب خریدتا ہے، جس پر تحقیق وتخریج وتعلیق وغیرہ کا دعویٰ لکھا ہوتا ہے جس وقت اندر سے مطالعہ کرتا ہے تو تحقیق کے نام پر ان کی اپنی پسند کی چیزیں ملتی ہیں۔ جو صریح علمی خیانت ہوتی ہے۔ مثلاً میں نے جب کسی مکتبہ میں صحیح وضعیف ''تاریخ طبری'' کا سیٹ دیکھا تو فوراً خرید لایا۔ 13 جلدوں میں، چار محققین عرب کے نام اوپر لکھے ہوئے ہیں۔ اور دار ابن کثیر دمشق بیروت سے طبع شدہ ہے۔ پورے زور شور سے بنو امیہ کے دفاع میں طویل وعریض حاشیے چڑھائے ہوئے ہیں۔

میں چونکہ تاریخ کا نہیں حدیث کا طالب علم ہوں، میں جو صحیح احادیث اور محدثین کی تحقیقات کو پہلے سے دیکھ چکا تھا ان جدید محققین کا ایک ایک جھوٹ میرے سامنے واضح ہوتا گیا۔

①علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے، عربی زبان میں بلوغ المرام کی شرح لکھی، ایک دن اس کا اردو ترجمہ نظر سے گزرا، تو دیکھتے ہی طبیعت پر بوجھ آ گیا کہ علامہ صاحب نے یہ کیا لکھ دیا ہے۔ کیونکہ میں ان کی علمی عظمت کا معترف تھا، خیر میں نے اس مقام پر سرخ نشان لگا لیا۔ کچھ عرصے بعد کیلی فورنیا ریاست سے مجھے ایک مطالعہ کے شوقین نوجوان نے ٹیلی فون کیا، تو یہی سوال اس نے میرے آگے رکھا۔ میں نے کہا: بھئی! میں تو پہلے ہی اس پر نشان لگا کے بیٹھا ہوں۔ بالآخر اس نوجوان نے علامہ مرحوم کی ''اتحاف الکرام'' اصل عربی کتاب انٹرنیٹ پر تلاش کر کے وہ مقام دیکھا تو بالکل الٹ نکلی۔ پھر ہم علامہ مبارکپوری کو دعائیں دینے لگے کہ انہوں نے حقیقت لکھی مگر ترجمہ وتشریح کرنے والوں نے مکمل علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے۔ اپنے ذاتی خیالات کو اس کے اندر درج کر کے، علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی بدنامی کا سامان پیدا کیا۔

②ایک بار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ''فقہ اکبر'' میں کچھ دیکھنا تھا، تو وہ مسئلہ ملتا ہی نہیں تھا۔ بہت پریشان ہوا حالانکہ یہ کتاب بیروت کی چھپی ہوئی ہے۔ بالآخر پاکستان سے مکتبہ رحمانیہ کی طبع شدہ وہی کتاب ''الفقہ الاکبر'' جب کھول کر دیکھی تو وہ مسئلہ مل گیا۔ اب آپ اندازہ کر لیں، یہ تحقیق وتخریج ہو رہی ہے۔ جو چیزیں اپنے ذوق کے مطابق نہیں ہیں، ان کو کتابوں سے تحقیق کے نام پر نکالا جا رہا ہے۔ اور جو چیزیں اپنی پسند کی ہیں انہیں دوسروں کی کتابوں میں شامل کیا جا رہا ہے اور ان مرحومین کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

③رئیس المحدثین امام بخاری نے حدیث نمبر 3748 میں حسین علیہ السلام لکھا

مگر مطبوعات دارالسلام نے یہ علمی نیکی کی کہ ''علیہ السلام'' نکال دیا یہ ہے
ریسرچ کے نام پر علمی دیانت۔

اسی لیے ضرورت ہے:

اسی لیے شدید ضرورت ہے کہ علم کے نام پر جہالت کا پول کھولا جائے
اور دینی و علمی کام میں سب سے پہلے صداقت و دیانت کو ترجیح دی جائے۔
اپنے اپنے مسلکوں اور فرقوں کی خاطر جھوٹ نہ بولا جائے۔ سچ کا دامن ہمیشہ
تھام کے رکھیں۔ کیونکہ اسلام کی اور نبوت کی بنیاد سچائیوں اور صداقتوں پر ہے
جو اللہ تعالیٰ نے خود قائم فرمائی ہے۔

مسلکوں کو سچا ثابت کرنے کے بجائے، اسلام کی سچائیوں کو اپنائیں اور
عام کریں۔

﴿وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۫﴾ (المآئدة: 8)

''کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ،
عدل کرو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔'' (فرمان الٰہی)



احترام حسین رضی اللہ عنہ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

"سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنی زمین کی طرف نکلے جو حرہ سے باہر تھی اور ہم پیدل چل رہے تھے۔ اچانک سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اپنے خچر پر سوار آگے سے آ رہے تھے۔ فوراً خچر سے اتر کر خچر سواری کے لیے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! اس پر سوار ہو جائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اچھا نہ لگا۔ مگر نعمان رضی اللہ عنہ اللہ کی قسمیں ڈال رہے تھے۔ بمشکل امام حسین رضی اللہ عنہ سوار ہونے کو تیار ہوئے اور فرمایا: نعمان رضی اللہ عنہ! آپ نے قسمیں کھا کر مجھے مجبور کیا ہے۔ لہٰذا آگے (فرنٹ سیٹ پر) آپ بیٹھیں، میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔ کیونکہ میں نے اپنی والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنی ہے۔"

"اَلرَّجُلُ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهٖ وَصَدْرِ فِرَاشِهٖ وَالصَّلَاةِ فِیْ مَنْزِلِهٖ اِلَّا اِمَامًا یَجْمَعُ النَّاسُ عَلَیْهِ."

"آدمی اپنی سواری پر آگے بیٹھنے، اپنے بستر پر آگے بیٹھنے اور اپنی مسجد میں امامت کروانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ البتہ وہ امام جس پر لوگ متفق ہوں اس سے مستثنیٰ ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی کو اجازت دے۔"

...ان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر نے بالکل سچ فرمایا۔ میں
...ں اپنے والد بشیر رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی سنا تھا۔ جیسے فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔ لیکن
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر میں یہ بھی فرما دیا۔ اِلَّا مَنْ اَذِنَ مگر جسے وہ اجازت دے۔

''فَرَكِبَ حُسَيْنٌ عَلَى السَّرْجِ وَرَدِفَهُ الْأَنْصَارِيُّ.''

''سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ آگے سوار ہوئے اور نعمان انصاری رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے بیٹھے۔''[1]

تشریح:

اس حدیث شریف میں احترام حسین رضی اللہ عنہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

1. سیّدنا نعمان رضی اللہ عنہ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی سواری سے نیچے اتر آنا کس قدر محبت واحترام ہے؟
2. اپنی سواری امام کے لیے پیش کر دینا اور قسمیں کھا کھا کر منت سماجت کرنا۔
3. سواری پر آگے بیٹھنے کے بجائے امام کے پیچھے بیٹھنا۔ یہ تھا محبت و احترام اہل بیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ نعمان وہی ہیں جو۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بارہ ہزار (12000) کوفیوں نے بیعت کی تو یزید کا ایک حامی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کے کہتا ہے۔ ''اِنَّكَ ضَعِيْفٌ اَوْ مُسْتَضْعَفٌ قَدْ فَسَدَ الْبَلَدُ.''......

بے شک تو کمزور حاکم یا بے بس ہے۔ سارا شہر باغی ہو گیا ہے۔

سیّدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے اس حامیِ یزید کو تاریخی جواب دیا:

"لَاَنْ اَكُوْنَ ضَعِيْفًا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَوِيًّا فِيْ مَعْصِيَتِهٖ مَا كُنْتُ لِاَهْتِكَ سِتْرًا."

"اللہ کی فرمانبرداری میں، میں کمزور ہو جاؤں تو مجھے یہ محبوب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو کر طاقتور بنوں۔ میں پردے کو پھاڑ نہیں سکتا۔ یعنی میں ان کو رسوا نہیں کروں گا۔"

پھر اسی سرکاری چغل خور نے یزید کو لکھ بھیجا۔ یزید نے یہ مکتوب پڑھتے ہی اپنے مشیر خاص عیسائی غلام سرجون کو بلایا اور اس سے مشورہ کیا۔ اس عیسائی نے مشورہ دیا کہ نعمان رضی اللہ عنہ کے بجائے عبید اللہ بن زیاد ہی کوفہ کو ٹھیک کر سکتا ہے۔ حالانکہ قبل ازیں یزید عبید اللہ بن زیاد سے ناراض تھا اور یزید اسے بصرہ کی حاکمیت سے معزول کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

رومی عیسائی سازش:

(قیصر روم اپنی چال چلتا رہا۔ بڑی اسکیم کے تحت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر عیسائی عورت میسون کو مسلمان بنا کے داخل کیا اسی سے یزید پیدا ہوا جس کی پرورش عیسائی قبیلے کے ننھیال میں ہوئی۔ اس نومسلم بیوی کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے طلاق بھی دے دی تھی۔ عیسائیوں کی گہری سازش تھی کہ مرکزی مسلم حکومت میں اپنے مشنری لوگ داخل کرے۔ انہی میں سے یہ خصوصی مشیر "سرجون" بھی تھا۔ جس نے یزید کو ابن زیاد کا مشورہ دے کر گورنر کوفہ بنوایا اور میدان کربلا میں خاندان نبوت کو کچل دیا اور عیسائی دنیا اپنے مباہلہ کی ہزیمت کا انتقام لینے میں کامیاب ہوئی۔ (جیسا کہ عصر حاضر میں یاسر عرفات کے گھر میں پوری منصوبہ بندی کر کے ایک عیسائی عورت داخل کی گئی۔ جس کا ناکام انجام دنیا نے دیکھ لیا۔)

یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ میں تجھ سے اب راضی ہو گیا ہوں۔ لہٰذا بصرہ
کی گورنری کے ساتھ ساتھ تجھے کوفہ کا بھی گورنر بناتا ہوں اور اسے حکم دیا کہ مسلم
بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کے اسے قتل کر دے۔ ❶

یزید کا جیالا گورنر ابن زیاد لعنتی:

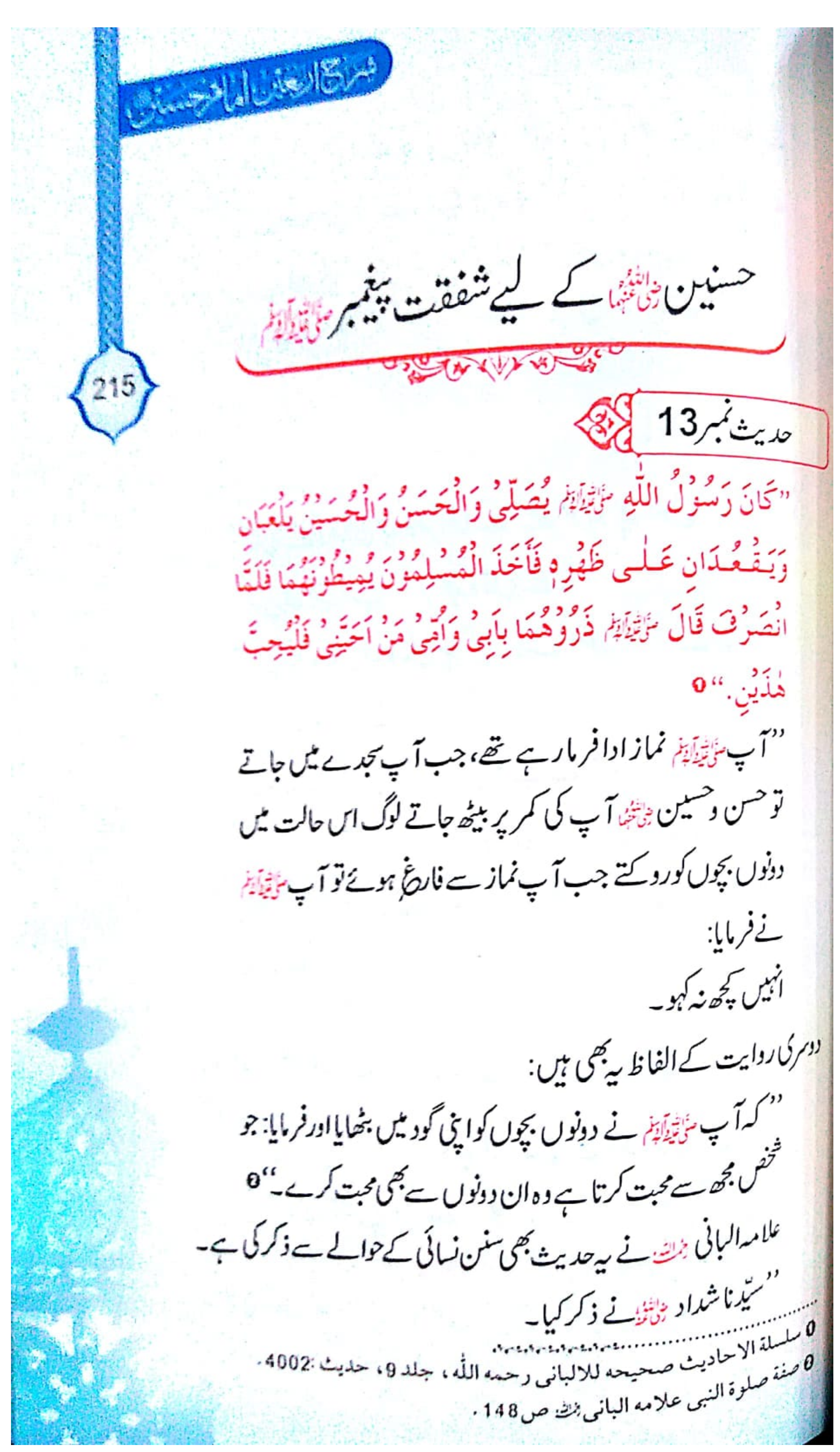
پھر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کافی تفصیل لکھی ہے کہ ابن زیاد نے کیسے جلاد بن کر اہل بیت کو تہ تیغ کیا۔ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحریر کے مطابق یہ ان لوگوں کا رد ہے کہ یزید بے گناہ تھا یہ سب کچھ ابن زیاد نے کیا تھا؟ نہیں، بلکہ اہل بیت کو کچلنے کے لیے یزید نے سیّدنا نعمان رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے اپنے عیسائی مشیر خاص ''سرجون'' کے مشورہ سے معتوب ابن زیاد کو راضی کر کے کوفہ، قتل صالحین کا انتظام اس کے سپرد کیا۔ جو قتل صالحین کا مشتاق جلاد تھا۔ دوسری دلیل یزید کے مجرم ہونے کی یہ ہے کہ جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمائی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ: ① یزید نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کو برملا برا نہ کہا۔ ② نہ ان کا انتقام لیا نہ ان کے خون کا (قصاص) بدلہ لیا۔ ③ یہ سب اس پر واجب تھا۔ اسی بنا پر اہل حق اسے ملامت کرتے ہیں کہ جو واجب کام تھا وہ چھوڑ دیا اور دیگر کاموں میں لگ گیا۔ ❷

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْأَلْ وَسَلْ عَنْ قَرِيْنِهِ
فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارِنِ يَقْتَدِيْ
(عدی بن زید)

''آدمی کے بارے میں مت پوچھ بلکہ اس کے دوست سے پوچھ۔ ہر دوست اپنے دوست کا پیروکار ہوتا ہے۔''

❶ الاصابه فی تمییز الصحابة لابن حجر رحمه الله، جلد 2، ص: 69، 70۔

❷ فتاوی ابن تیمیه رحمه الله، جلد 2، ص: 253۔



حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے شفقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث نمبر 13

"كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُصَلِّيْ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ وَيَقْعُدَانِ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَأَخَذَ الْمُسْلِمُوْنَ يُمِيْطُوْنَهُمَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَرُوْهُمَا بِاَبِيْ وَاُمِّيْ مَنْ اَحَبَّنِيْ فَلْيُحِبَّ هٰذَيْنِ." ❶

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، جب آپ سجدے میں جاتے تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ کی کمر پر بیٹھ جاتے لوگ اس حالت میں دونوں بچوں کو روکتے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انہیں کچھ نہ کہو۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں:

"کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں بچوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔" ❷

علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بھی سنن نسائی کے حوالے سے ذکر کی ہے۔

"سیّدنا شداد رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا۔

❶ سلسلة الاحاديث صحيحه للالبانی رحمه الله، جلد 9، حديث: 4002.
❷ صفة صلوة النبی علامه البانی رحمه الله ص 148.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ بچے کو نیچے بٹھا کر نماز کے لیے آگے بڑھے، نماز کی تکبیر کہی، نماز پڑھی نماز میں سجدہ لمبا کیا،

راوی شداد نے کہا:

''فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ وَاِذَا الصَّبِیُّ عَلٰی ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ سَاجِدٌ.''

''میں نے دوران سجدہ سر اٹھا کے دیکھا تو وہ بچہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں تھے۔''

''میں پھر واپس سجدہ میں چلا گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل پڑھا لی تو لوگوں نے کہا:

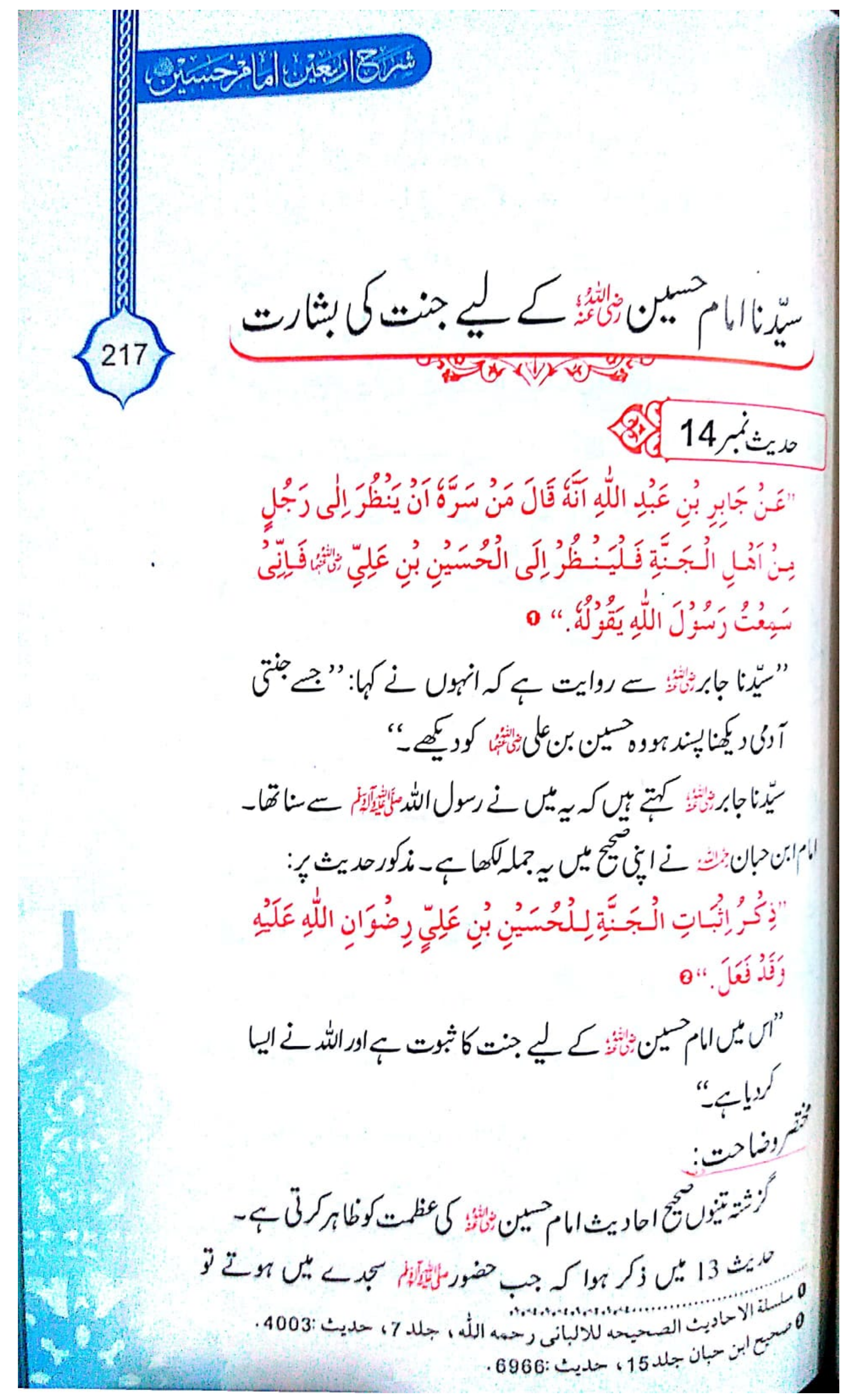
اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج آپ نے معمول کے خلاف سجدہ لمبا کر دیا تو ہمیں گمان گزرا شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے یا آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے کوئی چیز نہ ہوئی۔

''وَلٰكِنِ ابْنِیْ ارْتَحَلَنِیْ فَكَرِهْتُ اَنْ اُعَجِّلَهٗ حَتّٰى يَقْضِیَ حَاجَتَهٗ.''

''بس میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ میں نے جلد بازی سے کام نہ لیا کہ یہ اپنا شوق پورا کر لے۔'' [1]



[1] صفۃ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للالبانیؒ، ص148، سنن نسائی، حدیث:1140



سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت

حدیث نمبر 14

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ قَالَ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُهُ." ❶

"سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "جسے جنتی آدمی دیکھنا پسند ہو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھے۔"

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ جملہ لکھا ہے۔ مذکور حدیث پر:

"ذِكْرُ اِثْبَاتِ الْجَنَّةِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَعَلَ." ❷

"اس میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کا ثبوت ہے اور اللہ نے ایسا کردیا ہے۔"

مختصر وضاحت:

گزشتہ تینوں صحیح احادیث امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔

حدیث 13 میں ذکر ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہوتے تو

❶ سلسلة الاحاديث الصحيحه للالبانی رحمه الله، جلد 7، حديث :4003.
❷ صحيح ابن حبان جلد 15، حديث :6966.

حسنین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کو سو[illegible] لیے۔ آپ ﷺ نے ان کی خاطر سجدہ اتنا لمبا کر دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم [illegible] گئے کہ شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا۔ اگر صحابہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کو حضور ﷺ کی کمر سے اتارنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ:

"جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔"

اب جو ناصبی لوگ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حکومت وقت کے خلاف کیوں نکلے؟ وہ خود ہی سوچ لیں کہ وہ کس قسم کی محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ کیا یہی منشائے نبوت ہے؟ یا اپنی خواہش نفس کی پیروی ہے؟

حدیث 16 میں حضور ﷺ کا فرمان دیکھیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ جنتی بتا رہے ہیں اور (Clear Cut) دوٹوک انداز میں نام لے کر فرما رہے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ قاتل حسین یزید کا کہیں نام لے کر حضور ﷺ نے اسے جنت کی بشارت نہیں دی۔ ایک مجمل روایت قسطنطنیہ کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر اسے مغفور لهم میں شامل کیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس اجمالی حدیث کی وضاحت سنن ابی داؤد مطبوعہ ابن حزم بیروت کی صحیح حدیث 2512 کتاب الجہاد نے کر دی ہے کہ پہلے لشکر کے امیر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھے اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَكَانَتْ غَزْوَةُ يَزِيْدَ الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ سَنَةِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ." ❶

"یزید کا غزوہ مذکورہ تو سن باون (52) ہجری کا ہے۔"

(جبکہ اوّل غزوہ قسطنطنیہ کے وقت یزید کی عمر 6 یا 7 برس تھی۔)

❶ فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الجهاد، جلد 6، ص126۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، وہ کسی غلط فہمی میں لکھ گئے بعد میں آنے والے لوگ اندھے مقلدوں کی طرح مکھی پر مکھی مارتے چلے جارہے ہیں۔ جبکہ ثقہ محدثین کی اکثریت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے خیال سے بالکل مختلف ہے۔ حنفی حضرات مجرم ہیں کہ وہ اپنے امام کے مقلد ہیں۔ اور ادھر کیا ہورہا ہے؟ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تقلید بھی کیا واجب ہوگئی ہے؟ حالانکہ صحیح اہلحدیث کا منہج اتباع قرآن وسنت ہے۔ لیکن آج دیگر مقلدین کی طرح اگر اماموں کو حرف آخر سمجھ لیا گیا تو بات کہاں تک پہنچے گی؟ [1]

لہٰذا اہل بیت کی محبت واجب ہے۔ جس پر واضح نصوص موجود ہیں۔ قرآن و حدیث میں بنوامیہ کے لیے کون سی قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں۔ یا کون سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین ان کی تعریف اور مدح میں جنت کی بشارت لیے بیان ہوئے ہیں؟

امت کی بربادی قریشی لڑکوں سے:

ان بے نصیبوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی فرمان کافی ہے۔

"قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَكَةُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ."

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اللہ کے نہایت سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے وہ فرمارہے تھے۔ میری امت کی بربادی قریش کے چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی۔'' [2]

---

[1] مزید معلومات کے لیے راقم الحروف کی کتاب یزید امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی نظر میں ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ العاصم اسلامک بکس۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الفتن، حدیث :7058.

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ شرح میں مزید لکھتے ہیں۔ دوسری روایت یہ بھی ہے: "غِلْمَةٌ سُفَهَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ" "بے وقوف قریشی لڑکوں کے ہاتھ میری امت کی خرابی ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہوں تو میں ان کے نام تک بتا سکتا ہوں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: "كَأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ." گویا ابو ہریرہ ان احمق قریشی لڑکوں کے نام تک جانتے تھے۔

دوسرا فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان بے نصیب بنو امیہ کے لیے ابن حجر رحمۃ اللہ ذکر کرتے ہیں:

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ الصِّبْيَانِ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ هَلَكْتُمْ وَاِنْ عَصَيْتُمُوْهُمْ اَهْلَكُوْكُمْ."

"میں لڑکوں کی حکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر تم ان کی پیروی کرو گے۔ ہلاک ہو جاؤ گے (دین کے حوالے سے) اور اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو تمہیں تباہ کر کے رکھ دیں گے (دنیا کے حوالے سے)۔"

حضور کی انہی پیش گوئیوں سے گھبرائے ہوئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازاروں میں چلتے پھرتے یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِيْ سَنَةُ سِتِّيْنَ وَلَا اِمَارَةُ الصِّبْيَانِ."

"اے اللہ! مجھے نہ سن ساٹھ (60) دکھانا نہ لڑکوں کی حکومت دیکھنا نصیب ہو۔ یعنی وہ وقت آنے سے پہلے ہی مجھے دنیا سے اٹھالینا۔"

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تشریح میں مزید لکھتے ہیں:

یہ کھلا اشارہ ہے کہ سب سے پہلا کھلنڈر سن ساٹھ (60) میں یزید بن معاویہ، ہے، جو اسی سال حکومت پر قابض

آگے فرماتے ہیں۔ وہ لوگوں کو حکومت کے حصول کے لیے ہلاک کریں گے۔

آگے ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَأَنَّ أَوَّلَهُمْ يَزِيدُ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَأْسُ السِّتِّينَ وَإِمَارَةُ الصِّبْيَانِ فَإِنَّ يَزِيدَ كَانَ غَالِبًا يَنْتَزِعُ الشُّيُوخَ مِنْ إِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارَ وَيُوَلِّيهَا الْأَصَاغِرَ مِنْ أَقَارِبِهِ."

"قول ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دلالت کرتا ہے کہ سب سے پہلا لڑکا یزید تھا۔ جو وہ ساٹھویں سال کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگتے تھے۔ یزید بڑے بڑے شیوخ کو شہروں سے معزول کر کے اپنے رشتہ دار لڑکوں کا تقرر کرتا جاتا تھا۔"

یہ ہے وہ قابل ذکر ہستی جس کے لیے ناصبی جنت کے ٹکٹ بانٹ رہے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دور سے ہی اللہ کی پناہ مانگی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اس کے دور سے پہلے مرنے کی دعائیں کرتے رہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا۔

"لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ أَمِيرًا أَمَّرَهُ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ غُلَامًا سَفِيهًا يَسْفِكُ الدِّمَاءَ سَفْكًا شَدِيدًا." [2]

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب ابن زیاد ہمارا حاکم بن کے آیا جسے معاویہ نے بھیجا تھا۔

یہ وہ بیوقوف لڑکا تھا جس نے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا یعنی بڑا

[1] فتح الباری جلد 13 ص 12 تا 15۔
[2] فتح الباری جلد 13 ص159۔

قاتل اور سفاک تھا۔

یہی تھا وہ خونخوار درندہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقرر کیا ہوا جیالا، جسے بعد میں یزید نے چن کر کوفہ میں بھیجا، تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محترم قدسی نفوس کو کچل کر رکھ دے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ خاتمۃ المحدثین کی تحقیقاتِ بنوامیہ کو، اگر کوئی افسانے کہے تو اس کے علم کا ماتم نہ کیا جائے تو اور کیا کیا جائے؟





کہاں خونِ شہیداں؟ کہاں مچھر کا لہو؟

حدیث نمبر 15

"عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ: كُنْتُ شَاهِدًا لِابْنِ عُمَرَ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ، فَقَالَ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، قَالَ: انْظُرُوا إِلَى هَذَا، يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.))"

''ابن ابی نعم بیان کرتے ہیں کہ میں سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں موجود تھا ان میں سے ایک شخص نے (حالت احرام میں) مچھر کے مارنے کے متعلق پوچھا (کہ اس کا کیا کفارہ ہوگا) سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا کہ تم کہاں کے ہو؟ اس نے بتایا کہ عراق کا، فرمایا: اس شخص کو دیکھو (مچھر کی جان لینے کے تاوان کا مسئلہ پوچھتے ہیں) حالانکہ اس کے ملک والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کو (بے تکلف قتل کر ڈالا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں میری دنیا کے مہکتے پھول ہیں۔'' ۞

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث کا باب باندھا ہے۔

۞ صحیح البخاری، حدیث: 5994.

تشریح:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک اور روایت لائے ہیں:

((سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ تُصِيْبُ الثَّوْبَ.))

''سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ مچھر کا خون کپڑے کو لگ جائے تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟''

سنن ابی داؤد کی روایت کے حوالے سے ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا:

((فَقَالَ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ! تَسْاَلُوْنِيْ عَنِ الذُّبَابِ؟))

''سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عراقیو! تم مجھ سے مکھی مارنے کا جرم پوچھتے ہو؟''

((اَوْرَدَ ابْنُ عُمَرَ هٰذَا مُتَعَجِّبًا مِنْ حِرْصِ اَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى السُّوَالِ عَنِ الشَّيْءِ الْيَسِيْرِ وَتَفْرِيْطِهِمْ فِي الشَّيْءِ الْجَلِيْلِ.))

''سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حیرانی اور تعجب ہوا اہل عراق کے معمولی چیز کے سوال پر۔ اور جلیل القدر (اہل بیت) نہایت بڑی بات کے جرم کی کوتاہی پر۔''

آخر پر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پیش کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں میری دنیا کے مہکتے پھول ہیں۔''

ان مہکتے پھولوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خوشبو آتی تھی وہ شہادت عظمیٰ کی خوشبو تھی۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دماغ مقدس معطر ہو جاتا تھا۔ پھر خوشبوئے شہادت سے آگے خوشبوئے جنت آتی تھی کہ جوانانِ جنت کی سرداری کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عراقیوں پر طعن ملامت اس لیے کی کہ ان کا دل بھی قتل حسین رضی اللہ عنہ پر شدید رنجیدہ تھا۔

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت یزید کے لیے:

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا مقصد شہادت رنگ لایا اور مسلمانوں کی خوابِ غفلت سے آنکھیں کھلیں۔

1. اہل مکہ نے یزید کی بغاوت کر دی۔
2. اہل کوفہ میں تو (توابون) مرنے مارنے پر تل گئے۔ 4 ہزار شہید ہو گئے۔
3. اہل مدینہ نے علم بغاوت بلند کر دیا۔

ان تینوں بڑے علاقوں میں صحابہ کرام انصار و مہاجر رضی اللہ عنہم کثرت سے موجود تھے۔

- بخاری شریف کی روایت ہے کہ اہل مدینہ کی بغاوت پر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی آل اولاد کو اکٹھا کر کے کہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے وفا کے لیے قیامت کے روز، پرچم لہرایا جائے گا۔'' ہم نے اس آدمی (یزید) کی بیعت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت پر کی تھی۔ اس کے بعد بیعت توڑنے سے بڑھ کر اور کوئی جرم نہیں کہ قتل و غارت کا راستہ کھل جائے۔ [1]

تشریح:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

بیعت اور رشوت:

((اَنَّ مُعَاوِيَةَ اَرَادَ ابْنَ عُمَرَ عَلٰی اَنْ يُبَايِعَ لِيَزِيْدَ فَاَبٰى وَقَالَ

---

[1] صحیح البخاری، حدیث: 7111۔

لَا اُبَایِعُ اَمِیْرَیْنِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ مُعَاوِیَةُ بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَاَخَذَهَا فَدَسَّ اِلَیْهِ رَجُلًا فَقَالَ لَهٗ مَا یَمْنَعُكَ اَنْ تُبَایِعَ فَقَالَ اِنَّ ذَاكَ لِذَاكَ (یَعْنِیْ عَطَاءَ ذٰلِكَ الْمَالِ لِاَجْلِ وُقُوْعِ الْمُبَایَعَةِ) اِنَّ دِیْنِیْ عِنْدِیْ اِذًا لَرَخِیْصٌ.))

''بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، اپنے (بیٹے) یزید کے لیے بیعت لینا چاہی۔ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میں بیک وقت دو امیروں (حکمرانوں) کی بیعت نہیں کرتا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لاکھ (100000) درہم بھیجا۔ انہوں نے (یہ سمجھ کر کہ میرا حق ہے بیت المال سے) رکھ لیا۔ پھر ایک جاسوس کو ان کے پیچھے لگایا۔ اس نے سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو یزید کی بیعت سے کیا چیز روکتی ہے؟ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سمجھ آ گئی اور فرمایا: اچھا! ایک لاکھ (100000) درہم اس بیعت کی قیمت (رشوت) ہے۔ بے شک میرا دین تو پھر بہت سستا ٹھہرا۔'' ❶

- جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خط لکھا کہ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو اس وقت اپنے خاندان کو اکٹھا کر کے حدیث سنائی تھی۔
- ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا کہنا یہ ہے:

بغاوت مدینہ کا سبب یہ ہے کہ یزید نے اپنے چچا زاد عثمان کو مدینہ کا گورنر مقرر کردیا۔

❶ فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 3، ص: 88۔

اہل مدینہ نے ایک وفد یزید کے پاس بھیجا، ان میں (غسیل الملائکۃ کے صاحبزادے) عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ وغیرہم تھے۔ یزید نے ان کی مہمان نوازی کی اور عطیات دیئے۔

((فَرَجَعُوْا فَاَظْهَرُوْا عَيْبَهٗ وَنَسَبُوْهُ اِلٰى شُرْبِ الْخَمْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ.))

"اس وفد نے واپس مدینہ پہنچ کر رپورٹ دی کہ یزید میں یہ یہ عیب اور خرابیاں ہیں۔ اور اس کے شراب پینے کی بات کی، اور بھی بہت کچھ ذکر کیا۔"

یہ سن کر اہل مدینہ (گورنر) عامل یزید پر ٹوٹ پڑے اور اسے مدینہ بدر کر دیا۔ اور یزید کی بغاوت کا اعلان کر دیا۔ یزید کو بغاوت کی خبر ملی تو اس نے مسلم بن عقبہ کی زیر کمان مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے لشکر روانہ کیا۔ اسے حکم دیا کہ تین دن تک انہیں بلائیں، باز آ جائیں تو بہتر، ورنہ انہیں قتل کر دیں۔ جب آپ ان پر غلبہ پا جائیں تو اپنے لشکر کو تین دن کے لیے کھلی چھٹی دیں تا کہ اچھی طرح قتل و غارت کریں اور خواتین کی عزتیں لوٹ لیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ مزید ذکر کرتے ہیں:

"سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب وقت اجل آیا تو انہوں نے یزید کو بلا کر آگاہ کیا کہ ایک دن اہل مدینہ سے تیرا واسطہ پڑے گا ہمارے وفادار مسلم بن عقبہ کو مدینہ پر چڑھائی کے لیے روانہ کرنا۔ اس وقت اس نے یہی کچھ کیا۔" ⭘

⭘ فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد13، ص:88۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کی تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے ''غادر'' کے لیے یوم محشر جھنڈے کا ذکر فرمایا:

((وَالْمَشْهُورُ اَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ وَارِدٌ فِي ذَمِّ الْغَادِرِ وَغَدْرِهِ لِلْاَمَانَةِ الَّتِي قَلَّدَهَا لِرَعِيَّتِهِ وَالْتِزَامِ الْقِيَامِ بِهَا وَالْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا فَمَتٰى خَانَهُمْ اَوْ تَرَكَ الشَّفْقَةَ عَلَيْهِمْ وَالرِّفْقَ بِهِمْ فَقَدْ غَدَرَ بِعَهْدِهِ.))

''اس حدیث سے مراد عوام کے بجائے حکمران ہیں جس کے گلے میں اپنی رعیت کی امانت کا پٹا ہے، اسے قائم رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ اس کی حفاظت اس کے ذمہ ہے۔ جب وہ ان سے خیانت کرے گا اپنی رعایا پر شفقت اور نرمی ترک کردے گا تو وہ حقیقت میں غدار ہوگا جو اپنی ذمہ داریوں سے پھر گیا۔''

امام نووی رحمہ اللہ دوسری تشریح یہ کرتے ہیں کہ احتمال یہ بھی ہے اس حدیث سے کہ رعایا اپنے حکمران سے بے وفائی نہ کرے، کہیں وحدت ملت پارہ پارہ نہ ہو جائے۔ ''والصحیح الاول'' لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے۔ ❶

بیعت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر امام شاطبی رحمہ اللہ کا حوالہ:

((وَقَدْ قَالَ ابْنُ الْخَيَّاطِ اِنَّ بَيْعَةَ عَبْدِ اللّٰهِ لِيَزِيْدَ كَانَتْ كَرْهًا))

''بے شک یزید کے حق میں، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت دل کی کراہت سے تھی۔'' ❷

❶ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للعلامۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ، جلد: 7، ص:300، شرح مسلم لامام نووی رحمہ اللہ، جلد:12، ص:39.

❷ الاعتصام، ص:305.

یہ بات ہم نے تاریخ سے لی ہے مگر اس کی تائید محدث کبیر شارح موطا امام مالک رحمہ اللہ یعنی علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے یوں کی ہے:

((قَالَ ابْنُ عُمَرَ، مَا اٰسٰی عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا اَنِّیْ لَمْ اُقَاتِلْ مَعَ عَلِیٍّ الْفِئَةَ الْبَاغِیَةَ.)) ❶

"مجھے زندگی بھر کسی چیز کا اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر باغی ٹولے سے جنگ نہ لڑ سکنے کا دکھ ہے۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پچھتاوا:

- امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

((قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا اٰسٰی عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا عَلٰی اَلَّا اَكُوْنَ قَاتَلْتُ الْفِئَةَ الْبَاغِیَةَ.)) ❷

"سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے کسی چیز پر اتنا پچھتاوا نہیں ہوا جتنا اس بات کا ہے کہ میں نے باغی گروہ سے لڑائی کیوں نہ لڑی۔"

- ((مَا مَاتَ مَسْرُوْقٌ حَتّٰی تَابَ اِلَی اللّٰهِ مِنْ تَخَلُّفِهٖ عَنِ الْقِتَالِ مَعَ عَلِیٍّ.)) ❸

"امام مسروق رحمہ اللہ نے مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کی جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی میں ساتھ نہ دے سکے۔"

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

❶ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، جلد: 3، ص: 214۔

❷ الموتلف والمختلف لامام قطنی رحمه الله، جلد: 3، ص: 1259۔

❸ الاستیعاب لابن عبد البرؒ جلد 3 ص 417۔

سب مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد میں پچھتاتے رہے۔ کاش خلیفہ راشد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے کر خلافت راشدہ کو مستحکم کر لیتے تو بعد میں خاندان نبوت بے دردی سے نہ مارا جاتا؟ اور مدینہ شریف میں 7 سو صحابہ رضی اللہ عنہم اور 2 ہزار کبار تابعین رحمہم اللہ قتل نہ ہوتے۔ نہ ان کی محترم خواتین کی عزتیں لٹتیں۔ نہ خانہ کعبہ کو جلایا جاتا۔ نہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد رضی اللہ عنہ کو گدھے کی کھال میں ڈال کر زندہ جلایا جاتا۔ نہ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سولی پر لٹکائے جاتے۔ نہ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو (راہب امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ظالمانہ قتل کیا جاتا۔ نہ ہمیشہ کے لیے ملوکیت کا دروازہ کھلتا۔ جو آج تک امت مسلمہ دربدر ہوگئی ہے۔ مسلمانوں کے چاروں بے مثال خلفاء رضی اللہ عنہم کو آج تک ہم ترس رہے ہیں۔ ان جیسا بے لوث، خدا ترس، دنیا سے بیزار، خلق خدا کا حقیقی خادم، فکر آخرت سے لرزاں وترساں، خوف خدا سے ہمیشہ اشکبار اور امت کے لیے تڑپنے والے حکمران کہاں سے لائیں؟ اقبال اپنے شکوہ میں فرماتے ہیں:

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

- خلافت راشدہ کے بعد مسلم حکمران بے خدا ہو گئے اور عوام کی اکثریت غیر جانبدار ہوگئی۔ با اثر لوگ ایسے حکمرانوں کے خوشامدی بن گئے۔ صدیوں سے ملت گم گشتہ راہ ہے۔ بس رحمت الٰہی کا سہارا باقی ہے۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال رحمہ اللہ

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

- امت کے عظیم ان خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بھی ظالموں نے شہید کر ڈالا۔

جوانان جنت کے عظیم محسن تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو الوداع کہتے وقت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جذبات:

رخصت کے وقت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رنجیدہ دل کے ساتھ فرمایا تھا:

((اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ مِنْ مَقْتُوْلٍ.)) [1]

''اے مقتول! میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

دوسری روایت یہ بھی ہے:

((فَاعْتَنَقَهٗ وَبَكٰى.)) [2]

سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو الوداع کہتے وقت گلے مل کر روئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صاف نظر آ رہا تھا۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لاڈلا نواسہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ اس لیے سب گھبرائے ہوئے اور پریشان تھے۔ ان کے نزدیک قتل حسین رضی اللہ عنہ معمولی حادثہ نہ تھا۔

حکمرانوں کی خوشامد منافقت ہے:

صحیح بخاری کی روایت ہے:

((قَالَ اُنَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سُلْطَانِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ كُنَّا نَعُدُّهَا نِفَاقًا.))

''کچھ لوگوں نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، ہم اپنے

[1] مجمع الزوائد، جلد 9، ص223، طبرانی اوسط، رجال البزار ثقات۔
[2] عیون الاخبار ابن قتیبہ الدنیوری، جلد: 1، ص :191۔

بادشاہوں کے دربار میں جاتے ہیں اور ان کے سامنے جو باتیں کرتے ہیں۔ باہر نکل کر ان کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس کو منافقت سمجھا کرتے تھے۔'' ❶

- کچھ لوگ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، انہوں نے یزید کو برا کہا:

((فَقَالَ، اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا فِيْ وُجُوْهِهِمْ؟))

''کیا تم یہ باتیں، ان کے سامنے بھی کرتے ہو؟''

((قَالُوْا، بَلْ نَمْدَحُهُمْ وَنُثْنِيْ عَلَيْهِمْ.))

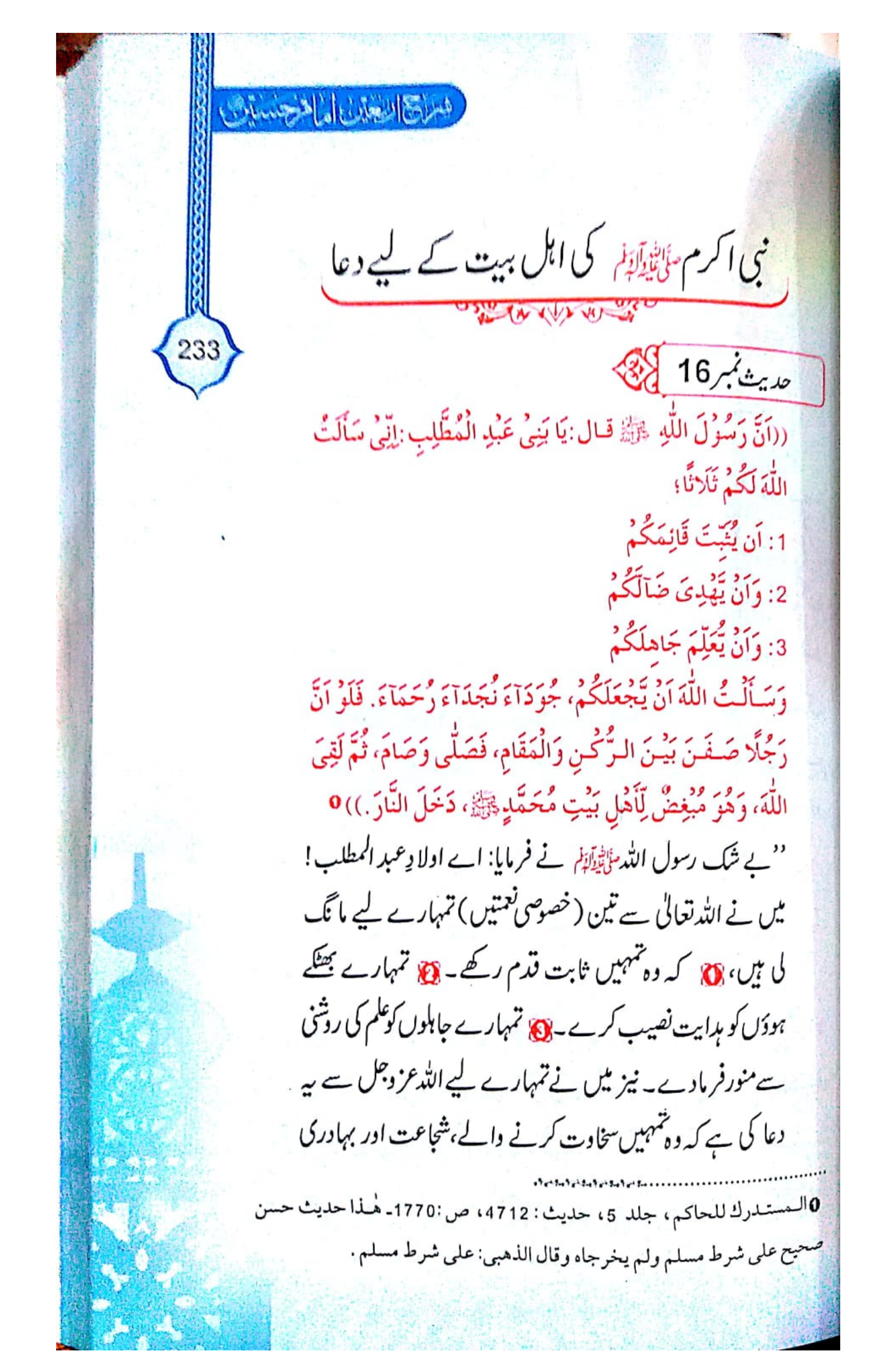
کہنے لگے: ان کے منہ پر تو ہم ان کی مدح سرائی اور تعریفیں کرتے ہیں۔''

◆◇◆◇◆◇



---

❶ صحیح البخاری، کتاب الاحکام، حدیث: 7178۔



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کے لیے دعا

حدیث نمبر 16

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: اِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰہَ لَکُمْ ثَلَاثًا؛

1: اَنْ یُّثَبِّتَ قَائِمَکُمْ

2: وَاَنْ یَّهْدِیَ ضَآلَّکُمْ

3: وَاَنْ یُّعَلِّمَ جَاهِلَکُمْ

وَسَاَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَکُمْ، جُوَدَآءَ نُجَدَآءَ رُحَمَآءَ. فَلَوْ اَنَّ رَجُلًا صَفَنَ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ، فَصَلّٰی وَصَامَ، ثُمَّ لَقِیَ اللّٰہَ، وَهُوَ مُبْغِضٌ لِّاَهْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ، دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اولادِ عبد المطلب! میں نے اللہ تعالیٰ سے تین (خصوصی نعمتیں) تمہارے لیے مانگ لی ہیں، (1) کہ وہ تمہیں ثابت قدم رکھے۔ (2) تمہارے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت نصیب کرے۔ (3) تمہارے جاہلوں کو علم کی روشنی سے منور فرمادے۔ نیز میں نے تمہارے لیے اللہ عزوجل سے یہ دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخاوت کرنے والے، شجاعت اور بہادری

[1] المستدرك للحاكم، جلد 5، حديث: 4712، ص: 1770- هٰذا حديث حسن صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه وقال الذهبي: على شرط مسلم.

کے جو ہر دکھانے والے، نرم دل اور ترس کھانے والے بنا دے۔
یقیناً، اگر کوئی شخص حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان جم کر
نمازیں پڑھے اور روزے رکھے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں
ملے کہ وہ آلِ محمد ﷺ کے بارے میں دل میں بغض و عداوت
رکھے، وہ نارِ جہنم میں جائے گا۔'

تشریح:

رسول کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت کے بارے میں جو دعا فرمائی ہے۔
یہ کیسے قبول ہوئی؟ اہل بیت میں ازواج النبی ﷺ بھی شامل ہیں: اگر
خدانخواستہ، حضور ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کوئی ایک بیوی بھی
ثابت قدم نہ رہتی اور وہ کسی اور سے شادی کر لیتی تو حضور ﷺ کی یہ دعا غلط
ثابت ہو جاتی۔ لیکن سچے نبی ﷺ کی سچائی دنیا پر واضح کرنے کے لیے کسی
دنیاوی لالچ میں آ کر کسی غیر مسلم کی سازش سے اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ہونے
دیا۔ ازواج النبی ﷺ کو ثابت قدم رکھا۔ بالکل اسی طرح جن چار افراد
(حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم) کو حضور ﷺ
نے نجران کے عیسائی پادریوں کے سامنے مباہلہ کے لیے بلایا تو فرمایا: "اَللّٰهُمَّ!
هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ" [1]

ان چاروں کو بھی، دعائے پیغمبر ﷺ کے نتیجے میں استقامت علی الحق کا
وافر حصہ ملا۔ ہمارے موضوع سے متعلق چوتھی شخصیت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہے۔
راہِ حق میں خوب ثابت قدمی دکھائی:

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا:

[1] رواه مسلم، كتاب فضائل الصحابة، حديث: 2404.

جب حر نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کہا: ہمیں حکم ملا ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں گے، جب تک کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے آگے پیش نہ کردیں۔ امام نے تاریخی جواب دیا۔

"اَلْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ"

"اس سے تو موت بہتر اور آسان ہے۔" [1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا دوسرا جملہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ہدایت نصیب کرتا رہے۔ خاندانِ نبوت کا یہ چشم و چراغ بھٹکنے والوں کو تا قیامت ہدایت کی راہ دکھا گیا۔

بقول علامہ اقبال:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

دعائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیسرا جملہ کہ وہ تمہارے بے علم لوگوں کو علم سکھائے۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَكَانَ الْحُسَيْنُ فَاضِلًا دَيِّنًا كَثِيْرَ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَالْحَجِّ" [2]

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک عالم فاضل، نہایت دین دار، کثرت سے روزے رکھنے والے، بہت نمازیں پڑھنے والے، بہت بہت حج ادا کرنے والے تھے۔"

نافع بن ازرق نے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے سر جھکا کے سوچنا شروع کیا۔ دوسرے کونے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ انھوں نے فرمایا: میرے پاس آؤ۔ اس نے کہا: میں نے آپ سے نہیں پوچھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

[1] المنتظم، جلد 5، ص: 335.
[2] الإستيعاب في معرفة الأصحاب، جلد 1، ص: 443.

"يَا ابْنَ الْأَزْرَقِ! إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ، وَهُمْ وَرَثَةُ الْعِلْمِ"

"اے ازرق کے بیٹے! (حسین) نبوت کے گھرانے سے ہیں اور وہی لوگ علم نبوت کے حقیقی وارث ہیں۔" [1]

دعائے نبی ﷺ میں یہ بھی تھا کہ خدا کرے کہ تم سخی، بہادر اور نرم دل ہو۔"

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُحْزِنَهُ قَتْلُهُ رضي الله عنه، فَإِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ، وَابْنُ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِهِ، وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا" [2]

"ہر مسلمان کے دل کو قتلِ حسین کی ٹھیس لگنی چاہیے۔ وہ مسلمانوں کے سرداروں میں سے تھے۔ صحابہ کرام کے عالموں میں ان کا شمار تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی نہایت پیاری بیٹی کے لختِ جگر تھے۔ وہ عبادت گزار تھے۔ وہ بہادر تھے۔ وہ سخی تھے۔"

میدانِ کربلا میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

جب حسین رضی اللہ عنہ کو میدانِ کربلا میں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ مجھے قتل کر کے دم لیں گے تو اپنے جاں نثاروں میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا:

"فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: قَدْ نَزَلَ بِنَا مَا تَرَوْنَ، وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَتَنَكَّرَتْ وَأَدْبَرَ مَعْرُوفُهَا، وَاسْتَمَرَّتْ

[1] تاریخ ابن عساکر، جزء 14، جلد 8، ص: 184۔

[2] البداية والنهاية، جزء 8، جلد 4، ص 205۔

حَتّٰی لَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ وَاِلَّا خَسِيْسُ عَيْشٍ كَالْمَرْعٰى الْوَبِيْلِ اَلَا تَرَوْنَ الْحَقَّ لَا يُعْمَلُ بِهٖ وَالْبَاطِلَ لَا يُتَنَاهٰى عَنْهُ لِيَرْغَبُ الْمُؤْمِنُ فِيْ لِقَآءِ اللّٰهِ"

''اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور پھر مخاطب ہوئے، جو مصیبت کی گھڑی آ پہنچی وہ تم خود دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنے تیور بدل لیے اور آنکھیں پھیر لی ہیں۔ اس کی بھلائی نے رخ پھیر لیا ہے اور تیزی سے گزر گئی ہے۔ اس میں سے صرف اتنا باقی بچا ہے جیسے پانی پینے کے بعد گلاس کے ساتھ لگا رہ جاتا ہے۔ صرف ذلت وخواری کا جینا ہے جیسے چراگاہ میں چرنے سے جانور کو بدہضمی ہو جاتی ہے۔ دیکھتے نہیں ہو کہ حق کیسے معطل اور بے عمل کر کے رکھ دیا گیا ہے اور باطل کو کوئی روکنے والا نہیں رہا۔ مومن تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا زبردست شوق رکھتا ہے اور اسے ضرور شوق سے ملاقاتِ رب سے سرشار ہو جانا چاہیے۔''

خطبے کے آخری دو جملے ان کے مشن کو پوری طرح واضح کرتے ہیں۔

"وَاِنِّیْ لَا اَرَى الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَالْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا نَدْمًا" [1]

''میں موت کو اپنے لیے سعادت اور خوش نصیبی سمجھتا ہوں اور ظالم لوگوں کے ساتھ جینے کو ندامت اور شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔''

امام غزالی نے یہ مختصر خطبہ حسین رضی اللہ عنہ احیاء علوم الدین عربی مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ، جلد پنجم صفحہ 148 پر ذکر کیا ہے۔ اس آخری جملے کا

[1] تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام، للذهبي جلد 4 ص 577.

آخری لفظ "نَـدْمًا" کے بجائے "جُـرْمًا" لکھا ہے، مفہوم یہ ہوگا: "اور ظالموں کے ساتھ جینا جرم ہے۔" یعنی گناہ ہے۔

- حضور ﷺ کی دعا جو مذکور حدیث میں ہے کہ "خدا تمہیں ثابت قدم رکھے، اس کا اثر میدان کربلاء میں صاف نظر آرہا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قدم سخت مشکلات میں بھی ڈگمگائے نہیں۔
- علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا:

"قَالَ عبد الله بن عمار: رَأَيْتُ الْحُسَيْنَ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا عَلَيْهِ، يَحْمِلُ عَلٰى مَنْ يَمِيْنِهٖ حَتّٰى انْذَعَرُوْا عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مَكْثُوْرًا قَطُّ، قَدْ قُتِلَ اَوْلَادُهٗ وَاَصْحَابُهٗ اَرْبَطَ جَأْشًا مِنْهُ وَلَا اَمْضٰى جَنَانًا مِنْهُ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ" ○

"عبداللہ بن عمار نے کہا: میں نے حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب چاروں طرف سے یزیدی فوجیں انہیں گھیرے ہوئے تھیں۔ وہ دائیں جانب والوں پر حملہ کرتے تو گھبرا کر پیچھے ہو جاتے۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کوئی حسین سے بڑھ کر مضبوط دل والا نہیں دیکھا جس کے دشمنوں کی تعداد کثیر ہو اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے جوان بیٹے اور جان نثار ساتھی سارے ہی ڈھیر کر دیے گئے ہوں۔ اللہ کی قسم! ایسی مثال نہ کبھی پہلے دیکھی نہ بعد میں۔"

حضور ﷺ کی دعائے استقامت حسین رضی اللہ عنہ کے قدم قدم پر کام آئی:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

(1) البداية والنهاية، جلد 4، الجزء 8، ص 190.

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ کی رائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسن سے مختلف ہے تو فرمایا:

"اَرْجُوْا اَنْ يُّعْطِيَ اللّٰهُ اَخِيْ عَلٰى نِيَّتِهٖ وَاَنْ يُّعْطِيَنِيْ عَلٰى نِيَّتِيْ فِيْ حُبِّيْ جِهَادَ الظَّالِمِيْنَ" ❶

"میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کی حسن نیت پر اسے اجر عطا فرمائے گا اور میری نیت کہ ظالموں سے جہاد کی محبت ہے، مجھے اس پر اجر عطا فرمائے گا۔"

❁ مزید علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: جو شخص کسی سے وعدہ کرلے اسے نبھانا چاہیے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ کوفیوں نے آپ کو دعوت دی ہے۔ آپ کو ان کا تجربہ ہے۔ انھوں نے آپ کے باپ اور بھائی سے برا کیا ہے۔ اللہ سے ڈر جا۔ معاہدہ کی پابندی کر۔ "فَاِنَّكَ مَتٰى تَكِدْنِيْ اَكِدْكَ" اگر تو میرے ساتھ چالبازیاں کرے گا تو میں تیرے ساتھ وہی کروں گا۔

اس خط کے جواب میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا:

"اَتَانِيْ كِتَابُكَ، وَاَنَا بِغَيْرِ الَّذِيْ بَلَغَكَ جَدِيْرٌ، وَمَا اَرَدْتُ لَكَ مُحَارَبَةً وَّلَا خِلَافًا وَمَا اَظُنُّ لِيْ عُذْرًا عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ تَرْكِ جِهَادِكَ، وَمَا اَعْلَمُ فِتْنَةً اَعْظَمَ مِنْ وِّلَايَتِكَ."

"آپ کا خط مجھے ملا۔ میں اس اہل نہیں ہوں جیسی آپ کو خبریں ملی ہیں۔ میں آپ کے خلاف جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ آپ

❶ سير أعلام النبلاء، جلد 3 ص 294.

کے خلاف جہاد کو ترک کر دینے پر اللہ کے پاس کیا عذر پیش کر سکوں گا؟ اور آپ کی حکومت سے بڑھ کر میں کسی فتنے کو نہیں جانتا۔"

امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط دیکھ کر، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اِنْ اَثَرْنَا بِاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ اِلَّا اَسَدًا"

"ہم نے تو حسین رضی اللہ عنہ کو شیر پایا ہے۔" ابوعبداللہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔ (حوالہ مذکورہ)

دعائے پیغمبر کے اثرات استقامت و پامردی کے:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ قبل ازیں یہ بھی نقل فرماتے ہیں:

"بَلَغَنَا اَنَّ الْحُسَیْنَ لَمْ یُعْجِبْہُ مَا عَمِلَ اَخُوْہُ الْحُسَیْنُ مِنْ تَسْلِیْمِ الْخِلَافَۃِ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ. وَلٰکِنَّہٗ کَظَمَ، وَاَطَاعَ اَخَاہُ، وَبَایَعَ" [1]

"ہمیں خبر ملی ہے کہ حسین کو اپنے بھائی حسن کا عمل اچھا نہیں لگا تھا، جو انھوں نے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی تھی۔ لیکن حسین یہ کڑوا گھونٹ پی گئے، بھائی کی اطاعت کی اور بیعت کر لی۔"

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار نقل کیے ہیں، جب کربلا روانہ ہوتے وقت اپنے اہل وعیال کی حوصلہ افزائی کے لیے سنا رہے تھے۔

سَاَمْضِیْ فَمَا فِی الْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی
اِذَا مَا نَوٰی حَقًّا وَّحَارَبَ مُجْرِمًا
وَوَاسَی الرِّجَالَ الصَّالِحِیْنَ بِنَفْسِہٖ
وَخَالَفَ مَثْبُوْرًا وَّوَافَقَ مُسْلِمًا

[1] سیر اعلام النبلاء، جلد 3، ص 291.

وَجَاهَدَ فِی الرَّحْمٰنِ حَقَّ جِهَادِہٖ
کَفٰی بِکَ ذُلًّا اَنْ تَعِیْشَ فَتَغْرَمَا [1]

معمولی لفظی تغیر سے علامہ ابن کثیر نے بھی یہی اشعارِ حسین نقل کیے ہیں۔ [2]

علامہ ابن اثیر نے بھی معمولی تغیر لفظی سے یہ اشعار درج کیے ہیں۔ [3]

''میں تو آگے ہی جاؤں گا جوان آدمی کو موت کا کوئی خوف اور عیب نہیں ہوتا، جبکہ اس نے حق کی خاطر نیت کر لی ہو اور مجرم سے لڑنے جا رہا ہو۔ جب کہ وہ اپنی ذات سے نیک لوگوں کا مددگار ہو، ہلاکت خیز کا مخالف ہو اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو جبکہ وہ راہِ حق کا مجاہد ہو، ورنہ ذلت کی زندگی نقصان کے لیے کافی ہوتی ہے۔''

یہ اشعارِ حسین رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبولیتِ دعا کا نتیجہ ہیں، جو فرمایا تھا: ''اَن یُّثَبِّتَ قَائِمَکُمْ'' کہ اللہ تمہیں ثابت قدم رکھے۔

مذکورہ حدیث کے آخری جملے اہل بیت سے بغض و عداوت رکھنے والے کے لیے کتنے سخت فرمائے:

''چاہے کوئی شخص روئے زمین کے عابدوں سے بڑھ کر بابرکت مقام (یعنی حجر اسود و مقام ابراہیم) پر جم کر عبادتیں کرے، اگر اس کے دل میں اہل بیت کے بارے میں نفرت ہوئی تو ساری عبادتیں بے کار چلی جائیں گی اور وہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔'' اعاذنا اللّٰہ منہ!



[1] بستان الواعظین، صفحہ 357۔
[2] البدایۃ والنہایۃ، ص175، جلد 4 الجزء 8۔
[3] الکامل فی التاریخ، ص502، الجزء 3۔

روئے زمین پر افضل ترین اہل بیت

((عَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِیِّ قَالَ قُتِلَ مَعَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ سِتَّةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَاللّٰهِ مَا عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ اَهْلُ بَیْتٍ یُشْبِهُوْنَ.))

''حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اپنے گھرانے کے سولہ (16) افراد شہید ہوئے۔ اللہ کی قسم! اس دن روئے زمین پر ان کے عالی مقام کا کوئی گھرانہ نہ تھا۔''

((قَالَ سُفْیَانُ: وَمَنْ یَشُكُّ فِیْ هٰذَا؟))

''سیّدنا سفیان نے سن کر فرمایا: اس میں کوئی شک کرسکتا ہے؟''[1]

- امام حسن بصری رحمہ اللہ، اہل سنت کے جلیل القدر امام اور تابعی ہیں جنھوں نے امّ المومنین سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔[2]
- سفیان ثوری رحمہ اللہ:

((كَانَ مِنْ اَزْهَدِ النَّاسِ حَاوَلَ الْخَلِیْفَةَ بِكُلِّ الْوَسَائِلِ اَنْ یُوَلِّیَهُ الْقَضَاءَ فَلَمْ یَرْضَ وَهَرَبَ مِنْهُ وَاسْتَخْفٰی وَكَانَ یَعِیْشُ مِنْ رِبْحِ تِجَارَتِهٖ وَكَانَ اٰیَةً فِی الْحِفْظِ وَرِوَایَة

[1] معجم طبرانی کبیر، جلد 3، ص118، اس روایت پر کوئی کلام نہیں۔
[2] المعارف لابن قتیبة، ص:194.

الحدیث.))

''سیدنا سفیان رحمہ اللہ اپنے زمانے کے عظیم زاہد تھے، وقت کے حکمران نے اپنی ہر طرح کی کوشش کر ڈالی کہ انہیں قاضی بنائیں، مگر وہ نہ مانے، وہاں سے بھاگ نکلے، اور چھپ گئے۔ ان کا گزر اپنی تجارت کے نفع پر تھا اور مثالی حافظہ تھا نیز روایت حدیث میں اللہ کی نشانی تھے۔'' ❶

- امت کے ان عظیم راہبروں کی نگاہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کا گھرانہ دنیا کے تمام گھروں سے افضل ترین ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض کم ظرف اس خاندانِ نبوت کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان نازیبا حرکات کا نام انہوں نے شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم رکھ چھوڑا ہے۔

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حالانکہ خاندانِ نبوت کو اللہ تعالیٰ نے دوہری شان نصیب کی ہے۔

1. ایک صحابی ہونے کی۔
2. دوسرا اہل بیت ہونے کی۔

جبکہ دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسری فضیلت سے محروم ہیں۔ وہ صرف اکہری فضیلت صحابی ہونے کی رکھتے ہیں۔ اس قبیح حرکت کو ہم ان کی بے نصیبی کہہ سکتے ہیں جو صریح قرآن وحدیث کی نصوص کا منہ چڑاتے ہیں۔ اعاذنا اللّٰہ منہ.

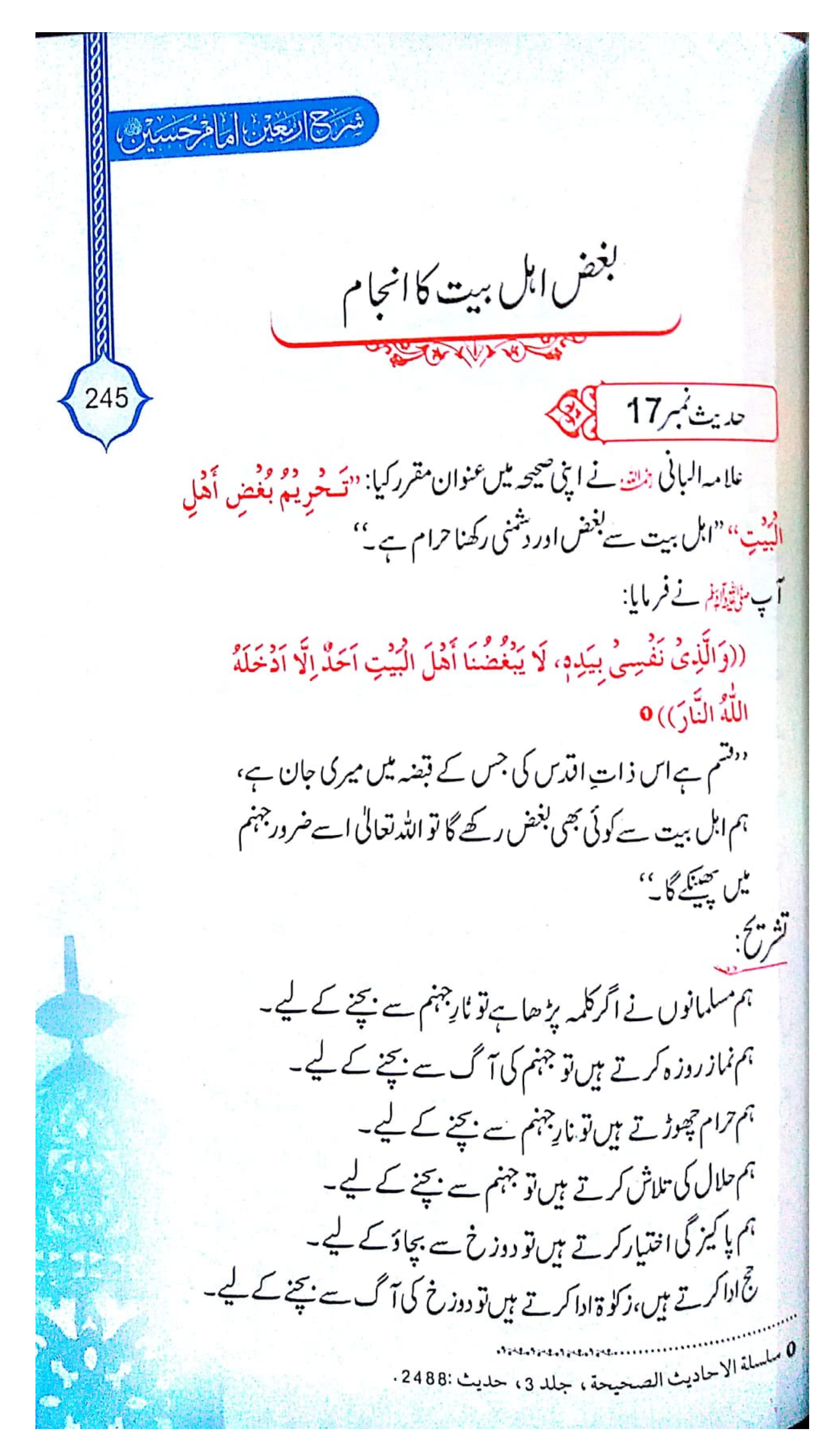
ہیرو اور زیرو:

- حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ ربّ العزت جنہیں

❶ المعارف، ابن قتیبہ، ص: 218.

السابقون الاولون کہتا ہے۔ جنہوں نے تیرہ (13) برس مکہ میں کفار کے ظلم برداشت کیے، جنہوں نے مدینہ منورہ میں ہر وقت میدان جہاد میں مثالی جان نثاری دکھائی۔ حقیقی ہیرو، خلافت راشدہ کے اختتام پر، زیرو قرار پا گئے۔ اور جو لوگ غلبہ اسلام ہو جانے کے بعد مسلسل بائیس تیئس سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے، بے بسی کے عالم میں جب بچنے کی کوئی صورت نہ رہی، مجبور ہو کر اہل اسلام کے قافلہ میں شامل ہوئے وہ زیرو (Zero) سے ہیرو (Hero) بن بیٹھے۔ نیرنگئ دوراں تو دیکھئے؟





بغض اہل بیت کا انجام

حدیث نمبر 17

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی صحیحہ میں عنوان مقرر کیا: "تَحْرِيْمُ بُغْضِ أَهْلِ الْبَيْتِ" "اہل بیت سے بغض اور دشمنی رکھنا حرام ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، لَا یَبْغُضُنَا أَهْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ)) ❶

"قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ہم اہل بیت سے کوئی بھی بغض رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور جہنم میں پھینکے گا۔"

تشریح:

ہم مسلمانوں نے اگر کلمہ پڑھا ہے تو نارِ جہنم سے بچنے کے لیے۔

ہم نماز روزہ کرتے ہیں تو جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے۔

ہم حرام چھوڑتے ہیں تو نارِ جہنم سے بچنے کے لیے۔

ہم حلال کی تلاش کرتے ہیں تو جہنم سے بچنے کے لیے۔

ہم پاکیزگی اختیار کرتے ہیں تو دوزخ سے بچاؤ کے لیے۔

حج ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو دوزخ کی آگ سے بچنے کے لیے۔

❶ سلسلة الاحاديث الصحيحة، جلد 3، حديث :2488.

الغرض ہر مسلمان مرد اور عورت، ان میں سے ہر ایک نیکی کرتا ہے تو صرف جنت میں جانے کے لیے۔ ہر مسلم گناہوں اور اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانیوں سے بچتا ہے تو دوزخ سے نجات پانے کے لیے۔

ہمیں یقین ہے کہ کوئی مسلمان جان بوجھ کر جہنم میں نہیں جانا چاہتا۔ ہر کلمہ گو کی شدید خواہش ہے کہ اللہ کریم اسے جنت کا داخلہ نصیب کرے۔ آمین

جب سب کی تمنا ایک ہی ہے تو مذکور حدیثِ رسول ﷺ کو سامنے رکھ کر ہر مسلمان سے ہماری ہمدردانہ التجا ہے کہ اہل بیت سے بغض اپنے دلوں سے نکال کر اپنے دلوں کو پاک صاف کرلیں تاکہ ہم سب مل کر جنت میں جانے کے اہل ہوسکیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری ساری عبادتیں قیامت کے روز منہ پر ماردی جائیں اور ہمیں دوزخ کے سخت گیر فرشتے گھسیٹتے ہوئے دہکتی نار جہنم میں پھینک دیں اور کہیں کہ یہ ہے سزا تمہاری جو تم نے اپنے نبی ﷺ کے گھرانے سے دل میں نفرت پال رکھی تھی۔ نبی ﷺ کا گھرانہ مکمل تب ہوتا ہے جب آپ کی ساری پاکیزہ بیویاں، علی و فاطمہ، حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام شامل ہوں نہ ازواج النبی ﷺ کو نکال کر فیملی مکمل ہوتی ہے نہ صاحبانِ رِدا کو نکال کر اہل بیت کا گھرانہ مکمل ہوتا ہے۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ دونوں سے محبت جنت میں داخلے کا باعث ہوسکتی ہے۔ ان میں سے ایک سے نفرت جہنم میں داخلے کا سبب بن سکتی ہے۔ اللہ ہمیں بچائے، آمین۔

قول محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ

- ”عَنْ مُنْذِرِ الثَّوْرِيِّ قَالَ: كُنَّا إِذَا ذَكَرْنَا حُسَيْنًا وَمَنْ قُتِلَ مَعَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ، قُتِلَ مَعَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ شَابًّا كُلُّهُمْ ارْتَكَضَ فِي رَحِمِ فَاطِمَةَ.“ [1]

”منذر ثوری سے روایت ہے کہ ہم جب کبھی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے اور ان پاکبازوں کا جوان کے ساتھ ہی شہید ہوئے تو محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ (امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی) کہتے۔امام کے ساتھ سترہ (17) ایسے جوان شہید ہوئے جو سب کے سب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تعلق رکھتے تھے۔“

- علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَلَمَّا بَلَغَ مَسِيرَهُ أَخَاهُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَنَفِيَّةِ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَشْتٌ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَبَكَى حَتَّى مَلَأَهُ مِنْ دُمُوعِهِ.)) [2]

”جب محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کو اپنے بھائی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر ہوئی تو جس برتن میں وضو کرنے لگے تھے وہ روتے روتے آنسوؤں سے بھر گیا تھا۔“

- امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی نے محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے پوچھا کیا بات ہے کہ تیرے باپ (یعنی علی رضی اللہ عنہ) تجھے جن مشکل مہمات میں ڈال دیتے

---

[1] طبرانی کبیر، جلد 3، ص:119، رجالہ صحیح.

[2] الصواعق، ص:249.

ہیں، ان میں سیّدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں ڈالتے؟

((قَالَ لِاَنَّهُمَا كَانَا خَدَّيْهِ وَكُنْتُ يَدَهُ فَكَانَ يَتَوَقّٰى بِيَدَيْهِ عَنْ خَدَّيْهِ.)) ❶

''ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے جواباً کہا کیونکہ وہ دونوں (حسنین رضی اللہ عنہما) میرے والد کے رخسار تھے اور میں ان کا ہاتھ تھا۔ تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے رخساروں کی حفاظت فرماتے تھے۔''

تشریح:

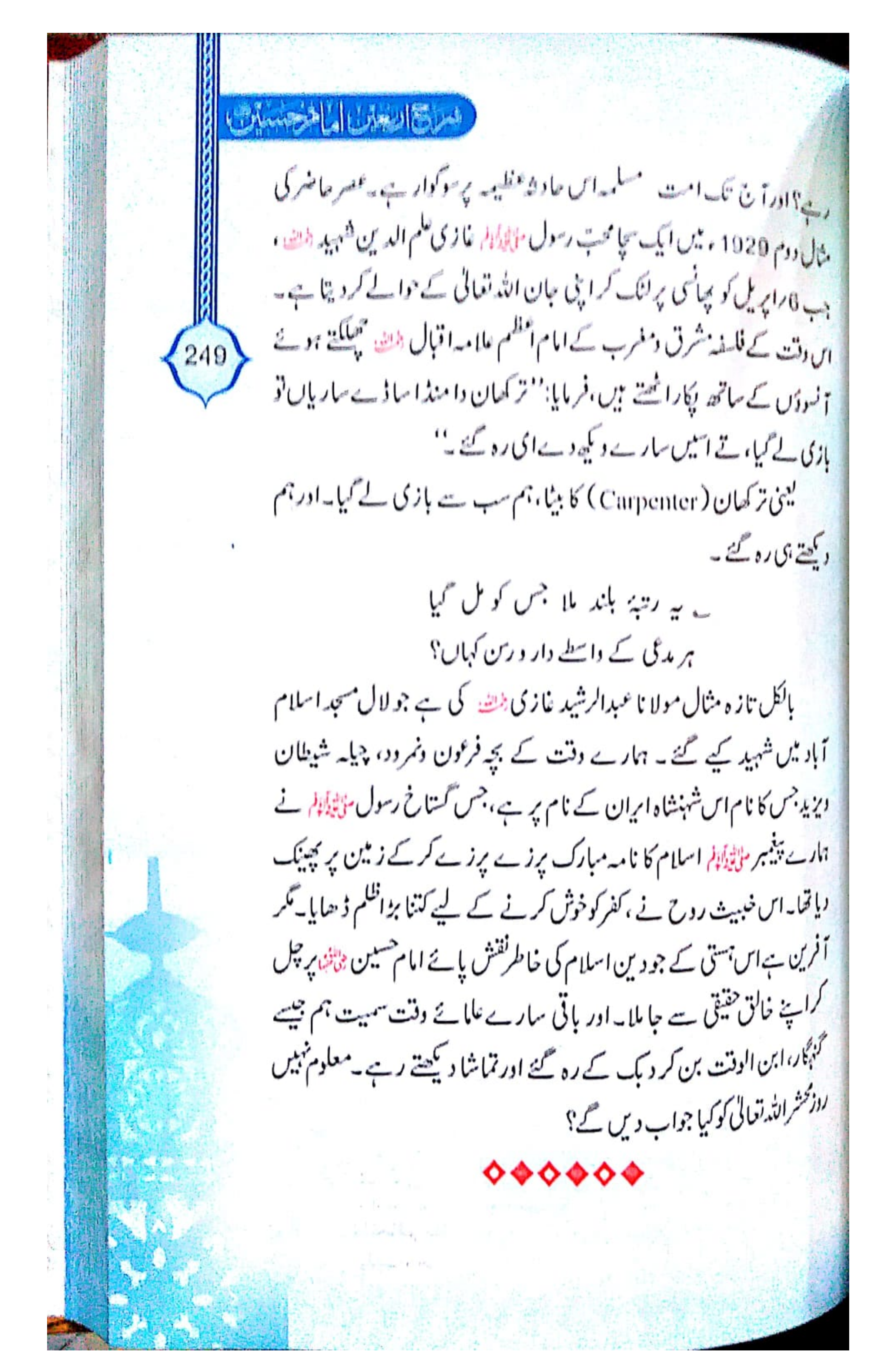
محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ، امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ سے روانگی پر ان کے ساتھ نہ نکلے، نہ اپنے لڑکوں کو ساتھ جانے دیا۔ لیکن شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں ان کے مقصد اور قدر و قیمت کا پتہ چلا۔ موجودہ زمانے میں اس کی مثال یوں دیکھ لیں۔

دورِ حاضر کی مثالیں:

جب 1953ء میں حکومت پاکستان نے، ظالمانہ طور پر سیّد مودودی رحمہ اللہ کو پھانسی کا حکم سنایا تھا تو اس وقت ان کے عظیم رفیق مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ نے اشکبار نگاہوں کے ساتھ فرمایا تھا: میں مولانا مودودی رحمہ اللہ کو بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ لیکن اتنا بڑا نہ سمجھتا تھا کہ پھانسی کے حکم کو مسکرا کے قبول کر لیں گے۔

بالکل اسی طرح جو چند عظیم صحابہ رضی اللہ عنہم، امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے خلاف نکلنے سے روک رہے تھے۔ انہیں بھی شہادت حسین کے بعد پچھتانا پڑا۔ اور زندگی بھر تڑپتے رہے۔ ان میں سے کتنے ہی بغاوت کر کے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی پیروی میں جامِ شہادت پی گئے اور کتنے ہی قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ پر نفرین بھیجتے

❶ سیر اعلام النبلاء للذهبی، جلد: 4، ص: 117.



رہے؟ اور آج تک امت مسلمہ اس حادثہ عظیمہ پر سوگوار ہے۔ عصر حاضر کی مثال دوم 1929ء ہیں ایک سچا محب رسول ﷺ غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ، جب 6/اپریل کو پھانسی پر لٹک کر اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس وقت کے فلسفہ مشرق و مغرب کے امام اعظم علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ چھلکتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پکار اٹھتے ہیں، فرمایا: ''ترکھاں دا منڈا ساڈے ساریاں تو بازی لے گیا، تے اسیں سارے ویکھدے ای رہ گئے۔''

یعنی ترکھان (Carpenter) کا بیٹا، ہم سب سے بازی لے گیا۔ اور ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔

؎ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

بالکل تازہ مثال مولانا عبدالرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو لال مسجد اسلام آباد میں شہید کیے گئے۔ ہمارے وقت کے بچہ فرعون و نمرود، چیلہ شیطان ویزید جس کا نام اس شہنشاہ ایران کے نام پر ہے، جس گستاخ رسول ﷺ نے ہمارے پیغمبر ﷺ اسلام کا نامہ مبارک پرزے پرزے کر کے زمین پر پھینک دیا تھا۔ اس خبیث روح نے، کفر کو خوش کرنے کے لیے کتنا بڑا ظلم ڈھایا۔ مگر آفرین ہے اس ہستی کے جو دین اسلام کی خاطر نقش پائے امام حسین رضی اللہ عنہ پر چل کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ اور باقی سارے علمائے وقت سمیت ہم جیسے گنہگار، ابن الوقت بن کر دبک کے رہ گئے اور تماشا دیکھتے رہے۔ معلوم نہیں روز محشر اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟

◆◆◆◆◆◆

قتلِ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی

حدیث نمبر 18

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ اِنِّیْ قَتَلْتُ بِيَحْيٰى بْنِ زَكَرِيَّا سَبْعِيْنَ اَلْفًا. وَاِنِّیْ قَاتِلٌ بَابْنِ بِنْتِكَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَّسَبْعِيْنَ اَلْفًا. هٰذَا لَفْظُ حَدِيْثِ الشَّافِعِيِّ. وَفِیْ حَدِيْثِ الْقَاضِیْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ كَامِلٍ: اِنِّیْ قَتَلْتُ عَلٰى دَمِ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا وَاِنِّیْ قَاتِلٌ عَلٰى دَمِ ابْنِ بِنْتِكَ هٰذَا حديث صحيح الإسناد وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. وَقَالَ الذَّهْبِیُّ: عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ.)) [1]

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ علیہ السلام کے ناحق قتل کے بدلے میں ستر (70) ہزار افراد کو قتل کیا تھا اور تیری بیٹی کے بیٹے (یعنی حسین) کے (خونِ ناحق) کے بدلے میں ستر ہزار اور ستر ہزار (دو گنا، ایک لاکھ چالیس ہزار) کو قتل کروں گا۔ یعنی بطور سزا۔''

اس حدیث کو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔ [2]

تشریح:

شہادتِ حسین کی سچی خبریں بھی ان کے بچپن میں فرشتوں کے ذریعے

[1] المستدرك للحاكم جلد 5، ص1808، روایت نمبر :4822.

[2] تهذيب التهذيب، جلد 2، ص354

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی ﷺ کو بھیجتا رہا۔ یہ صحیح خبر شہادت ہونے کے ساتھ ساتھ، خالق کائنات کی قتل حسین پر غیرتِ الٰہی کا پتہ دیتی ہے۔ یعنی جیسے اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ناحق اور بے دردی سے قتل کیا گیا تھا۔

قتل انبیاء کی تاریخ دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن اول، سورۃ البقرۃ کا حاشیہ نمبر 79 شق نمبر 7۔

سیّد مودودی رحمہ اللہ نے بائبل کے حوالے سے لکھا:

حضرت یحییٰ علیہ السلام (یوحنا) نے جب ان بداخلاقیوں کے خلاف آواز اٹھائی، جو یہودیہ کے فرمانروا ہیرودیس کے دربار میں کھلم کھلا ہو رہی تھیں تو پہلے قید کیے گئے، پھر بادشاہ نے اپنی معشوقہ کی فرمائش پر قوم کے اس صالح ترین آدمی کا سر قلم کر کے ایک تھال میں رکھ کر اس کی نذر کر دیا۔

"And immediately the king sent an executioner, and commanded his head to be brought: and he went and beheaded him in the prison."

(Holy Bible, Page 1037, Mark, Ch.27)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”لِاَنَّ الْاَنْبِیَآءَ صلوات الله علیهم وسلامه لَمْ یُعَارِضُوْهُمْ فِیْ مَالٍ وَّلَا جَاهٍ، بَلْ اَرْشَدُوْهُمْ اِلٰی مَصَالِحِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا“ ❶

”انبیاء کرام کا قصور یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے زمانے کے حکمرانوں کے مال اور عہدے چھیننا چاہتے تھے بلکہ وہ تو دین و دنیا کی بھلائیاں بتاتے تھے۔“

❶ تفسیر فتح القدیر، جلد 1، ص 202.

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ بھی جب خلافتِ راشدہ کو بادشاہی میں بدلتا دیکھ رہے تھے تو بے تاب ہوتے رہتے تھے کہ میرے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیئیس برس شب و روز محنت کر کے جو سلامتی کا نظام ہمیں قائم کر کے دیا تھا یہ پھر اسی قیصر و کسریٰ کی جاہلی شہنشاہیت کی طرف پلٹ کے جا رہا ہے۔

حافظ ابن اثیر رحمہ اللہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے کئی خطبے ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

"اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ رَّاٰی سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحَرَامِ اللّٰهِ، نَاکِثًا لِعَهْدِ اللّٰهِ، مُخَالِفًا لِّسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، یَعْمَلُ فِیْ عِبَادِ اللّٰهِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، فَلَمْ یُغَیِّرْ مَا عَلَیْهِ بِفِعْلٍ وَّلَا قَوْلٍ، کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّدْخِلَهٗ مُدْخَلَهٗ." [1]

"لوگو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو کسی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ وہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر رہا ہے۔ اللہ کا عہد توڑ رہا ہے۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر رہا ہے۔ اللہ کے بندوں پر گناہ اور ظلم کے حکم چلا رہا ہے۔ (یہ سب کچھ دیکھ کر) جو اسے بدلنے کی کوشش نہ کرے، نہ کوئی عملی منصوبہ بنائے، نہ اس کے بارے میں زبان کھولے، پھر اللہ کا حق بنتا ہے ایسے گونگے شیطان کو اسی ظالم کے ساتھ اس کا حشر کر دے۔"

یہ خرابیاں امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیوں کے مطابق نظر آ رہی تھیں۔

صحیح بخاری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھلا فرمان ہے:

[1] الکامل فی التاریخ، جلد 3، ص 502.

((قال ابو ھریرۃ ﷺ سمعت الصادق المصدوق ﷺ یقول: هَلَكَةُ أُمَّتِيْ عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ)) ❶

''آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کی بربادی قریشی لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب ہی یہ باندھا ہے:

((بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ هَلَاكُ أُمَّتِيْ عَلَى يَدَيْ أُغَيْلِمَةٍ سُفَهَاءٍ))

''بے وقوف لڑکوں کے ہاتھوں سے میری امت کی بربادی۔''

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا:

"قُلْتُ: وَقَدْ يُطْلَقُ الصَّبِيُّ وَالْغُلَيْمُ بِالتَّصْغِيْرِ عَلَى الضَّعِيْفِ الْعَقْلِ وَالتَّدْبِيْرِ وَالدِّيْنِ وَلَوْ كَانَ مُحْتَلِمًا" ❷

میرا کہنا یہ ہے کہ، صَبِیّ لڑکا (Boy, Youth) اور غُلَیْم تصغیر غلام کی معنی چھوٹا لڑکا۔ مطلقاً ان لفظوں سے مراد عقل کی ناپختگی، غور وفکر میں کمی، دین میں کمزوری ہوتی ہے۔ چاہے بظاہر دیکھنے میں وہ بالغ ہی نظر آتا ہے۔

"هَلَاكُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ"

''اس امت کی بربادی کا مفہوم یہ ہے''

"وَالْمُرَادُ بِالْأُمَّةِ هُنَا أَهْلُ ذٰلِكَ الْعَصْرِ وَمَنْ قَارَبَهُمْ، لَا جَمِيْعَ الْأُمَّةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

''اسی زمانے اور ان کے قریب کے زمانے کی بات آپ ﷺ نے

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: 7058.

❷ فتح الباری جلد 13، ص 13.

ارشاد فرمائی ہے نہ کہ ساری امت جو قیامت تک آنے والی ہے۔"

آگے ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اِمَارَةِ الصِّبْيَانِ"

"میں لڑکوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

لوگوں نے پوچھا: امارۃ صبیان سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ هَلَكْتُمْ، اَیْ فِیْ دِیْنِكُمْ"

"اگر ان لڑکوں کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے یعنی تمہارا دین و ایمان جاتا رہے گا۔"

"وَاِنْ عَصَيْتُمُوْهُمْ اَهْلَكُوْكُمْ اَیْ فِیْ دُنْيَاكُمْ بِاِزْهَاقِ النَّفْسِ اَوْ بِاِذْهَابِ الْمَالِ اَوْ بِهِمَا"

"اور اگر تم لوگ ان چھوکرے حکمرانوں کی بات نہ مانو گے تو تمہیں برباد کردیں گے۔ یعنی دنیاوی لحاظ سے تمہیں قتل کردیں گے یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا دونوں سزائیں بیک وقت دے ڈالیں گے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے پھرتے بآواز بلند یہ دعا کرتے رہتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِیْ سَنَةُ سِتِّيْنَ وَلَا اِمَارَةُ الصِّبْيَانِ"

"یا اللہ! مجھے ہجری کا ساٹھواں سال دیکھنا نصیب نہ ہو، نہ ہی لڑکوں کی حکومت دیکھ سکوں۔"

یعنی 60ھ سے پہلے پہلے مجھے دنیا سے اٹھالینا۔ (اللہ تعالیٰ نے دعا قبول

کی، 59ھ میں وفات پائی)

ابن حجر رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں:

"وَفِیْ هٰذَا اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ اَوَّلَ الْاُغَیْلَمَةِ کَانَ فِیْ سَنَةِ سِتِّیْنَ وَهُوَ کَذٰلِكَ فَاِنَّ یَزِیْدَ بْنَ مُعَاوِیَةَ اِسْتُخْلِفَ فِیْهَا، وَبَقِیَ اِلٰی سَنَةِ اَرْبَعٍ وَّسِتِّیْنَ فَمَاتَ"

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاؤں میں یہ واضح اشارہ ہے کہ لڑکوں کی حکومت کا پہلا دور 60ھ میں وہی ہے کہ یزید بن معاویہ زبردستی حکمران بن بیٹھا اور 64ھ تک حکومت کرتا رہا، پھر مر گیا۔"

"هٰذِهِ الرِّوَایَةُ تَخَصَّصَ فِیْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ"

"یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت علاماتِ نبوت کو خاص کرتی ہے۔"[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لَا یَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِیْ قَائِمًا بِالسَّوِیِّ حَتّٰی یَکُوْنَ اَوَّلُ مَنْ یَثْلِمُهٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ اُمَیَّةَ یُقَالُ لَهٗ :یَزِیْدُ))

"حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت کا معاملہ برابر قائم رہے گا، حتیٰ کہ بنوامیہ کا پہلا آدمی اس میں شگاف کرے گا، جس کو لوگ یزید کے نام سے پکاریں گے۔"[2]

یہ روایت منقطع ہے لیکن رجالہ ثقات راوی سارے ثقہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ اتنا بڑا ماہر رجال امام ابن حجر رحمہ اللہ ،اس منقطع روایت کو قابل قبول سمجھتا ہے۔ نیز اس روایت کی تائید گزشتہ حدیث بخاری سے ہو رہی ہے۔"هلكة امتی

[1] فتح الباری جلد 13، ص: 14۔

[2] لسان المیزان جلد 6، ص 380، عنوان یزید بن معاویہ۔

علی یدی غلمة من قریش" اور یہ روایت حدیث بخاری کی وضاحت ہے۔

قارئین کرام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاؤں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ بتادیا تھا۔ انہیں حادثہ کربلا و واقعہ حرہ، کعبہ شریف کو جلانا یوں لگتا ہے کہ انہیں اپنی کھلی آنکھوں سے یہ سارے عظیم حادثے قبل از وقت صاف صاف نظر آرہے تھے، تبھی وہ انتہائی بے چینی سے اللہ تعالیٰ سے 60ھ سے پہلے پہلے موت مانگ رہے تھے۔ بلکہ مروان نے "غلمة" کے بارے میں حیرت کا اظہار کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لَوْ شِئْتَ اَنْ اَقُوْلَ بَنِیْ فُلَان وَبَنِیْ فُلَان لَفَعَلْتُ"

"اگر آپ چاہیں تو میں سب کے نام بتا سکتا ہوں کہ وہ بنی فلاں ہے اور وہ بنی فلاں ہے۔" ❶

اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے نام کیوں نہ بتائے؟

اس کا جواب وہ خود دیتے ہیں:

❁ ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَاءَيْنِ؛ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ- یعنی مجری الطعام (رواه البخاری) ❷

"میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو قسم کے علم حاصل کیے ہیں: ان میں سے ایک علم کو میں نے تم میں پھیلا دیا ہے اور دوسرے علم کو اگر نشر کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔"

❶ فتح الباری جلد 13، ص 14.

❷ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، فصل ثالث، حدیث نمبر :271.

تشریح:

جو علم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چھپایا ہے وہ بھی کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ سارے صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ حدیث رسول ﷺ انہی سے مروی ہیں۔ یعنی پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) انھوں نے روایت کی ہیں۔ جس علم کو انھوں نے نہیں چھپایا وہ فتنوں اور جنگوں، نیز بعض سفاک و ظالم حکمرانوں کا تذکرہ ہے جن کے ناموں سے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آگاہ تھے۔ لیکن کبھی کبھار اشاروں، کنایوں میں ذکر کر بھی جاتے تھے۔ البتہ ان کی وضاحت سے گریز کر جاتے تھے۔ ⓞ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جن کے نام ظاہر کرنے سے کتراتے تھے۔ وہ وہی لوگ تھے، جن سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے ٹکر لی تھی۔ اسی لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کے لڑکپن میں ان کے گرد آلود پاؤں کو اپنے صافے سے جھاڑتے تھے اور صاف کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ ہم جس جرأتِ اظہار سے قاصر ہیں، نواسۂ رسول ﷺ کو وہ جرأت و شجاعت رسول اللہ ﷺ کی وراثت میں ملی ہوئی ہے۔

انہی جیسی دلیری کی دیگر احادیث کے ذخیرے کھنگال کر دیکھ لیں ہر صحابی رسول ﷺ ایک جیسا عزم و حوصلہ نہیں رکھتا۔ کوئی بلال رضی اللہ عنہ ہوتا ہے جو ماریں کھا کھا کر بھی اَحد اَحد کے نعرے لگاتا ہے، کوئی اپنی جان بچانے کے لیے شانِ رسالت میں نازیبا کلمات کہہ کر جان چھڑا لیتا ہے۔ پھر پریشانی کے عالم میں حضور ﷺ سے اپنا دردِ دل کہہ سناتا ہے۔ آپ ﷺ اسے آئندہ بھی ایسی مشکل میں رخصت عطا کرتے ہیں۔

ⓞ مترجم مشکوٰۃ شریف، جلد 1، ص 150، از مولانا محمد صادق خلیل۔

ملا علی القاری رحمہ اللہ نے ''وعاء ین'' دو قسم کے علم سے علم ظاہر اور علم باطن بتائے ہیں۔ پھر آگے لکھا کہ علماء نے دوسرے علم سے مراد وہ لیا ہے:

''التی فیھا یتبین اسامی امراء الجور واحوالھم وذمھم''

''جن میں ظالم حکمرانوں کے نام بتائے گئے ہیں، ان کے حالات اور ان کی مذمت کا ذکر ہے۔''

''وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ يَكْنِیْ عَنْ بَعْضِهٖ وَلَا يَصْرَحُ بِهٖ خَوْفًا عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْهُمْ))

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے حکمرانوں کا اشارۃً ذکر کرتے، وضاحت نہیں کرتے تھے کہ انہیں ان ظالموں سے اپنی جان کا خطرہ ہوتا تھا۔''

''کقوله: اعوذ باللّٰه من رأس ستین، وامارة الصبیان یشیر الٰی خلافة یزید بن معاویة لانها کانت سنة ستین من الهجرة''[1]

جیسا کہ ان کی دعا تھی: اے اللہ! میں ہجری کے ساٹھویں سال سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور لڑکوں کی حکومت سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ اشارہ یزید کی حکومت کی طرف تھا جو سن ساٹھ میں قائم ہوئی تھی۔''

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن بطال کے حوالے سے لکھا:

''اَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْلَمَ اَبَا هُرَيْرَةَ بِاَسْمَآءِ هٰؤُلَآءِ وَاَسْمَآءِ اٰبَآئِهِمْ''[2]

''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے نام،

[1] مرقاۃ المصابیح جلد 1، ص527۔

[2] فتح الباری، جلد 13، ص: 15۔

ان کے باپوں کے نام بتا دیے تھے۔"

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کا حوصلہ حسین رضی اللہ عنہ جیسا نہیں تھا، خصوصاً ان کے دور میں۔

صحیح مسلم میں ہے، معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو عبید اللہ بن زیاد (قاتلِ اہل بیت) عیادت کو آیا۔ حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی حدیث سناتا ہوں۔ اگر مجھے مزید زندگی کی امید ہوتی تو نہ سناتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا حکمران بناتا ہے۔ اگر وہ لوگوں سے خیر خواہی نہیں کرتا تو وہ شخص (حکمران) جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گا۔"

وہ ظالم کہتا ہے: یہ حدیث مجھے پہلے کیوں نہیں سنائی؟ ❶

تشریح:

صحابہ کرام خلافتِ راشدہ کے بعد اپنے ظالم و جابر حکمرانوں سے کس قدر خائف تھے؟ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنانا بھی انہیں موت سے کھیلنا نظر آتا تھا۔ مرتے وقت سنا کر فرض ادا کرتے تھے۔ تاکہ انہیں ظالم سزا نہ دے سکیں۔ ورنہ زندگی میں ہمت نہ پڑتی تھی۔

اس طرح پیچھے ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پڑھ چکے ہیں کہ دوسرا علم بتاؤں تو میری گردن اڑا دی جائے، حالانکہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور تھا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی دور میں فوت ہوئے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے:

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر 142، باب استحقاق الوالی۔ صحیح بخاری میں مختصر حدیث نمبر 7150 ہے مشکوٰۃ شریف، مختصر حدیث نمبر :3687، کتاب الایمان۔

((قَالَ الزُّهْرِيُّ: دَخَلْتُ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ بِدِمَشْقَ وَهُوَ یَبْكِيْ فَقُلْتُ: مَا یُبْكِیْكَ؟ فَقَالَ: لَا اَعْرِفُ شَیْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ، وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُیِّعَتْ))

''امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا: آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا: (دین کی اور کوئی چیز نہ دیکھی) صرف یہ نماز ہی رہ گئی تھی اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔''[1]

تشریح:

اس حدیث پر امام بخاری نے باب مقرر کیا: ''بَابُ تَضْیِیْعِ الصَّلٰوۃِ عَنْ وَقْتِهَا'' ''وقت سے ہٹ کر، نماز کو ضائع کرنا۔ یعنی تاخیر سے اور بے وقت پڑھنا پڑھانا''

آگے ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نہایت دکھ سے کہا:

((جَعَلْتُمُ الظُّهْرَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ، اَفَتِلْكَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟))

''تم نے ظہر کی نماز کو مغرب کے قریب ادا کیا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ایسے (بے وقت) ہوتی تھی؟''

یہ تو حجاج گورنر کوفہ کا کارنامہ تھا۔ لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو تو سکتے تھے لیکن ظالم حکمران کے سامنے کہہ نہیں سکتے تھے۔

مزید آگے ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[1] صحیح بخاری، حدیث: 530.

"قَالَ عَطَاءٌ: اَخَّرَ الْوَلِيْدُ الْجُمُعَةَ حَتّٰى اَمْسٰى فَجِئْتُ فَصَلَّيْتُ الظُّهْرَ قَبْلَ اَنْ اَجْلِسَ ثُمَّ صَلَّيْتُ الْعَصْرَ وَاَنَا جَالِسٌ اِيْمَاءً وَهُوَ يَخْطُبُ"

"امام عطاء رحمہ اللہ نے کہا: ولید نے جمعہ کو اتنی دیر کردی کہ شام ہونے لگی، میں نے آ کر بیٹھنے سے پہلے ظہر پڑھی۔ پھر بیٹھ کر اشاروں سے عصر پڑھی اور وہ اپنا خطاب کیے جارہا تھا۔"

"وَاِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ عَطَاءٌ خَوْفًا عَلٰى نَفْسِهٖ مِنَ الْقَتْلِ" ٥

"امام عطاء رحمہ اللہ نے ایسے اس لیے کیا کہ انہیں اپنی جان کا خطرہ تھا کہ وہ قتل کر دیے جائیں گے۔"

امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح کچھ جرأت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کی۔

صحیح بخاری کی حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ میں پہنچ کر پہلا کام نماز پڑھانے کا کرتے، پھر لوگوں کو وعظ ونصیحت فرماتے۔ یہ سنت اسی طرح جاری رہی (یعنی خلفاء راشدین کے زمانے تک)

بعد میں جب مروان امیر مدینہ بنا، میں اس کے ساتھ عیدگاہ میں گیا تو وہاں منبر بنایا گیا۔ مروان نمازِ عید پڑھائے بغیر منبر پر چڑھنے لگا، میں نے اسے کپڑوں سے کھینچا وہ پلو چھڑا کر منبر پر چڑھ بیٹھا اور خطاب شروع کر دیا میں نے کہا: "غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ" اللہ کی قسم! تم نے سنت کو بدل ڈالا۔

مجھے آگے سے کہتا ہے: "اَبَا سَعِيْدٍ! قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ" اے ابوسعید! جو تو جانتا ہے اس کا دور گزر گیا ہے۔ نماز کے بعد لوگ ہمارا خطاب نہیں سنتے،

٥ فتح الباری، کتاب مواقیت الصلاۃ، جلد 1 ص 19۔

اس لیے میں نے خطاب پہلے کر دیا ہے۔[1]

تشریح:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب مقرر کیا: ''بَابُ الْخُرُوْجِ اِلَی الْمُصَلّٰی بِغَیْرِ مِنْبَرٍ'' ''عیدگاہ میں بغیر منبر کے نکلنا''

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا کہ ایک روایت میں ہے کہ کسی آدمی نے کہا: ''یَا مَرْوَانُ! خَالَفْتَ السُّنَّةَ'' ''اے مروان! تو نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے۔''[2]

اس حدیث پر ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وَفِیْهِ اِنْكَارُ الْعُلَمَاءِ عَلَى الْاُمَرَاءِ اِذَا صَنَعُوْا مَا یُخَالِفُ السُّنَّةَ''

اس حدیث سے دلیل مہیا ہوئی کہ ''جب حکمران خلافِ سنت عمل کریں تو علماء کی ذمہ داری ہے کہ ان کی نکیر کریں۔'' یعنی گھگو بن کے نہ بیٹھے رہیں اور نہ ہی ان کی غلط کاریوں پر خوشامدی قصیدے پڑھتے پھریں۔ اگر حکمرانوں کو بروقت اصلاح کی طرف متوجہ نہ کیا تو وہ عوام سے زیادہ وسائل و اختیارات ہونے کی وجہ سے مزید گمراہیوں کی دلدل میں پھنستے چلے جائیں گے اور ظلم و ستم کی آندھیاں چلانے میں دلیر سے دلیر ہوتے چلے جائیں گے۔ ان کو راہِ راست پر رکھنے کے لیے مضبوط اہل دین کا گروہ موجود رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ

[1] صحیح بخاری، حدیث: 956.

[2] فتح الباری جلد 1، ص: 579.

مِنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (التوبة: 122)

"اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہلِ ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تا کہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔"

تشریح:

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں اسی آیت کے تحت:

"حصول علم دین کا مدعا و مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اپنے علم وعرفان کی شمع سے ہر گھر میں اُجالا کر دیں۔ جہاں کہیں اعتقادی و عملی تاریکی کا سراغ پائیں، اپنے نور کا رخ اِدھر موڑ دیں۔" [1]

سیّد رشید رضا مصری رحمہ اللہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ اَیْ رَجَآءَ اَنْ یَّخَافُوا اللّٰهَ وَيَحْذَرُوْا عَاقِبَةَ عِصْيَانِه"

"ممکن ہے کہ پرہیز کرتے یعنی شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوجائیں اور اس کی نافرمانی کا جو برا انجام ہے اس سے بچنے والے بن جائیں۔"

علم دین کی نشر و اشاعت کرنا اس کی حجت قائم کرنا، ہدایت کو عام کرنا

[1] تفسیر ضیاء القرآن جلد 2، ص266.

یہی اصل غرض و غایتِ علم اور تفقہ فی الدین ہے۔

"لَا الرِّیَاسَةَ وَالْعُلُوَّ بِالْمَنَاصِبِ"

''نہ کہ حکومت حاصل کرنا اور نہ ہی بڑے بڑے عہدے حاصل کرنا مقصود ہے۔'' ❶

یعنی اہل دین کا کام جیسے عوام کے لیے راہنمائی کرنا ضروری ہے، اس سے بھی زیادہ اہم ذمہ داری حکمرانوں کی راہنمائی کرتے رہنا اور ان کی نگرانی کرتے رہنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ حکمران لوگ دین سے بیگانہ ہو کر خوفِ خدا سے عاری ہو جائیں گے اور مخلوقِ خدا پر بے رحم درندے بن کر ان کا جینا حرام کر دیں گے۔ جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان حکمرانوں کو تعلیم یہ ہے:

((یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوْا)) ❷

''لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو، مشکلات پیدا نہ کرو، لوگوں کو راحت و سکون پہنچاؤ، انہیں دکھ نہ دو، انہیں پریشان نہ کرو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ)) ❸

''جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

مخلوقِ خدا پر، حکمران مہربان نہ رہے تو حسین رضی اللہ عنہ اٹھے تھے۔

---

❶ تفسیر المنار جلد 11 ص 61.

❷ صحیح بخاری، حدیث :6125.

❸ صحیح بخاری، حدیث :5997.

علامہ ابن عبدالبر ؒ نے لکھا:

گورنر کوفہ زیاد نے خطبہ بہت طویل کر دیا نماز جمعہ کا وقت گزر رہا تھا تو حُجر بن عدی ؓ نے کنکری پھینک کر توجہ دلائی۔ زیاد نے امیر معاویہ ؓ کو ان کی شکایت لکھ بھیجی۔ انھوں نے حکم نامہ بھیجا کہ انہیں میرے پاس بھیج دیں۔ زیاد نے بارہ رفقائے حُجر کو گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ کر دمشق بھیج دیا۔

امیر معاویہ ؓ نے حجر ؓ سمیت چھ (6) افراد کو قتل کروا دیا اور چھ افراد قتل سے بچ گئے۔

یہ خبر اُمّ المومنین حضرت عائشہ ؓ کو پہنچی تو امیر معاویہ ؓ کی طرف قاصد بھیجا۔ اس نے کہا: اے معاویہ! آپ کا حلم اور بردباری، حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرتے وقت کہاں چلی گئی تھی انہیں قید کر دیتے۔

پھر جب امیر معاویہ ؓ کا مدینہ منورہ آنا ہوا تو حضرت عائشہ ؓ کے ہاں حاضر ہوئے۔ اُمّ المومنین ؓ نے بات ہی قتل حُجر ؓ پر شروع کی۔ لمبی بات چیت کے بعد امیر معاویہ ؓ نے کہا: ''فَدَعِينِي وَحُجْرًا حَتّٰى نَلْتَقِيَ عِنْدَ رَبِّنَا'' ''اماں جان! آپ مجھے چھوڑ دیں، میں اور حجر اپنے رب کے ہاں مل لیں گے۔''

علامہ ابن عبدالبر ؒ، امام ابن سیرین ؒ سے یہ روایت بھی لائے ہیں:

جب حضرت حجر ؓ کو امیر معاویہ ؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے کہا: ''السلام عليك يا امير المومنين! قال: اَوَ امير المومنين؟ اِضْرِبُوْا عُنُقَهٗ'' ''حضرت حجر ؓ نے امیر المومنین کہہ کر سلام کیا تو امیر معاویہ ؓ نے کہا: کیا تو امیر المومنین کہتا ہے؟ اس کی گردن اڑا دو۔''

''فَلَمَّا قُدِمَ لِلْقَتْلِ قَالَ: دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَصَلَّاهُمَا

حَوَفَقَتُنِیْ"

"حضرت حجر رضی اللہ عنہ کو جب قتل گاہ میں لایا گیا تو فرمایا: مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دیں تو انھوں نے مختصر رکعتیں پڑھیں۔"

"ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا اَنْ تَظُنُّوْا بِیْ غَیْرَ الَّذِیْ بِیْ لَاَ طَلْتُهُمَا"

"پھر فرمایا: اگر تم یہ بدگمانی نہ کرتے کہ میں موت کے ڈر سے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں تو میں ضرور نماز کو طول دیتا۔" (کیونکہ مؤمن کو دنیا سے رخصت ہوتے وقت جب نماز آخری نظر آئے تو اسے اس میں لطف بہت آتا ہے)

پھر وہاں پر موجود جلادوں اور ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے قتل کرنے کے بعد:

"لَا تُطْلِقُوْا عَنِّیْ حَدِیْدًا، وَلَا تَغْسِلُوْا عَنِّیْ دَمًا، فَاِنِّیْ مُلَاقٍ مُعَاوِیَةَ عَلَی الْجَادَّةِ"

"میری زنجیریں نہ کھولنا، نہ میرا خون دھونا، میں اسی حال میں معاویہ سے پل صراط پر ملوں گا۔"

❁ "سُئِلَ ابْنُ سیرین عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ، قَالَ صَلَّاهُمَا خُبَیْبٌ وَحُجْرٌ، وَهُمَا فَاضِلَانِ"

"امام ابن سیرین سے پوچھا گیا کہ قتل کے وقت دو رکعت پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حجر رضی اللہ عنہ نے قتل کے وقت دو رکعت پڑھی تھیں اور وہ دونوں فاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔"

❁ یحییٰ بن سلیمان سے سوال ہوا:

"اَبَلَغَكَ اَنَّ حُجْرًا كَانَ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ"

''کیا آپ ... خبر ملی ہے کہ حضرت حجر رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے؟
(یعنی جن کی دعائیں اللہ قبول کرتا ہے)
''قَالَ: نَعَمْ، وَكَانَ مِنْ أَفَاضِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ''
''فرمایا: ہاں، وہ نبی اکرم ﷺ کے فاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔''

جب حضرت حجر رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر خراسان کے گورنر کو پہنچی جو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر تھے۔ وہ گورنر ربیع بن زیاد بھی فاضل جلیل تھے۔
حضرت حجر رضی اللہ عنہ کے صدمے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:
''اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ لِلرَّبِيْعِ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ وَعَجِّلْ''
''اے اللہ! اگر مجھ ربیع کے لیے تیرے پاس بھلائی ہے تو فوراً میری روح قبض کر کے اپنے پاس بلا لے۔''
''فَلَمْ يَبْرَحْ مِنْ مَجْلِسِهِ حَتّٰى مَاتَ''
''اپنی اسی مجلس سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ موت نے انہیں آلیا۔''

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
حضرت حجر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی ہانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت حجر رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ میں شریک جہاد تھے۔ جنگ جمل و صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہے۔ ''مرج عذرا'' مقام پر انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر قتل کیا گیا، یعنی جس بستی کا افتتاح حضرت حجر کے ہاتھوں ہوا، وہیں ان کا قتل مقدر ہوا۔

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 1، ص: 389 تا 391۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حضرت حجر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے:

"عَنْ حجر بن عدی۔ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ قَوْمًا یَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ یُسَمُّوْنَهَا بِغَیْرِ اِسْمِهَا" [1]

"حضرت حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک وقت آئے گا لوگ شراب پئیں گے، لیکن شراب کا نام بدل بدل کر رکھیں گے۔"

ابن عبد البر رحمہ اللہ والی روایت نقل کر کے آخری لفظ ابن حجر رحمہ اللہ یہ بھی لکھتے ہیں:

"وَاِنِّیْ مُخَاصِمٌ"

"کہ پل صراط پر معاویہ سے ملاقات کر کے جھگڑا کروں گا۔"

(بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ کس جرم میں مارا گیا تھا)

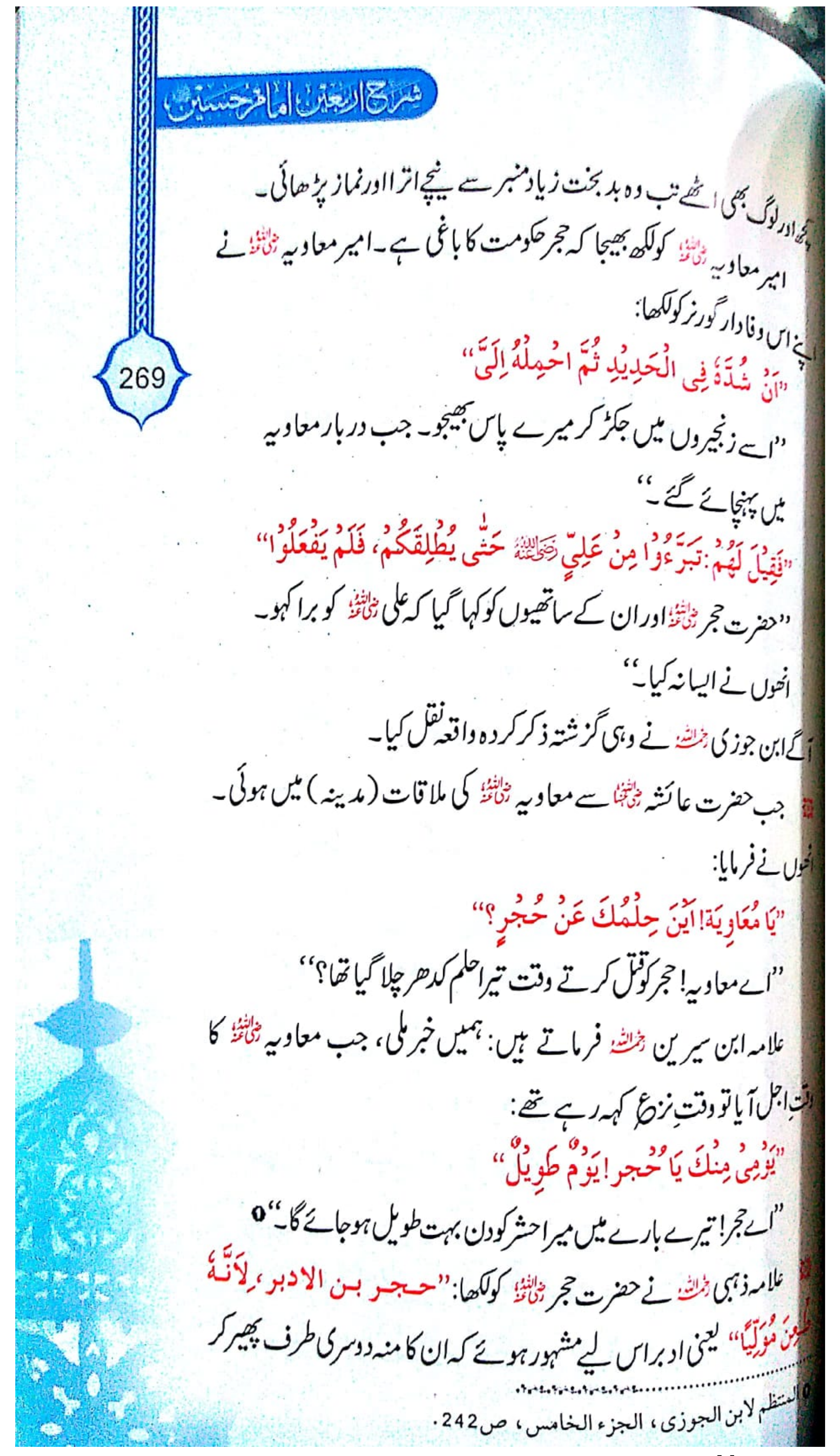
ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یہ روایت بھی لائے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب حضرت حجر رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر ملی تو بازار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنا پٹکا کھولا اور منہ موڑ کر زار و قطار رونے لگے۔ [2]

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے مقتل حجر بن عدی رضی اللہ عنہ پر لکھا:

زیاد گورنر کوفہ نے خطبہ بہت طویل کر دیا، نماز کا وقت جا رہا تھا: حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز کا وقت ہو گیا لیکن اس نے خطبہ جاری رکھا سنی اَن سنی کر دی۔ کچھ دیر بعد حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: نماز۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ جب وقت فوت ہونے کا ڈر ہوا۔ حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے کنکریاں پھینکیں اور نماز کے لیے خود اٹھ

1. رواه الطبرانی ورجاله ثقات۔
2. الاصابة فی تمییز الصحابة، جزء 2 ...



کچھ اور لوگ بھی اٹھے تب وہ بد بخت زیاد منبر سے نیچے اترا اور نماز پڑھائی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ حجر حکومت کا باغی ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس وفادار گورنر کو لکھا:

"اَنْ شُدَّهُ فِي الْحَدِيْدِ ثُمَّ احْمِلْهُ اِلَيَّ"

"اسے زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس بھیجو۔ جب دربار معاویہ میں پہنچائے گئے۔"

"فَقِيْلَ لَهُمْ: تَبَرَّءُوْا مِنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ حَتّٰى يُطْلِقَكُمْ، فَلَمْ يَفْعَلُوْا"

"حضرت حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو کہا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو برا کہو۔ انھوں نے ایسا نہ کیا۔"

آگے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی گزشتہ ذکر کردہ واقعہ نقل کیا۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات (مدینہ) میں ہوئی۔ انھوں نے فرمایا:

"يَا مُعَاوِيَةُ! اَيْنَ حِلْمُكَ عَنْ حُجْرٍ؟"

"اے معاویہ! حجر کو قتل کرتے وقت تیرا حلم کدھر چلا گیا تھا؟"

علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمیں خبر ملی، جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا وقتِ اجل آیا تو وقتِ نزع کہہ رہے تھے:

"يَوْمِيْ مِنْكَ يَا حُجر! يَوْمٌ طَوِيْلٌ"

"اے حجر! تیرے بارے میں میرا حشر کو دن بہت طویل ہو جائے گا۔"[1]

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حجر رضی اللہ عنہ کو لکھا: "حجر بن الادبر، لِاَنَّهُ طُعِنَ مُوَلِّيًا" یعنی ادبر اس لیے مشہور ہوئے کہ ان کا منہ دوسری طرف پھیر کر

[1] المنتظم لابن الجوزی، الجزء الخامس، ص242۔

ان کی پیٹھ پر کوڑے برسائے گئے تھے۔

"وَلِحُجْرٍ صُحْبَةٌ وَّوِفَادَةٌ، مَا رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا"

"حضرت حجر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بھی نصیب ہوئی اور آپ کی خدمت میں حاضری بھی دی۔"

کچھ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بھی روایت کی ہے۔

"وَكَانَ صَالِحًا عَابِدًا، يُلَازِمُ الْوُضُوْءَ وَيُكْثِرُ مِنَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَكَانَ يُكَذِّبُ زِيَادَ بْنَ اَبِيْهِ الْاَمِيْرَ عَلَى الْمِنْبَرِ"

"حجر صالح اور عبادت گزار صحابی تھے۔ وضوء ہمیشہ رکھتے۔ کثرت سے نیکیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے، زیاد کے جھوٹوں کا برسرِ منبر پول کھول دیتے تھے۔"

قتل گاہ میں لائے گئے۔

"اَنَّ رَسُوْلَ مُعَاوِيَةَ يَعْرِضُ عَلَيْهِمُ التَّوْبَةَ وَالْبَرَآئَةَ مِنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ"

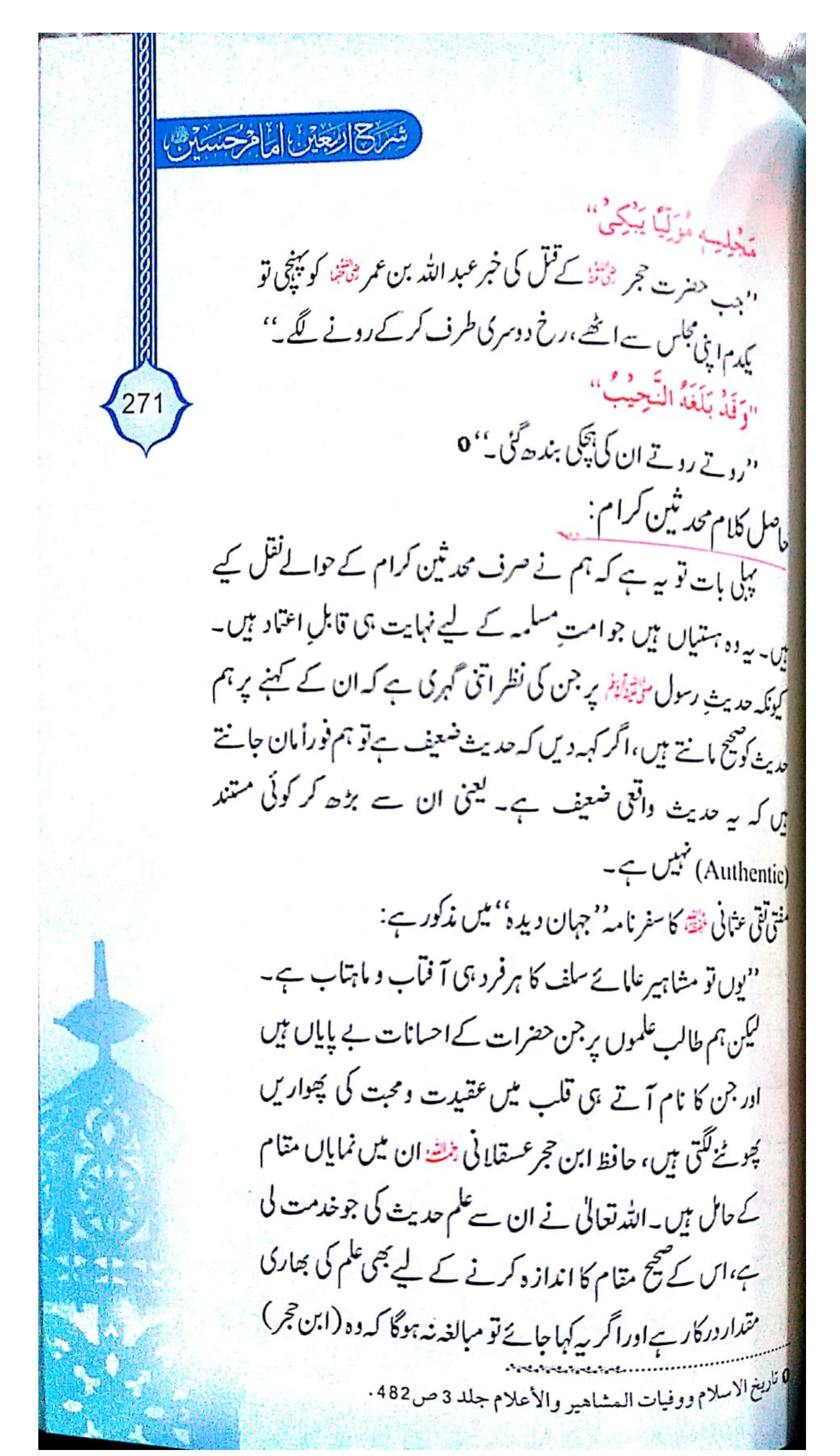
"معاویہ کے قاصد نے انہیں توبہ کرنے اور علی رضی اللہ عنہ سے بیزاری کرنے کی پیشکش کی۔"

دس افراد نے انکار کر دیا۔ دس نے توبہ کر لی۔ حضرت حجر وقتِ قتل کانپنے لگے۔ پوچھا گیا: کانپتے کیوں ہو؟ فرمایا:

"قَبْرٌ مَحْفُوْرٌ وَكَفَنٌ مَنْشُوْرٌ وَسَيْفٌ مَشْهُوْرٌ"

"ہماری آنکھوں کے سامنے قبریں کھدی ہوئی ہیں، کفن بچھے ہوئے ہیں، تلواریں لہرا رہی ہیں۔"

"وَلَمَّا بَلَغَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قِتْلَةَ حُجْرٍ، قَامَ مِنْ



”مَحْلِسِہٖ مُوَلِّیًا یَبْکِیْ“
”جب حضرت حجر رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو یکدم اپنی مجلس سے اٹھے، رخ دوسری طرف کر کے رونے لگے۔“
”وَقَدْ بَلَغَہُ النَّحِیْبُ“
”روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔“ ۞

حاصل کلام محدثین کرام:

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے صرف محدثین کرام کے حوالے نقل کیے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو امتِ مسلمہ کے لیے نہایت ہی قابلِ اعتماد ہیں۔ کیونکہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی نظر اتنی گہری ہے کہ ان کے کہنے پر ہم حدیث کو صحیح مانتے ہیں، اگر کہہ دیں کہ حدیث ضعیف ہے تو ہم فوراً مان جاتے ہیں کہ یہ حدیث واقعی ضعیف ہے۔ یعنی ان سے بڑھ کر کوئی مستند (Authentic) نہیں ہے۔

مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ کا سفر نامہ ”جہان دیدہ“ میں مذکور ہے:

”یوں تو مشاہیر علمائے سلف کا ہر فرد ہی آفتاب و ماہتاب ہے۔ لیکن ہم طالب علموں پر جن حضرات کے احسانات بے پایاں ہیں اور جن کا نام آتے ہی قلب میں عقیدت و محبت کی پھواریں پھوٹنے لگتی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ان میں نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے علم حدیث کی جو خدمت لی ہے، اس کے صحیح مقام کا اندازہ کرنے کے لیے بھی علم کی بھاری مقدار درکار ہے اور اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ (ابن حجر)

۞ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام جلد 3 ص 482۔

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ معجزہ تھے۔"❶

حضرت حجر رضی اللہ عنہ کی شخصیت:

اتنی عظیم شخصیت کو جس بے رحمی سے قتل کیا گیا، جن کے قتل پر اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ ہوا۔

جن کے قتل پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما زار زار روئے۔ ربیع گورز خراسان نے اپنے مرنے کی دعا کر ڈالی جو ہمیشہ باوضو رہنے والے، نہایت عبادت گزار، مستجاب الدعوات، دعوتِ دین کا کام دھڑلے سے کرنے والے، بلند پایہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر مٹی پلید کی گئی۔ جرم ان کا صرف یہ تھا کہ کوفے کا حرام زادہ گورنر زیاد جو اہل اللہ کو ذلیل ورسوا کرنے سے باز نہیں آتا تھا اور اپنے لمبے چوڑے خطابات کے شوق میں نمازوں کو بے وقت پڑھاتا تھا۔ اس سے حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے نماز کی طرف متوجہ کیا تو نتیجہ اس کا پھانسی پایا۔

خلفائے راشدین؛ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے تو نہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے تو نہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے تو نہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے تو نہ تھے۔ وہ تو نیکی کی طرف متوجہ کرنے والوں کے شکرگزار ہوتے تھے۔ وہ تو ایسا کرنے والوں کو قتل نہیں کرواتے تھے۔ وہ تو خلقِ خدا کے نہایت ہمدرد اور غمگسار تھے۔ ان خلفاء راشدین کے بعد دیکھتے جائیں، مخلوقِ خدا پر کیسے کیسے ظلم ڈھائے گئے۔ جب ظلم کی آندھی چل رہی تھی، کیا نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ گوشہ نشین ہوجاتے اور کوفے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے، ریاضتیں کرتے۔" یہ سب ظلم وستم دیکھ کر کڑھتے رہے۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا۔

❶ جہان دیدہ، ص153۔

مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ نے لکھا:

''کربلا میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، سانحۂ کربلا کے دل گداز واقعات ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔

اس وقت دریائے فرات یہیں قریب ہی بہتا ہوگا۔ اب یہاں سے کچھ دور چلا گیا ہے۔ خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان عالی مقام افراد نے مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر اس دشتِ کربلا میں جان دینے کو یقیناً کسی دنیا طلبی کی خاطر گوارا نہیں کیا تھا۔ ان کا مقصد رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ اور نہ تھا۔''[1]

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اب آیئے ذرا اس حدیث کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کر کے فرمایا تھا کہ یحییٰ علیہ السلام سے دوگنا قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لوں گا۔

مقامِ غور:

اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا ہی غلط ہوتا تو کیا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا کہ میں اس کا دوگنا بدلہ لوں گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی ابن خلدون ابن عربی جیسے لوگوں کی بات کرنی چاہیے تھی کہ حسین رضی اللہ عنہ اگر بنوامیہ کے خلاف اٹھے گا تو غلط کرے گا۔ میری مرضی کی خلاف ورزی کرے گا۔ **نعوذ باللّٰہ من ذلك!**

لیکن لیکن......میرے دوستو!

ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ خداوند عالم کی مرضی ومنشا یہی تھی کہ یہ نواسۂ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبریا ایسا کارنامہ سرانجام دے، جو تاریخ اسلام میں بے مثال ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حسین رضی اللہ عنہ کے لیے کیا کیا وحی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجی:

[1] جہان دیدہ

1. ولادتِ حسین سے پہلے ہی آپ ﷺ کی چچی کو خواب دکھائی گئی کہ میری بیٹی فاطمہ کے ہاں بیٹا (حسین) پیدا ہوگا اور تیری گود میں آئے گا۔
2. جب وہ بچہ آغوشِ نبوی میں آیا تو آپ ﷺ نے رو کر بتایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہے: تیرا یہ بچہ کربلا میں شہید ہوگا۔
3. بارش کے فرشتے نے آ کر ایک دن یہی خبر حضور ﷺ کو پہنچائی۔
4. اسپیشل فرشتہ جو کبھی زمین پر نہیں آیا تھا، اس نے بھی یہی شہادت کی خبر حضور ﷺ کو سنائی۔
5. اللہ کو ان کا نام "حرب" ناپسند تھا، فوراً وحی کے ذریعے حکم ہوا، اس کا نام "حسین" رکھو۔
6. دونوں بھائی (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کشتی لڑتے ہیں تو جبریل علیہ السلام حسین سے کہہ رہے ہیں، شاباش حسین!
7. اللہ نے کہا: میں حسین کے لیے دوگنا بدلہ قاتلوں سے لوں گا۔

کیا یہ ساری صحیح احادیث یہی ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ سے ناراض تھا؟ نعوذ باللہ! یا یہ ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ سے پیدائش سے لے کر شہادت تک خوش تھا۔ ایمان والے تھوڑا سا بھی غور کر لیں، ذہن صاف ہو سکتا ہے۔ ہمیں یہ اچھی طرح تجربہ ہے کہ ہمارے زمانے کے مسلمان ملکوں کے حکمران کافروں سے بھی زیادہ مکار فریبی دھوکے باز اور انتہا کے کرپٹ ہیں۔ ان کے عوام کی اکثریت ان سے نفرت کرتی ہے، لیکن کمال عیاری سے ووٹ لے کر بار بار ان کی گردنوں پر مسلط رہتے ہیں۔ اسی طرح بنو امیہ حکومتی وسائل و خزانوں کا ناجائز استعمال کر کے اپنے آپ کو فرشتے ثابت کرتے رہے اور اہل بیت رسول ﷺ کو مجرم ٹھہراتے رہے، سرکاری

پروپیگنڈے میں عوام جیسے آج بے وقوف بنتے رہتے ہیں، ویسے ہی اس دور میں بھی ہوتا رہا ہے۔ جس کے اثرات آج تک باقی ہیں ورنہ عملاً دیکھ لیں بنوامیہ کی اکثر قبریں ہی ناپید ہیں جو موجود ہیں ان پر الوؤں کا بسیرا ہے۔ دوسری طرف اہل بیت نبی ﷺ کی قبریں زائرین سے ہر دم بارونق ہیں۔ حضور ﷺ کے روضۂ مبارک پر کیسے عاشقانِ نبی ﷺ کا رش لگا دیتا ہے۔ اسی طرح ان کی نسل عظیم کا حال ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَغَايَةُ مُرِيْدِ الرِّيَاسَةِ اَنْ يَكُوْنَ كَفِرْعَوْنَ، وَجَامِعُ الْمَالِ اَنْ يَكُوْنَ كَقَارُوْنَ"

"حکومت کی خواہش رکھنے والوں کا اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ فرعون کی طرح رعب و دبدبہ ہو اور حکومتی ذرائع سے دولت سمیٹنے والوں کا مطمع نظر قارون کی طرح ہوتا ہے۔" (دیکھیں قرآن کریم؛ سورہ (غافر) المومن، آیۃ 21، سورۃ القصص، آیت: 83)

پھر آگے امام موصوف لکھتے ہیں:

"اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ: يُرِيْدُوْنَ الْعُلُوَّ عَلَى النَّاسِ، وَالْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ، وَهُوَ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ وَهٰؤُلَاءِ الْمُلُوْكُ وَالرُّؤَسَاءُ الْمُفْسِدُوْنَ كَفِرْعَوْنَ وَحِزْبِهٖ، وَهٰؤُلَاءِ هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ"

"پہلی قسم: وہ لوگ ہیں جو عوام الناس پر برتری چاہتے ہیں۔ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور وہ سراسر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ یہ بادشاہ اور حکمران فرعون اور اس کے کارندوں کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مخلوق کی بدترین قسم ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝﴾ (القصص: 4)

''واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا، اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ فسادی لوگوں میں سے تھا۔''

✿ حضور ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) [1]

''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر وغرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔''

''اَلْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ''

''تکبر کیا ہے؟ حق بات کو، ضد اور ہٹ دھرمی سے نہ ماننا۔ اپنی بات پر اَڑے رہنا، چاہے وہ ناحق ہو اور لوگوں کو حقیر اور گھٹیا سمجھنا۔''

✿ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَهٰذَا حَالُ مَنْ يُّرِيْدُ الْعُلُوَّ وَالْفَسَادَ'' [2]

''یہ حال ہوتا ہے اس شخص کا جو دوسروں پر برتری اور غلبہ چاہتا

[1] صحیح مسلم، حدیث: 91.

[2] السياسة الشرعية بشرح ابن عثيمين ص326

ہے اور زمین میں فساد پیدا کرتا ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریریں واضح کر رہی ہیں کہ بنوامیہ کے حکمرانوں نے پوری طرح لوگوں پر غلبہ پانے کے لیے کیا کیا کھیل عام بادشاہوں کی طرح کھیلے اور غلبہ پا جانے کے بعد کیسے کیسے عظیم اور نیک صحابہ کرام کی گردنیں اڑا دیں۔ فرعون کی طرح اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے ایسی گھٹن کی فضا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کربلا میں سارے خاندان کے خون کا نذرانہ پیش کر کے بتلا دیا کہ یہ طرزِ حکومت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ ان سے پہلے جو خلفاء راشدین کا اندازِ حکومت تھا، وہی مقبولِ عام اور مقبولِ خدا ہے۔



سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہمدردی

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِسْتَأْذَنَنِیْ حُسَیْنٌ فِی الْخُرُوْجِ فَقُلْتُ لَوْلَا اَنْ یُزْرِیَ ذٰلِكَ بِیْ اَوْبِكَ لَشَبَكْتُ بِیَدِیْ فِیْ رَأْسِكَ قَالَ فَكَانَ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ اَنْ قَالَ لَاَنْ اُقْتَلَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یُسْتَحَلَّ بِیْ حَرَمُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قال فَذٰلِكَ الَّذِیْ سَلّٰی بِنَفْسِیْ عَنْهُ.)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے نکلنے کی اجازت مانگی میں نے کہا: اگر گستاخی نہ ہوتی تو میں آپ کے بالوں کو پکڑ لیتا۔ امام رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: میرا فلاں فلاں جگہ قتل ہوجانا۔ اس بات سے بہتر ہے کہ حرم شریف کو میری وجہ سے حلال کرلیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے میرے دل کو اطمینان ہوگیا۔''

تشریح:

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے قریباً چار سال بڑے تھے۔ رشتے میں امام صاحب، ان کے بھتیجے تھے۔ خونی رشتہ دار اور چچا ہوکر، سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر ترس کھا رہے تھے کہ انہیں ظالم حکومت کے تیور بدلے

[1] معجم کبیر طبرانی جلد 3، ص:120، ایضاً مجمع الزوائد: جلد 9، ص:287۔

ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس لیے جہاں تک سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر اثر ڈال سکتے تھے ڈال دیا۔ مگر سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنی شہادت پر پُر امید ہی نہیں بلکہ یقین رکھتے تھے کہ حرم سے باہر مارا جاؤں تا کہ حرم شریف کا تقدس پامال نہ ہو۔ اسی بات سے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کچھ حوصلہ ہوا اور خاموش ہو گئے۔ مگر دل اندر سے بیٹھا جا رہا تھا کیونکہ یہ بھتیجا کوئی عام بھتیجا نہ تھا۔ بلکہ محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب اور لاڈلا نواسہ تھا۔ اس وقت اہل بیت کا واحد بلند ترین منارہ نور یہی تھا۔ تمام مخلصین امت کی آنکھوں کا تارا تھا۔ سب اہل خیر ومحبت کی نگاہیں اسی کی طرح اٹھتی تھیں۔ کوئی ہمدرد اہل بیت اور کوئی غمگسار اہل ملت ان کا دکھ نہ دیکھ سکتا تھا۔

لیکن تقدیر الٰہی میں یہ شہادت عظمیٰ لکھی جا چکی تھی۔ اور بار بار مختلف فرشتوں کے ذریعے یہ خبر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نانا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتلائی بھی جا چکی تھی اور بار بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس بچے کو گود میں، کبھی سینے پر، کبھی کندھوں پر اٹھایا اور اس کے بے دردی سے قتل پر کئی بار اشکبار بھی ہوئے۔ دنیا داروں کے لیے یہ حکومت وقت کی بغاوت ٹھہری اور دینداروں پر قیامت گزر گئی۔ اور ملت اسلامیہ کی اکثریت غم حسین رضی اللہ عنہ میں آج تک سکتے کے عالم میں ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو ''ترجمان القرآن'' اور ''حبر الامۃ'' تھے۔ انہوں نے صاحب شریعت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہِ راست سنا اور فرمان پیش کیا جب ایک آدمی نے آ کر پوچھا جو آدمی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، پھر توبہ کرے، ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے، سیدھے راستے پر آ جائے، کیا اس کی توبہ قبول ہے؟ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کے لیے کہاں سے توبہ ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

((اِنَّ اَقْرَبَ الْخَلَائِقِ مِنْ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُؤْمِنُ الَّذِىْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا رَأْسُهٗ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَقَاتِلُهٗ عَنْ شِمَالِهٖ وَاَوْدَاجُهٗ يَشْخَبُ يَقُوْلُ رَبِّ! سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِىْ؟))❶

''بے شک روز قیامت، ساری مخلوق میں سے عرشِ رحمٰن کے قریب ترین وہ مومن ہوگا، جو دنیا میں مظلومانہ قتل کیا گیا۔ اس کا سر اس کی دائیں جانب اور اس کا قاتل بائیں جانب ہوگا۔ اس کی گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اور پکارے گا اے میرے رب! اس سے پوچھ کس جرم میں، مجھے قتل کیا تھا؟''

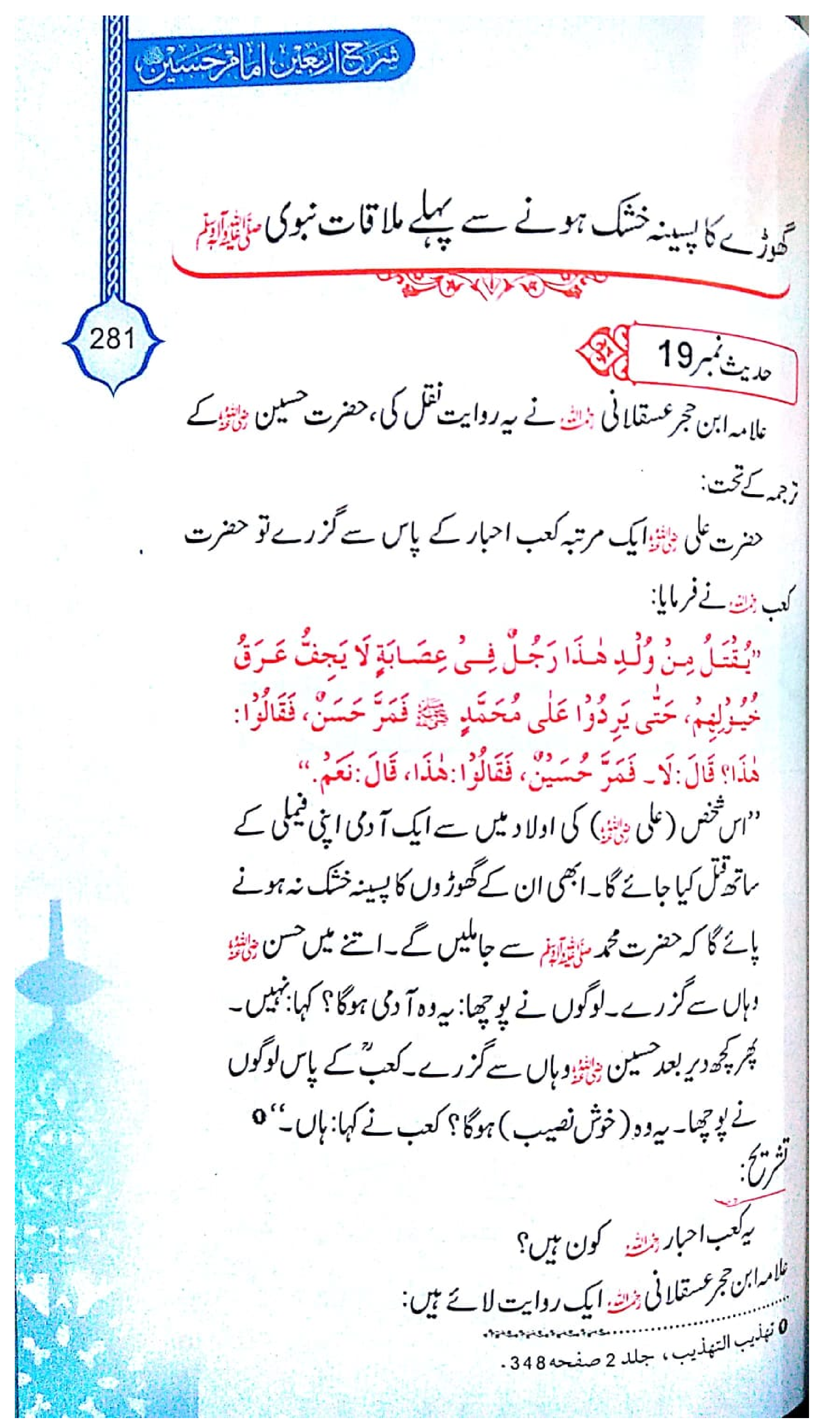
- سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے، کسی نے کہا حضرت! آپ رضی اللہ عنہ ان کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے ہیں، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ عمر میں ان سے بڑے ہیں۔ فرمایا: یہ دونوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔

((اَوَلَيْسَ مِنْ سَعَادَتِىْ اَنْ اٰخُذَ بِرِكَابِهِمَا؟))

''ان دونوں کی سواری کی زمام تھامنا، کیا میری خوش نصیبی نہیں ہے؟''❷



❶ رواہ احمد ...



گھوڑے کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ملاقات نبوی ﷺ

حدیث نمبر 19

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے تحت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کعب احبار کے پاس سے گزرے تو حضرت کعب رحمہ اللہ نے فرمایا:

"يُقْتَلُ مِنْ وُلْدِ هٰذَا رَجُلٌ فِيْ عِصَابَةٍ لَا يَجِفُّ عَرَقُ خُيُوْلِهِمْ، حَتّٰى يَرِدُوْا عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ فَمَرَّ حَسَنٌ، فَقَالُوْا: هٰذَا؟ قَالَ: لَا۔ فَمَرَّ حُسَيْنٌ، فَقَالُوْا: هٰذَا، قَالَ: نَعَمْ."

"اس شخص (علی رضی اللہ عنہ) کی اولاد میں سے ایک آدمی اپنی فیملی کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ ابھی ان کے گھوڑوں کا پسینہ خشک نہ ہونے پائے گا کہ حضرت محمد ﷺ سے جا ملیں گے۔ اتنے میں حسن رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ لوگوں نے پوچھا: یہ وہ آدمی ہوگا؟ کہا: نہیں۔ پھر کچھ دیر بعد حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ کعبؒ کے پاس لوگوں نے پوچھا۔ یہ وہ (خوش نصیب) ہوگا؟ کعب نے کہا: ہاں۔"[1]

تشریح:

یہ کعب احبار رحمہ اللہ کون ہیں؟

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک روایت لائے ہیں:

[1] تهذيب التهذيب، جلد 2 صفحه 348.

''اَنَّ عُمَرَ دَخَلَ عَلٰی اُمِّ کَلْثُوْمٍ بِنْتِ عَلِیٍّ فَوَجَدَهَا تَبْکِیْ۔ فَقَالَ: مَا یُبْکِیْكَ؟ قَالَتْ: هٰذَا الْیَهُوْدِیُّ ۔لِکَعْبُ الْاَحْبَارُ۔ یَقُوْلُ: اِنَّكَ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ جَهَنَّمَ فَقَالَ عُمَرُ: مَاشَآءَ اللّٰهُ! ثُمَّ خَرَجَ فَاَرْسَلَ اِلٰی کَعْبٍ فَجَآءَهٗ. فَقَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ! لَا یَنْسَلِخُ ذُوالْحَجَّةِ حَتّٰی تَدْخُلَ الْجَنَّةَ. فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ مَرَّةً فِی الْجَنَّةِ، وَمَرَّةً فِی النَّارِ؟ فَقَالَ: اِنَّا لَنَجِدُكَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ عَلٰی اَبْوَابِ جَهَنَّمَ تَمْنَعُ اَنْ یَقْتَحِمُوْا فِیْهَا فَاِذَا مِتَّ اقْتَحَمُوْا.'' [1]

''ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر گئے دیکھا تو ان کی بیوی ام کلثوم رو رہی ہیں۔ پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ کہنے لگی: یہ یہودی جو کعب احبار ہے۔ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: جو اللہ چاہے گا۔ پھر باہر نکلے، کعب کو بلا بھیجا۔ وہ آئے انھوں نے کہا: اے امیر المومنین! قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری روح ہے۔ یہ ذوالحجہ کا مہینہ گزرنے نہ پائے گا کہ آپ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کبھی مجھے جنت میں بتاتے ہو کبھی جہنم میں؟ کہا کعب نے: ہم آپ کو کتاب اللہ میں دیکھتے ہیں کہ جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کا راستہ روکے ہوئے ہیں، انہیں جہنم میں نہیں جانے دیتے۔ لیکن جونہی آپ کی موت واقع ہوگی لوگ بھاگ بھاگ کر جہنم میں گرتے جائیں گے، انہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔''

[1] فتح الباری جلد 13، کتاب الفتن ص 64.

مزید تشریح:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب کو نہ ڈانٹ پلائی، نہ پوچھا کہ تجھے غیب کا علم کہاں سے حاصل ہوا؟ بلکہ حضرت عمر کو کعب کی باتوں پر اس لیے یقین تھا کہ یہودی عالم تھے، تورات کے ماہر تھے۔ اُس آسمانی کتاب کی روشنی میں اسلام لے آنے کے بعد بہت درست بات کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ یہودیت اور اسلام کے بیک وقت عالم تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

کعب یمن سے یہودی عالم تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام قبول کیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ آئے، صحابہ کرام سے احادیث کا علم حاصل کیا۔ ''مَتِيْنُ الدِّيَانَةِ مِنْ نُبَلَاءِ الْعُلَمَآءِ'' نہایت دیندار، عظیم علماء میں سے تھے۔

یہودی کتب سے صحیح چیزیں چھانٹ کر باطل سے جدا کرتے تھے۔

سنن ابی داؤد ترمذی، نسائی وغیرہ میں ان کی روایات ہیں: ''اَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ اَثْنٰى عَلَيْهِ بِالْعِلْمِ'' بعض صحابہ کرام نے ان کے علم کی تعریف کی ہے۔ لیکن بہت سی غلط باتیں لوگوں نے ان کی طرف منسوب بھی کر دی ہیں۔ [1]

نکتہ لطیفہ:

حضرت کعب رحمہ اللہ نے جیسے کہا تھا کہ ''ذوالحجہ کا مہینہ گزرنے نہ پائے گا کہ آپ جنت میں داخل ہوں گے۔'' جب جملے کہے تھے اس وقت دور دور تک خبر نہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک دشمن دورانِ نماز فجر حملہ آور ہوگا۔ بہرکیف ذوالحجہ کے دو دن باقی تھے کہ حملہ ہوا اور وہی تیسرے دن ان کی روح پرواز کر گئی۔

[1] سیر اعلام النبلاء جلد 3، ص 489۔

اسی طرح کعب نے حضرت عمر یا حضرت عثمان کے دور میں یہ بات کہی تھی کہ علی کا بیٹا حسین سمیت اپنے خاندان کے شہید ہوگا۔ یہ واقعہ بھی ویسے ہی رونما ہوا۔ جبکہ کعبؓ نے حضرت عثمان کے آخری دور میں وفات پائی تھی اور کربلاء کا واقعہ قریباً تیس (30) سال بعد پیش آیا اور واقعی بقول کعب: امام حسین اپنے گھرانے سمیت شہید ہو گئے۔

اس حدیثِ کعب سے بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شہادتِ عمر کی خبر انھوں نے تورات کے حوالے سے دی تھی، ممکن ہے شہادتِ حسین کی خبر بھی انھوں نے تورات ہی سے ذکر کی ہو۔ اگرچہ انھوں نے خود اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ لیکن امکانات میں سے ضرور یہ بات ہے۔

آج کی تحریف شدہ بائبل میں ایک اشارہ ملتا ہے:

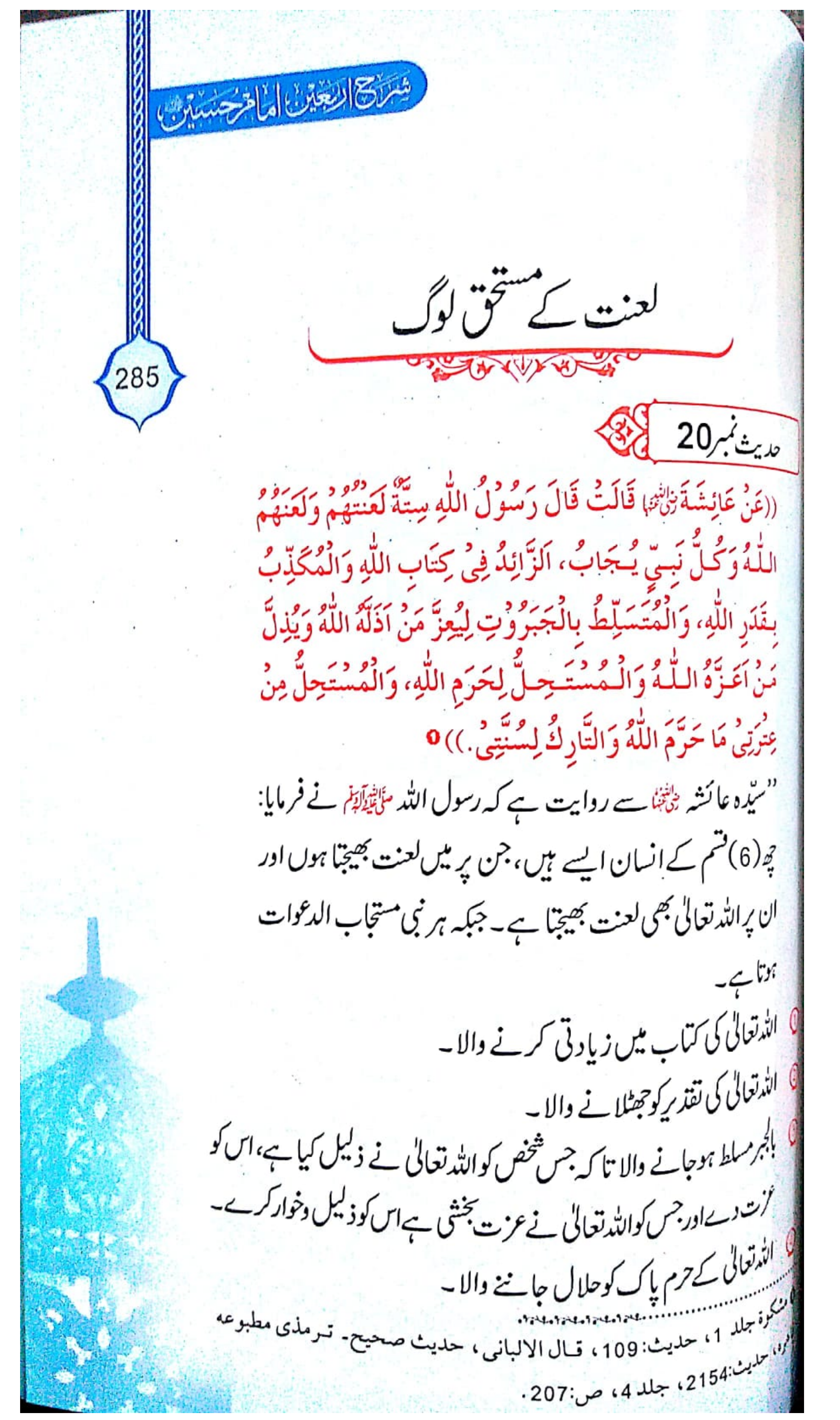
"For the Lord God of hosts hath a sacrifice in the north country by river Euphra'tes."(Jeremiah: Ch: 46/ver.10)

خداوند رب الافواج، شمالی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے قربانی گزارے گا۔ (کتاب مقدس ص 809)

ہمارے شفیق دوست حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔ ❶



❶ امام حسین اور واقعہ کربلا، ص 141۔



لعنت کے مستحق لوگ

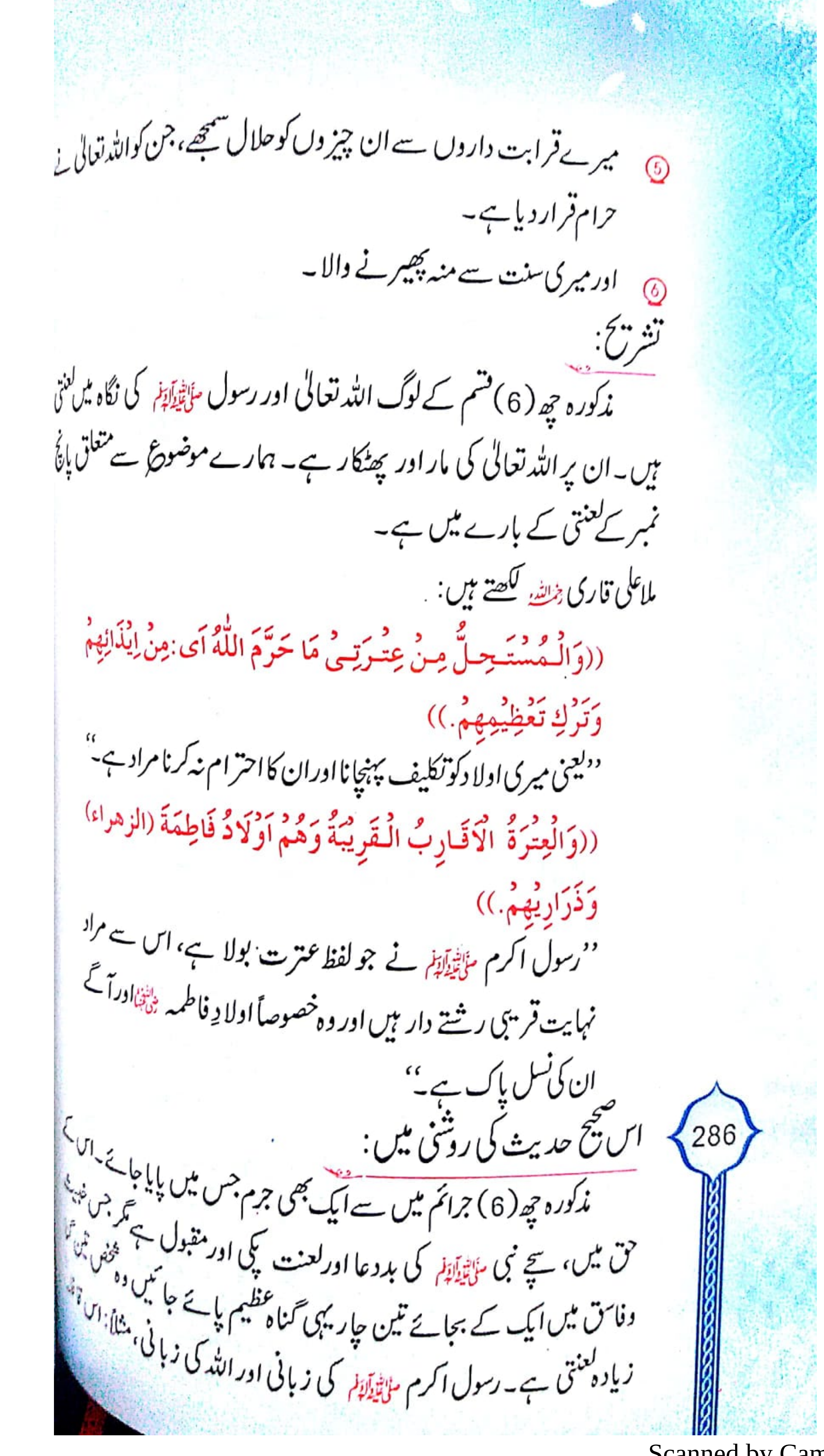
حدیث نمبر20

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ، اَلزَّائِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّهُ اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّهُ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ، وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ.)) ❶

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھ(6) قسم کے انسان ایسے ہیں، جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور ان پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت بھیجتا ہے۔ جبکہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔

1. اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔
2. اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔
3. بالجبر مسلط ہو جانے والا تا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے، اس کو عزت دے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے اس کو ذلیل وخوار کرے۔
4. اللہ تعالیٰ کے حرم پاک کو حلال جاننے والا۔

❶ مشکوۃ جلد 1، حدیث: 109، قال الالبانی، حدیث صحیح- ترمذی مطبوعہ لاہور، حدیث: 2154، جلد 4، ص: 207.



⑤ میرے قرابت داروں سے ان چیزوں کو حلال سمجھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

⑥ اور میری سنت سے منہ پھیرنے والا۔

تشریح:

مذکورہ چھ (6) قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی نگاہ میں لعنتی ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی مار اور پھٹکار ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلق پانچ نمبر کے لعنتی کے بارے میں ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ اَیْ: مِنْ اِیْذَائِهِمْ وَتَرْكِ تَعْظِیْمِهِمْ.))

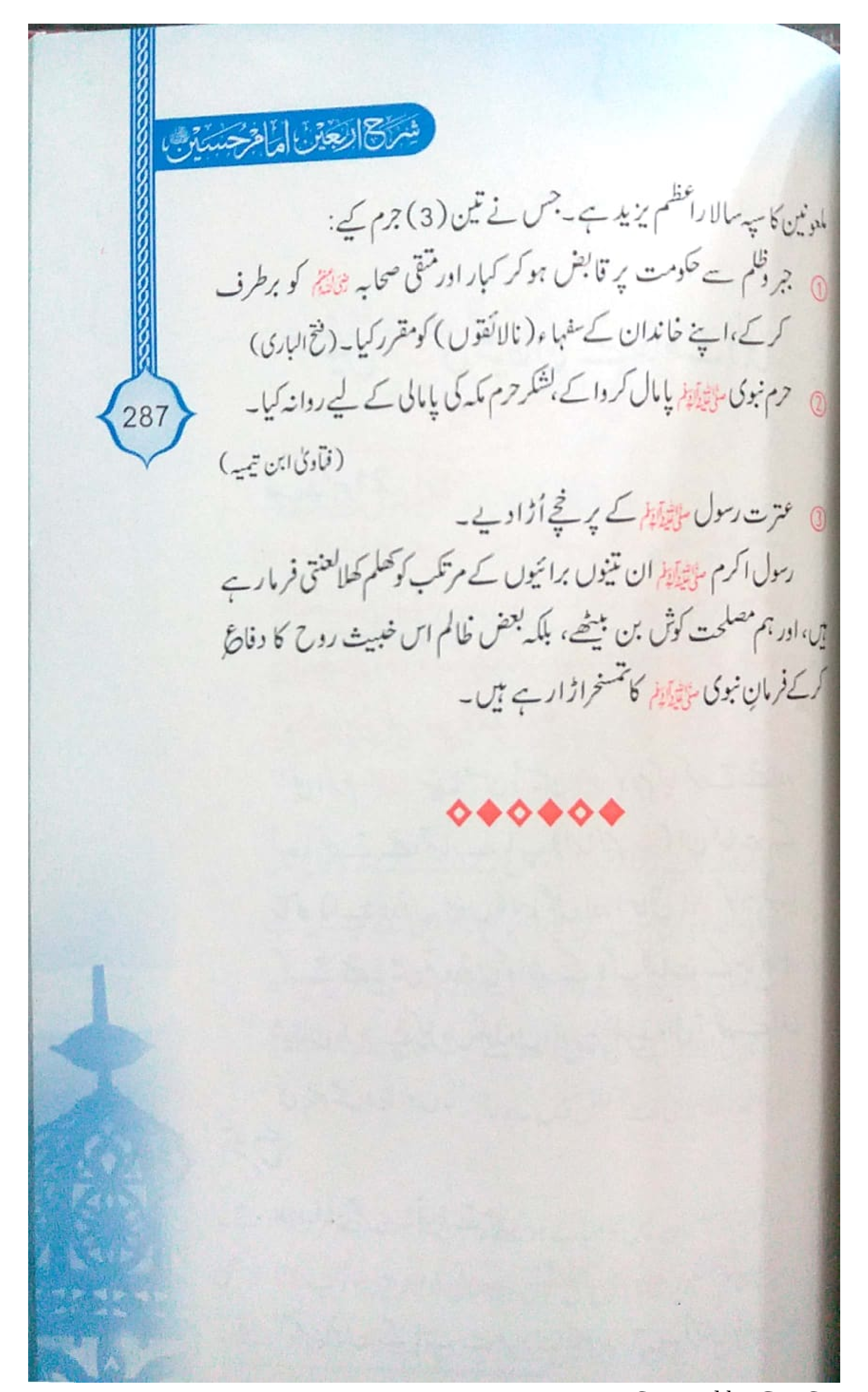
"یعنی میری اولاد کو تکلیف پہنچانا اور ان کا احترام نہ کرنا مراد ہے۔"

((وَالْعِتْرَةُ الْاَقَارِبُ الْقَرِیْبَةُ وَهُمْ اَوْلَادُ فَاطِمَةَ (الزهراء) وَذَرَارِیْهِمْ.))

"رسول اکرم ﷺ نے جو لفظ عترت بولا ہے، اس سے مراد نہایت قریبی رشتے دار ہیں اور وہ خصوصاً اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آگے ان کی نسل پاک ہے۔"

اس صحیح حدیث کی روشنی میں:

مذکورہ چھ (6) جرائم میں سے ایک بھی جرم جس میں پایا جائے۔ اس کے حق میں، سچے نبی ﷺ کی بددعا اور لعنت پکی اور مقبول ہے مگر جس خبیث و فاسق میں ایک کے بجائے تین چار یہی گناہ عظیم پائے جائیں وہ شخص زیادہ لعنتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی زبانی اور اللہ کی زبانی، مثلاً: اس



ملعونین کا سپہ سالارِ اعظم یزید ہے۔ جس نے تین (3) جرم کیے:

① جبر و ظلم سے حکومت پر قابض ہو کر کبار اور متقی صحابہ رضی اللہ عنہم کو برطرف کر کے، اپنے خاندان کے سفہاء (نالائقوں) کو مقرر کیا۔ (فتح الباری)

② حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پامال کروا کے، لشکر حرم مکہ کی پامالی کے لیے روانہ کیا۔
(فتاویٰ ابن تیمیہ)

③ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرخچے اُڑا دیے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تینوں برائیوں کے مرتکب کو کھلم کھلا لعنتی فرما رہے ہیں، اور ہم مصلحت کوش بن بیٹھے، بلکہ بعض ظالم اس خبیث روح کا دفاع کر کے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔

◆◆◆◆◆◆

حسنین رضی اللہ عنہما کی شیطان سے حفاظت الٰہی

حدیث نمبر 21

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُوْلُ إِنَّ اَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ وَمِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ.)) [1]

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دم کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، تمہارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ (اپنے دونوں بیٹوں) اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو دم فرمایا کرتے تھے۔ میں تم دونوں کو اللہ کے پاک کلمات کے ساتھ ہر شیطان، زہریلے کیڑوں مکوڑوں، اور ہر نظر بد والی آنکھ سے اس کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

تشریح:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ اَبَاكُمَا يُرِيْدُ اِبْرَاهِيْمَ وَسَمَّاهُ اَبًا لِكَوْنِهٖ جَدًّا اَعْلٰى.))

''تم دونوں کے باپ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہیں باپ اس

[1] فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث:3371۔

لیے کہا کہ وہ آپ کے جدِ اعلیٰ ہیں۔"

((بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ.))

تـامـه سے مراد مکمل کلمات، نفع بخش کلمات، شفاء بخش کلمات، مبارک کلمات، ایسے کلمات جو ہر نقص اور عیب سے پاک ہوں۔

((مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ يَدْخُلُ تَحْتَهُ شَيَاطِيْنُ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ.))

"ہر شیطان کے تحت، انسانی شیطان اور حقیقی جنوں کے شیطان آجاتے ہیں۔" ❶

انہی کے جدِ اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۝﴾ (البقرة: 124)

"یاد کرو کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا، اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا۔ تو اس نے کہا: میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔"

تشریح:

ابراہیم علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوئے تو تاجِ امامت سے سرفراز ہوئے۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ انہی کی حقیقی و روحانی اولاد ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کا بھی زبردست امتحان "میدانِ کربلا" میں ہوا۔ اس میں آپ رضی اللہ عنہ سرخرو ہو کر نکلے۔

❶ فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 6، ص: 494۔

ذریت ابراہیمی علیہ السلام کا یہ گل سرسبد اپنے جد امجد جناب ابراہیم علیہ السلام کی طرح تمام کلمات ابتلا میں پورا اترا، تو اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور ہدایت واستقامت میں آپ کو امام امت مسلمہ بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے جن ظالموں کو دائرہ امامت سے باہر رکھنے کا عہد کیا، اپنے اعمال بد سے، یزید اس کا بڑا مصداق ٹھہرا۔ اس لیے قرآن کی رو سے ظالموں کو امیر، خلیفہ، امام کہنا بھی کتاب الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ یہی تو وجہ تھی جب خلیفہ راشد سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اسے بیس (20) کوڑے لگوائے۔ ❶

- کہاں رسول اکرم ﷺ کا نواسہ، حدود اللہ کے قیام کا علمبردار اور امت کا غمگسار، کہاں حدود اللہ کو روندنے والا ظالم وجابر یزید؟

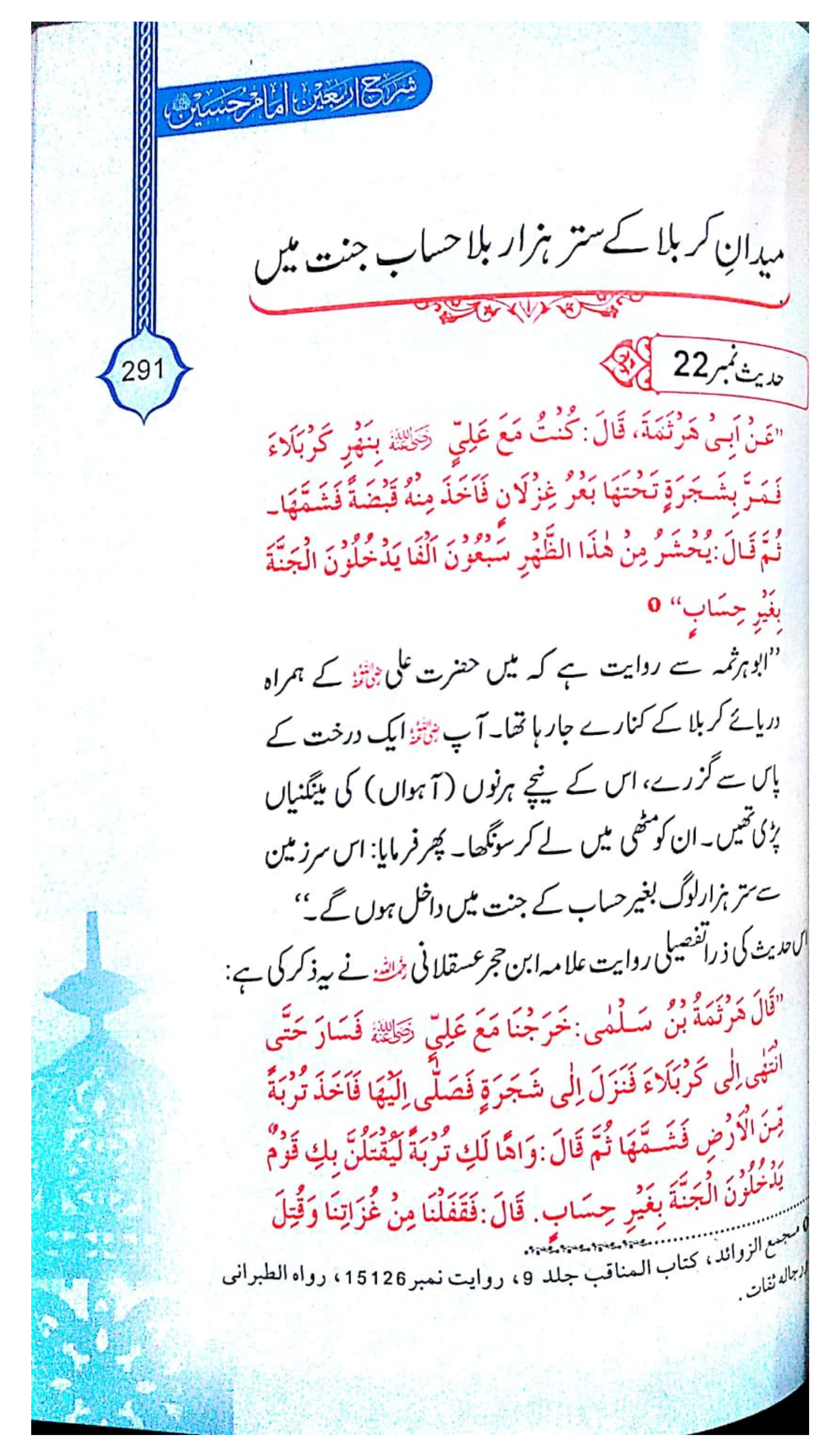
چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

افسوس کہ دنیا داروں نے ہمیشہ ایسے ظالموں کو اپنا ہیرو بنا لیا۔
نعیم صدیقی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا:

انصاف کی کرسی پر مجرم، پہلے بھی قابض پائے گئے
بستی میں ان کی اہل حق الزام لگا کر لائے گئے
کچھ ہم پہ نرالا ظلم نہیں، پہلے بھی کرم فرمائے گئے

◆◇◆◇◆◇

❶ تهذيب التهذيب، جلد 11، ص 361 لابن حجر رحمه الله.



میدانِ کربلا کے ستر ہزار بلاحساب جنت میں

حدیث نمبر22

"عَنْ اَبِی هَرْثَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ بِنَهْرِ كَرْبَلَاءَ فَمَرَّ بِشَجَرَةٍ تَحْتَهَا بَعْرُ غِزْلَانٍ فَاَخَذَ مِنْهُ قَبْضَةً فَشَمَّهَا۔ ثُمَّ قَالَ: يُحْشَرُ مِنْ هٰذَا الظَّهْرِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ" ❶

"ابوہرثمہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دریائے کربلا کے کنارے جا رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک درخت کے پاس سے گزرے، اس کے نیچے ہرنوں (آہواں) کی مینگنیاں پڑی تھیں۔ ان کو مٹھی میں لے کر سونگھا۔ پھر فرمایا: اس سرزمین سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔"

اس حدیث کی ذرا تفصیلی روایت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ ذکر کی ہے:

"قَالَ هَرْثَمَةُ بْنُ سَلْمٰی: خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَسَارَ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی كَرْبَلَاءَ فَنَزَلَ اِلٰی شَجَرَةٍ فَصَلّٰی اِلَيْهَا فَاَخَذَ تُرْبَةً مِنَ الْاَرْضِ فَشَمَّهَا ثُمَّ قَالَ: وَاهًا لَكِ تُرْبَةً لَيُقْتَلَنَّ بِكِ قَوْمٌ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ. قَالَ: فَقَفَلْنَا مِنْ غُزَاتِنَا وَقُتِلَ

❶ مجمع الزوائد، کتاب المناقب جلد 9، روایت نمبر15126، رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات.

عَلِيٌّ وَنَسِيْتُ الْحَدِيْثَ. قَالَ فَكُنْتُ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ سَارُوْا اِلَى الْحُسَيْنِ فَلَمَّا انْتَهَيْتُ اِلَيْهِ نَظَرْتُ اِلَى الشَّجَرَةِ فَذَكَرْتُ الْحَدِيْثَ فَتَقَدَّمْتُ عَلَى فَرَسٍ لِيْ. فَقُلْتُ: اُبَشِّرُكَ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيْثَ قَالَ: مَعَنَا اَوْ عَلَيْنَا؟ قُلْتُ: لَا مَعَكَ وَلَا عَلَيْكَ تَرَكْتُ عِيَالًا. قَالَ: اِمَّا لَا، فَوَلِّ فِي الْاَرْضِ هَارِبًا. فَوَالَّذِيْ نَفْسُ حُسَيْنٍ بِيَدِهٖ! لَا يَشْهَدُ قَتْلَنَا الْيَوْمَ رَجُلٌ اِلَّا دَخَلَ جَهَنَّمَ قَالَ: فَانْطَلَقْتُ هَارِبًا مُوَلِّيًا فِي الْاَرْضِ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيَّ مَقْتَلَهٗ'' ❶

''ہرثمہ نے کہا: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے تو چلتے چلتے کربلا تک پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ سواری سے اترے اور درخت کے سائے میں نماز ادا کی۔ زمین سے مٹی اٹھائی اور اسے سونگھا۔ پھر فرمایا: اے مٹی! تو کتنی عمدہ اور خوش قسمت ہے۔ تجھ پر وہ لوگ قتل کیے جائیں گے، جو جنت میں روزِ محشر بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے۔ ہرثمہ نے کہا: ہم لوگ جنگوں سے پلٹ کر واپس آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور میں وہ حدیث بھول گیا۔ پھر میں اس لشکر میں شامل تھا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں اسی درخت کے پاس پہنچا تو دیکھتے ہی وہ حدیث یاد آ گئی (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درخت کے نیچے سنائی تھی) میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، فوراً امام حسین رضی اللہ عنہ سے مل کر کہا: اے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو خوشخبری ہو۔ میں نے انہیں وہ

❶ تہذیب التہذیب جلد 2، ص 348.

حدیث سنادی۔ امام نے پوچھا: آپ ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے خلاف؟ میں نے عرض کی: نہ مخالف نہ حامی، کیونکہ میں پیچھے اپنی فیملی چھوڑ آیا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر فوراً فرار ہو جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں حسین کی جان ہے! آج جو بھی ہمارے قتل کرنے میں شامل ہوگا وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ میں یہ سن کر بھاگ نکلا اس لیے حسین کی شہادت کا علم نہ ہو سکا کہ کس مقام پر شہید کیے گئے۔''

تشریح:

ان دونوں حدیثوں میں دو باتیں خاص ہیں:

پہلی میں یہ کہ کربلاء کی سرزمین پر شہید ہونے والے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ دوسری حدیث میں کہ جو انہیں قتل کرنے میں شرکت کریں گے سیدھے جہنم رسید ہوں گے۔

یہ دونوں حدیثیں روایتہً درست ہیں۔ کیونکہ بیان کرنے والے ایک تو خاتمہ المحدثین ابن حجر عسقلانی ہیں۔ دوسری روایت کے رجال ویسے ہی ثقات ہیں، بلکہ وہ بھی ابن حجر رحمہ اللہ نے وہی ''تہذیب التہذیب'' میں نقل فرمائی ہے۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کیسے اپنے قاتلوں کو جہنمی کہہ دیا؟

پیچھے ہم حدیث پڑھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح قسم کھا کر فرمایا ہے: ''ہمارے اہل بیت سے جو بغض رکھے گا۔ اسے اللہ تعالیٰ ضرور جہنم میں پھینکے گا۔'' اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں درج فرمایا ہے اور اوپر عنوان مقرر کیا ''تحریمُ بُغضِ اَهْلِ البیت'' اہل بیت سے بغض حرام ہے۔

یعنی جو شخص اپنے دل میں خفیہ یا علانیہ اہل بیت سے عداوت ونفرت رکھے گا، اللہ اسے جہنم میں پھینکے گا۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسی بنیاد پر فرمایا کہ جو ہمارے قتل میں شرکت کرے گا وہ ضرور دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ اہل بیت سے صرف عداوت بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تو انہیں قتل کرنا تو اس سے بھی زیادہ غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

❁ ایک اور حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ جو کوئی حجر اسود و مقام ابراہیم پر جم کر دل لگی سے نماز روزہ کرتا ہے، اگر اس کے دل میں بغض اہل بیت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس عبادت گزار کو دوزخ میں ڈالے گا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولادِ عبد المطلب کو خطاب کر کے فرمایا تھا، جس میں اہل بیت کی تخصیص ہے۔

لہٰذا کربلا کے میدان میں کھڑے ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قسم کھا کر قاتلوں کو جہنمی کہنے کی واضح نصوص موجود تھیں تو انھوں نے پورے یقین وایمان کے ساتھ اتنی بڑی بات کہہ دی تھی اور ہرثمہ تو یزیدی فوج کے ساتھ آرہا تھا یہ سن کر وہاں سے بھاگ نکلا اور شریک جنگ نہیں ہوا تھا۔

❁ بلکہ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے بہتر (72) افراد آئے تھے، لیکن کربلاء میں ان کے ہمراہ شہید ہونے والے ایک سو چالیس ہیں۔ وہ وہی لوگ تھے جو یزیدی فوج سے ٹوٹ کر رات کی تاریکی میں امام حسین سے آملے تھے۔ انہیں اُدھر جہنم اور اِدھر جنت نظر آتی تھی تو فتح پانے والوں کو چھوڑ کر شکست کھانے والوں سے آملے تھے اور اگلے روز امام کے دفاع میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

◆◆◆◆◆◆

حسنین رضی اللہ عنہما اولادِ رسول ہیں

عاصم بن بہدلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کچھ لوگ حجاج کے پاس جمع ہوئے۔اس کے سامنے سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو حجاج نے کہا: لَمْ يَكُنْ مِنْ ذُرِّيَّةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حسین رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے نہیں ہے۔اسی مجلس میں یحیٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ تھے وہ پکار اٹھے: كَذَبْتَ أَيُّهَا الْأَمِيرُ! اے امیر! آپ نے جھوٹ کہا ہے:

((فَقَالَ لَتَأْتِيَنِّي عَلٰى مَا قُلْتَ بِبَيِّنَةٍ وَمِصْدَاقٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَوْ لَأَقْتُلَنَّكَ قَتْلًا.))

”اے یحیٰ! مجھے اس بات کی دلیل قرآنِ کریم سے پیش کر، ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔“

فَقَالَ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾﴾ (الانعام: 84،85)

”اور اسی کی نسل سے ہم نے داود، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ علیہم السلام کو (قرآن کے اس قول تک) اور زکریا علیہ السلام اور یحیٰ اور عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام کو (راہِ یاب کیا۔)

ابن یعمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی روشنی میں بتایا کہ فَاَخْبَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ

أَنَّ عِيْسٰى مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ مِنْ أُمِّهٖ يعنی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ماں کے حوالے سے آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ جبکہ وہ بن باپ پیدا کیے گئے۔

((وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ بِأُمِّهٖ.))

''اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما، اپنی ماں کے حوالے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں۔''

((قَالَ صَدَقْتَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى تَكْذِيْبِيْ فِيْ مَجْلِسٍ؟))

''حجاج نے کہا: تو سچا ہے لیکن یہ بتا کہ بھری بزم میں مجھے جھٹلانے کی جرأت کیسے ہوئی؟''

((قَالَ مَا أَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ لِيُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا يَكْتُمُوْنَهٗ.))

ابن یعمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے حق گوئی پر اسی چیز نے مجبور کیا ہے جو اللہ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ حق لوگوں کو کھول کر بتانا۔ اسے چھپانا نہیں ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ﴾

(آلِ عمران: 187)

''مگر انہوں نے کتابِ الٰہی کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔''

قال فَنَفَاهُ إِلٰى خُرَاسَانَ.

راوی کہتا ہے: حجاج نے سزا کے طور پر ابن یعمر رضی اللہ عنہ کو خراسان کی طرف جلا وطن کر دیا۔ سَكَتَ عَنْهُ الذَّهَبِيُّ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا، خاموشی اختیار کی۔ [1]

[1] المستدرك للحاكم جلد 5، ص:1791، حديث :4772.

اس روایت کی بنیاد پر اولاد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو قرآنِ کریم کے ثبوت سے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واضح کر دیا گیا۔ مگر حجاج جیسا ظالم، قرآن کی دلیل سے لاجواب ہوگیا۔ لیکن اس کا خبث باطن ظاہر ہوگیا کہ اولاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کس قدر نفرت ہے۔ چاہیے تھا کہ حق پیش کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرتا الٹا اسے وطن سے نکال دیا۔

ایسے واقعات پڑھ کر بہت دلی صدمہ ہوتا ہے کہ کربلا سے لے کر آج تک اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ناصبیوں کے ظلم سہہ رہی ہے۔ کربلا کی شہادت کے بعد بھی ان ظالموں اور بے رحم، شقی القلب لوگوں کے سینے ٹھنڈے نہ ہوئے۔ چلو تم نے اپنے تئیں خاندان نبوت کا خاتمہ کر دیا، اور دنیاوی طور پر فاتح ہوگئے۔ اب تو بس کر جائیں۔ ابھی تک بنو امیہ کے میراثی ان کے قصیدے گاتے پھرتے ہیں۔

؎ خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

(مولانا حالی رحمہ اللہ)

شہدائے اہل بیت کے بارے میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں جیسے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ سیّدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں:

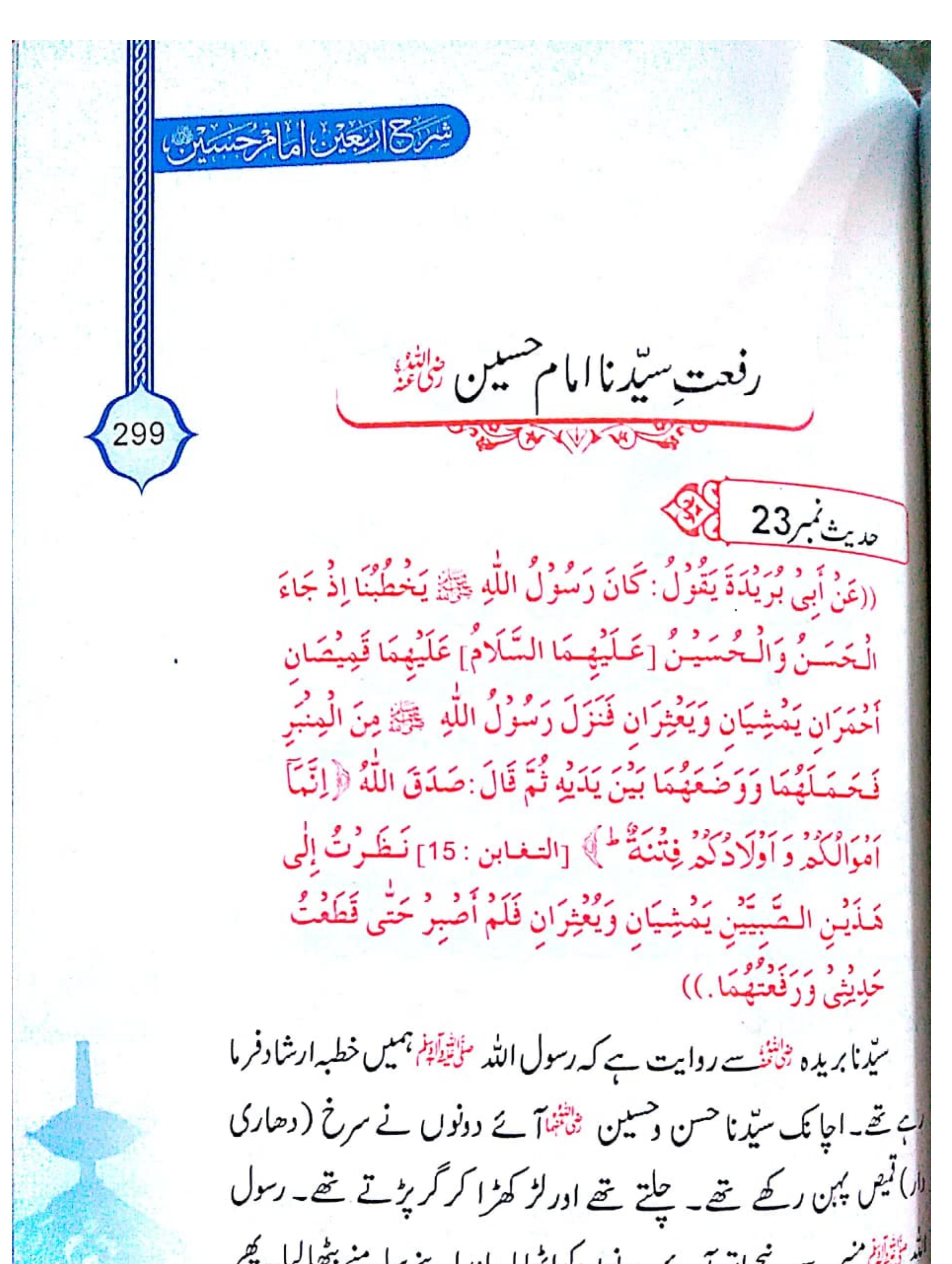
((فَقَالَتْ اِنَّ اللّٰهَ قَطَعَ عَنْهُمَا الْعَمَلَ فَاَحَبَّ اَنْ لَا يَقْطَعَ عَنْهُمَا الْاَجْرَ.))

"فرمانے لگیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے عمل کی مہلت ختم کر کے انہیں دارالبقاء میں پہنچا دیا ہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اجر کا سلسلہ ختم کرنا اسے پسند نہیں ہے، یہ اسی

طرح جاری ہے۔"

بعینہ شہدائے "کربلا" بھی دارالعمل سے رخصت ہوگئے، مگر ان کے اجر کا تسلسل ناصبیوں کے اظہار بغض وعناد سے برابر جاری ہے۔ قیامت تک اہل بیت کو برا سمجھنے والے اپنے گناہوں کا بوجھ بڑھاتے جا رہے ہیں۔ اور ان شہداء کے اجر وثواب میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔





رفعتِ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 23

((عَنْ أَبِیْ بُرَیْدَةَ یَقُوْلُ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَخْطُبُنَا اِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ [عَلَیْهِمَا السَّلَامُ] عَلَیْهِمَا قَمِیْصَانِ أَحْمَرَانِ یَمْشِیَانِ وَیَعْثِرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ﴾ [التغابن: 15] نَظَرْتُ إِلٰی هٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ وَیَعْثِرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُهُمَا.))

سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے دونوں نے سرخ (دھاری دار) قمیص پہن رکھے تھے۔ چلتے تھے اور لڑکھڑا کر گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اتر آئے۔ دونوں کو اٹھایا۔ اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ''تمہارے اموال اور تمہاری اولاد بس آزمائش ہیں۔'' میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ چلتے ہیں اور لڑکھڑا کر گر جاتے ہیں۔

((فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُهُمَا.))

''میں برداشت نہ کر سکا، حتی کہ مجھے اپنا خطبہ روکنا پڑا اور خود ان

دونوں کو (اپنے پاس) اوپر بٹھا لیا۔'' ❶

تشریح:

ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((فَلَمْ اَصْبِرْ لِتَاْثِيْرِ الرَّحْمَةِ وَالرِّقَّةِ فِيْ قَلْبِيْ - وَرَفَعْتُهُمَا - اَيْ عِنْدِيْ لِيَحْصُلَ لَهُمَا الرِّفْعَةُ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ خَلْقِهِ.))

''بچوں کو گرتے دیکھ کر دلی رقت اور نرمی کی بنیاد پر برداشت نہ کر سکا۔ میں نے انہیں اوپر اٹھایا تا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اور اللہ کے بندوں کے ہاں، بلندی اور رفعت نصیب ہو۔'' ❷

اس حدیث میں دو اہم چیزیں:

① بچوں کا لڑکھڑانا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برداشت نہ ہوا۔ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ سرعام دورانِ خطبہ، اپنا کلام روک کر خود نیچے اترے اور دونوں بیٹیوں کو کندھوں پر اٹھا کے امت کو بتا دیا کہ یہ گرنے پڑنے کے لیے نہیں ہیں، بلکہ کندھوں پر بٹھانے کے لائق ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرد وعورت کی نماز جنازہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کم عمری کی وجہ سے چلتے چلتے تھک کر راستے میں بیٹھ گئے۔

((فَجَعَلَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْ قَدَمَيْهِ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ.))

''سیّدنا ابوہریرہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی مٹی اپنے کپڑے سے

❶ ترمذی: 3774، ابوداود: 1109، نسائی: 1414، قال الالبانی رحمہ اللہ، اسنادہ جید۔

❷ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للعلامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ، جلد: 10، ص: 541.

جھاڑنے لگے، صاف کرنے لگے۔''[1]

((فَقَالَ الْحُسَيْنُ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ! وَاَنْتَ تَفْعَلُ هٰذَا.))

''سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو ہریرہ آپ کیا یہ کر رہے ہیں؟''

((فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ دَعْنِىْ فَوَ اللّٰهِ! لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مِنْكَ مَا اَعْلَمُ لَحَمَلُوْكَ عَلٰى رِقَابِهِمْ.))[2]

''حسین رضی اللہ عنہ! مجھے پاؤں صاف کرنے دیں۔ اللہ کی قسم! جو میں آپ رضی اللہ عنہ کا مقام جانتا ہوں اگر ان لوگوں کو پتہ چل جائے تو یہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی گردنوں پر سوار کیے پھریں۔ کبھی آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں زمین پر نہ لگنے دیں۔''

② دوسری اہم بات؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود منبر سے اتر کر انہیں اٹھاتے ہیں کسی مرید سے نہیں فرمایا کہ انہیں اُٹھالاؤ۔ یعنی جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اٹھائیں۔ ان کی اہمیت کا اندازہ لگا لیں۔ انہیں اٹھا کے نیچے منبر کے پاس صف میں نہیں بٹھایا بلکہ اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا تاکہ سارے لوگ دیکھ لیں کہ یہ نیچے بٹھانے کے لائق نہیں ہیں، بلکہ سب سے بلند مقام پر بٹھانے کے مستحق ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عمل کر کے دکھا دیا کہ میرے منبر کے یہی وارث ہیں۔ خونی رشتے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے کندھوں پر جوامت کی بھاری ذمہ داری آنے والی ہے۔ اس میں سرخرو ہو کر ایسے نکلیں گے کہ دنیا والے حیرت میں ڈوب جائیں گے۔

[1] سیر اعلام النبلا لذهبی رحمه الله، جلد3، ص:287۔

[2] ابن عساکر، جلد: 7، ص182/14۔

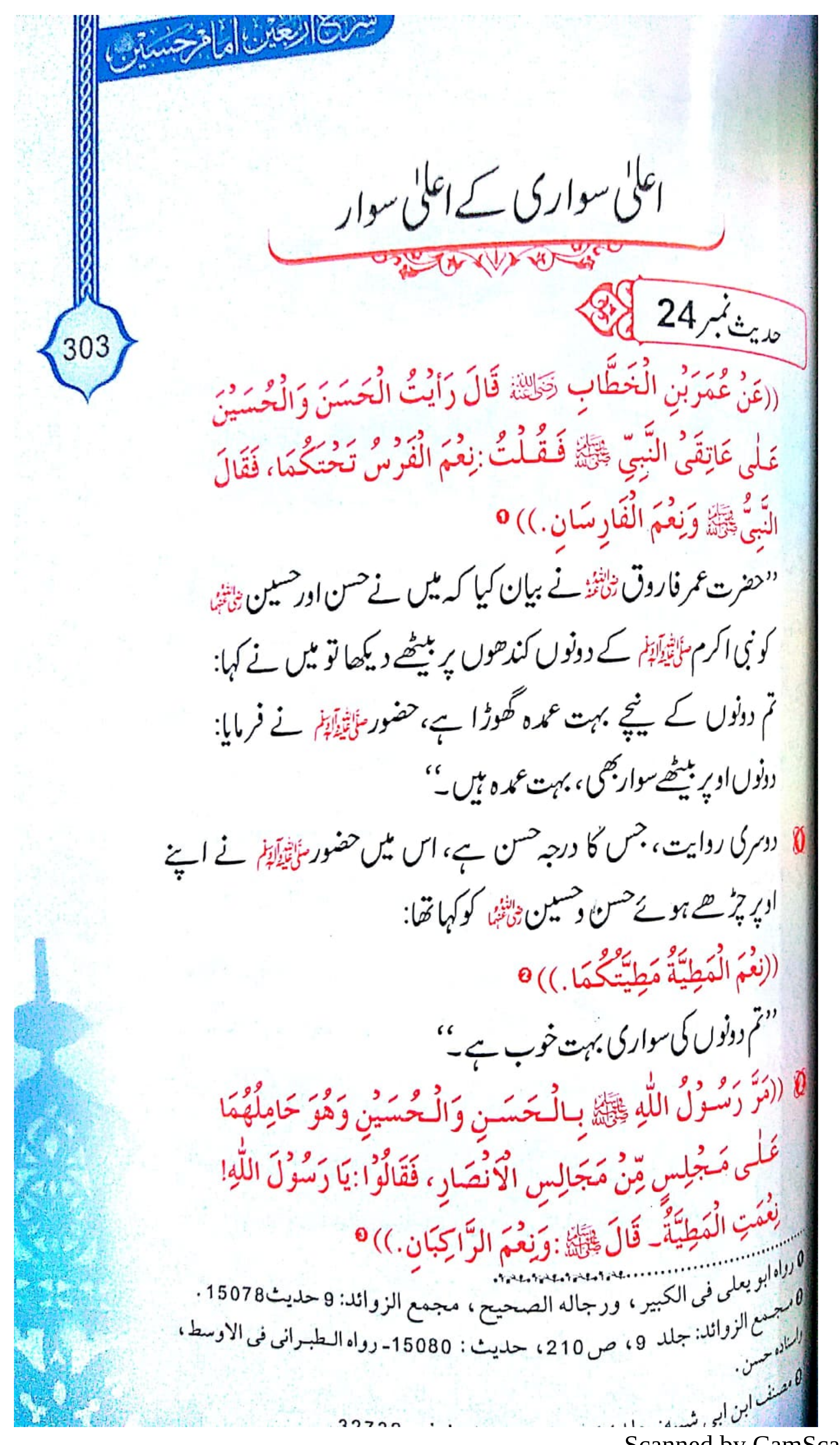
ان کے عدیم المثال کارناموں کی بنیاد پر انہیں بچپن ہی میں پیشگی خدائی اعزاز"سیدا شباب اهل الجنة" کا خطاب دے دیا گیا۔

اور جوان ہوکر انہوں نے عمل سے ثابت کردیا کہ واقعی وہ اسی خطاب (Title) کے حقدار تھے۔

دنیا والے ان سے ٹکراتے رہے اور یہ دین کے سچے محافظ بن کر کھڑے ہوگئے۔ دنیا والے دنیا لے گئے یہ جنت والے جنت لے گئے۔ اور قیامت تک امت پر واضح کردیا کہ جینا ہوتو اسلام کی بلندی کے لیے ہو، مرنا ہوتو اسلام کی سربلندی کے لیے ہو۔ دنیا فانی کے گرویدہ نہ ہوجانا۔

لوگ انگریزوں سے سر کا خطاب پا کر پھولے نہیں سماتے۔ حسین رضی اللہ عنہ زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوانان جنت کے سردار کا خطاب پا کر اظہار بھی نہیں کرتے۔





اعلیٰ سواری کے اعلیٰ سوار

حدیث نمبر 24

((عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَأَیْتُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ عَلٰی عَاتِقَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ :نِعْمَ الْفَرْسُ تَحْتَکُمَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الْفَارِسَانِ.)) ❶

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں پر بیٹھے دیکھا تو میں نے کہا: تم دونوں کے نیچے بہت عمدہ گھوڑا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دونوں اوپر بیٹھے سوار بھی، بہت عمدہ ہیں۔''

❶ دوسری روایت، جس کا درجہ حسن ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر چڑھے ہوئے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو کہا تھا:

((نِعْمَ الْمَطِیَّۃُ مَطِیَّتُکُمَا.)) ❷

''تم دونوں کی سواری بہت خوب ہے۔''

❷ ((مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَھُوَ حَامِلُھُمَا عَلٰی مَجْلِسٍ مِّنْ مَجَالِسِ الْاَنْصَارِ، فَقَالُوْا:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! نِعْمَتِ الْمَطِیَّۃُ۔ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :وَنِعْمَ الرَّاکِبَانِ.)) ❸

❶ رواہ ابو یعلی فی الکبیر، ورجالہ الصحیح، مجمع الزوائد: 9 حدیث 15078.
❷ مجمع الزوائد: جلد 9، ص 210، حدیث : 15080- رواہ الطبرانی فی الاوسط، واسنادہ حسن.
❸ مصنف ابن ابی شیبۃ: جلد ... 32728

"رسول اللہ ﷺ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے، انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے، تو انصار نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ اچھی سواری ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے دونوں سوار بھی اچھے ہیں۔"

تشریح:

پہلی حدیث کے راوی عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے حسنین کو دوشِ رسول ﷺ پر دیکھا، یہ حسین منظر دیکھتے ہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بے تکلف فرمایا: حسنین کو مخاطب کر کے کہ تم دونوں کے نیچے اچھا گھوڑا ہے۔ یعنی تم حضور ﷺ کے کندھوں پر بیٹھے ہو، جیسے کوئی گھڑسوار بڑی شان وشوکت سے اپنے گھوڑے پر بیٹھتا ہے اور گھوڑا بھی ہو اعلیٰ درجے کا۔ حضور ﷺ نے مزید وضاحت فرمادی کہ مجھے گھوڑا سمجھ کر سوار ہونے والے بھی عمدہ اور اچھے ہیں ان کی شان بلند ہے یہ معمولی سوار نہیں ہیں۔

دوسری روایت میں "مطية" کا لفظ استعمال ہوا جو ہر سواری کے جانور پر بول لیتے ہیں۔

تیسری روایت بھی "مطية" کا لفظ ہے لیکن "فارسان" (گھڑ سواروں) کے بجائے "راکبان" عام سواروں کو کہتے جو گھوڑے اور دیگر سواری پر سوار ہوں۔

ان روایات سے یہ بات کتنی واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ اپنے ان نواسوں کو کس قدر محبت والفت سے جگہ جگہ اٹھائے پھرتے تھے کوئی عمل آپ ﷺ نے اگر ایک بار کر لیا، تو امت کے لیے سنت بن گیا۔ اور یہ عمل آپ ﷺ نے بار بار کیا، مختلف مقامات پر کیا۔ مختلف اوقات میں۔ مختلف

لوگوں نے دیکھا، پھر مختلف راویوں نے روایت کیا۔ معلوم ہوا کہ اس عمل کی اہمیت زیادہ تھی، جو بار بار آپ ﷺ نے کر کے دکھایا۔

تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کو یقین آ جائے کہ یہ بچے رسول اللہ ﷺ کو کتنے پیارے تھے، یہ فعلی احادیث ہیں کہ انہیں اٹھایا تھا لیکن ساتھ ساتھ یہ قولی احادیث بھی بن گئیں جب کئی بار فرمایا: میں ان سے محبت رکھتا ہوں، تم بھی ان سے محبت رکھو۔ اے اللہ! تو بھی ان سے محبت کر، یہ میرے بہترین سوار ہیں۔ وغیرہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا لاڈ پیار نبی ﷺ سے دیکھ چکے تھے، تبھی بطور خلیفۃ الرسول فرمایا تھا۔

((اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ.)) ۞

''اہل بیت نبوی کے بارے میں محمد ﷺ کا خیال رکھو۔''

((ای یقول :اِحْفَظُوْهُ فِیْهِمْ، فَلَا تُؤْذُوْهُمْ، وَلَا تُسِیْئُوْا اِلَیْهِمْ.)) ۞

''یعنی حضور ﷺ کی حفاظت ان میں کرو کہ نہ ان کو دکھ اور تکلیف دینا نہ ان سے بدسلوکی کرنا۔''

اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں سے، حسنین کو حضور ﷺ کے کندھوں پر سوار دیکھ چکے تھے۔ تبھی وہ اپنے دور خلافت میں ان سے شفقت ومحبت، اپنے بیٹوں سے بڑھ کر کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا:

۞ صحیح بخاری، حدیث نمبر 3713۔

۞ فتح الباری: جلد 7، ص101۔

"وَالْمَقْصُوْدُ اَنَّ الْحُسَيْنَ عَاصَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَصَحِبَهُ اِلٰى اَنْ تُوُفِّيَ، وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ صَغِيْرًا.))

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا، آپ کی صحبت سے فیض پایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ حسین سے بالکل راضی اور خوش تھے۔ مگر اس وقت وہ تھے چھوٹے (قریباً 6 یا 7 سال کے)۔''

((ثُمَّ كَانَ الصِّدِّيْقُ يُكْرِمُهُ وَيُعَظِّمُهُ.))

''پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور آیا، وہ بھی اس کی (یعنی حسین رضی اللہ عنہ) کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔''

((وَكَذٰلِكَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ.)) [1]

''اور اسی طرح ان کے بعد حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حسین رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔''

لفظ راکب سے یاد آیا......!

گزشتہ حدیث میں آیا ہے ''وَنِعْمَ الرَّاكِبَانِ.'' اور دونوں سوار بھی بہترین ہیں۔ علامہ اقبالؒ کا ایک شعر ہے:

ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ [2]

تشریح:

حضرت اقبالؒ نے یہ نظم زمانے کے حوالے سے لکھی ہے، زمانہ کہتا ہے؟

[1] البداية والنهاية جلد 8 ، ص153.
[2] بال جبریل، نظم کا نام ''زمانہ'' صفحہ 109

کہ میں ہر ایک سے واقف ہوں۔ لیکن ہر ایک سے میرا رویہ مختلف ہے۔ کسی پر میں سوار ہوں، کوئی مجھ پر سوار ہے کسی کے لیے عبرت کا کوڑا ہوں۔

لیکن میرے خیال ناقص میں یہ تصور حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ابھر آیا۔

حضور ﷺ کی ذات والا برکات، کسی کی راکب بنی، کسی کی مرکب بنی، کسی کے لیے عبرت کا تازیانہ بنی۔

امام ہبۃ اللہ لالکائی المتوفی 418ھ لکھتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"وَاللّٰہِ لَیْلَۃٌ مِّنْ اَبِیْ بَکْرٍ، وَیَوْمٌ خَیْرٌ مِنْ عُمَرَ، ھَلْ لَکَ بِاَنْ اُحَدِّثَکَ بِلَیْلَتِہٖ وَیَوْمِہٖ؟ قُلْتُ: نَعَمْ یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ! قَالَ: اَمَّا لَیْلَتُہٗ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ھَارِبًا مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ، خَرَجَ لَیْلًا فَتَبِعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ فَجَعَلَ یَمْشِیْ مَرَّۃً اَمَامَہٗ وَمَرَّۃً خَلْفَہٗ، وَمَرَّۃً عَنْ یَّمِیْنِہٖ، وَمَرَّۃً عَنْ یَّسَارِہٖ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا ھٰذَا یَا اَبَابَکْرٍ مَا اَعْرِفُ مِنْ فِعْلِکَ؟ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَذْکُرُ الرَّصَدَ، فَاَکُوْنُ اَمَامَکَ، وَاَذْکُرُ الطَّلَبَ فَاَکُوْنُ خَلْفَکَ، وَمَرَّۃً عَنْ یَّمِیْنِکَ، وَمَرَّۃً عَنْ یَّسَارِکَ، لَا اٰمَنُ عَلَیْکَ. قَالَ: فَمَشٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْلَتَہٗ عَلٰی اَطْرَافِ اَصَابِعِہٖ، حَفِیَتْ رِجْلَاہُ، فَلَمَّا رَاٰی اَبُوْبَکْرٍ اَنَّھَا قَدْ حَفِیَتْ، حَمَلَہٗ عَلٰی کَاھِلِہٖ، وَجَعَلَ یَشْتَدُّ بِہٖ حَتّٰی اَتٰی بِہِ الْغَارَ، فَاَنْزَلَہٗ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ! لَا تَدْخُلُہٗ حَتّٰی اَدْخُلَہٗ فَاِنْ کَانَ فِیْہِ شَیْءٌ نَزَلَ بِیْ قَبْلَکَ، فَدَخَلَ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا فَحَمَلَہٗ وَاَدْخَلَہٗ، وَکَانَ فِی الْغَارِ خَرْقٌ، فِیْہِ حَیَّاتٌ

وَالْأَفَاعِيُّ فَخَشِيَ أَبُوبَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُنَّ شَيْءٌ يُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَلْقَمَهُ قَدَمَهُ، فَجَعَلَتْ تَضْرِبْنَهُ أَوْ تَلْعَسْنَهُ الْحَيَّاتُ وَالْأَفَاعِيُّ، وَجَعَلَتْ دُمُوعُهُ تَنْحَدِرُ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: يَا أَبَابَكْرٍ! لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ وَطَمَانِيْنَتَهُ لِأَبِي بَكْرٍ، فَهٰذِهِ لَيْلَتُهُ." [1]

"اللہ کی قسم! ابوبکر کی ایک رات، اور خیبر کا ایک دن، عمر کی ساری زندگی کے اعمال پر بھاری ہیں۔ کیا تجھے اس رات اور دن کی کہانی بتاؤں؟ میں نے کہا: ضرور سنایئے، اے امیر المومنین! فرمایا: رات وہ تھی، جب رسول اللہ ﷺ اپنی جان بچاتے ہوئے اہل مکہ سے نکلے تھے۔ ابوبکر ساتھ تھے کبھی وہ چلتے چلتے حضور کے آگے ہو جاتے، کبھی اچانک پیچھے چلنے لگتے، کبھی آپ ﷺ کے دائیں جانب، کبھی بائیں جانب چلنا شروع کر دیتے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر! میں تیرے اس فعل کو سمجھ نہیں سکا، کیا ماجرا ہے؟ ابوبکر نے جواب دیا: حضور ﷺ! جب مجھے خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی آپ کے آگے گھات لگا کے نہ بیٹھا ہو تو فوراً آپ کے آگے چلنا شروع کر دیتا ہوں، جب دل میں یہ وسوسہ آتا ہے کہ پیچھے سے کوئی نہ پکڑ لے، تو آپ ﷺ کے پیچھے چلتا ہوں، اسی طرح دائیں بائیں کا خیال آتا ہے تو ادھر گھوم جاتا ہوں کیونکہ دشمن کا چاروں طرف سے خطرہ ہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے

[1] شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، المجلد السابع، ص1354۔ فتح الباری جلد 7، ص296 پر بھی ہے۔ نیز سِیَر أعلام النُبلاء جلد 1، ص267.

آگے بتایا: حضور ﷺ اس رات، اپنے پاؤں کے بجائے پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ (یعنی پورا پاؤں زمین پر نہیں رکھتے تھے کہ مکے کا کھوجی، سراغ لگاتے لگاتے پکڑ نہ سکے کہیں زمین پتھریلی تھی، پاؤں میں جوتا بھی نہ تھا) پاؤں تھک بھی گئے اور لہولہان بھی ہو گئے۔ جب ابوبکر نے آپ ﷺ کے پاؤں کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر دوڑ لگا دی اور غار ثور تک پہنچ گئے۔ حضور ﷺ کو اپنے کندھوں سے نیچے اتار کر کہا: حضور! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ اس غار میں پہلے نہ داخل ہوں، مجھے پہلے اندر جانے دیں اگر کوئی موذی چیز اندر ہوئی تو میرا نقصان کر لے، آپ کو تکلیف نہ دے سکے۔ جب اندر جا کر اطمینان کر لیا، پھر حضور ﷺ کو اٹھا کر اندر پہنچا دیا، غار میں ایک سوراخ رہ گیا تھا، جو بند نہ ہو سکا تھا، اسی میں سانپ چھپے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر کو اندیشہ ہوا کہ ان خبیث سانپوں میں سے کوئی حضور کو کاٹ کر دکھ نہ دے دے۔ اس سوراخ میں اپنا پاؤں ڈال دیا، اب وہ اندر سے ڈنک مارنا شروع ہو گئے۔ تکلیف سے ابوبکر کے آنسو گرنے لگے، حضور ﷺ نے سمجھا شاید پچھلے دشمنوں سے گھبرا گئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے دل پر سکون و اطمینان کی ٹھنڈک ڈال دی۔ یہ تو تھی وہ ایک رات جو عمر کے اعمال حیات پر بھاری ہے۔"

امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قابل رشک دن کا ذکر دوسرے

مقام پر کیا ہے:

((قَالَ ﷺ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عزوجل عَلٰى يَدَيْهِ...... فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَحْبَبْتُ الْإِمَارَةَ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ...... فَدَعَا عَلِيًّا فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ ﷺ: اِذْهَبْ وَلَا تَلْتَفِتْ فَقَاتِلْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عزوجل عَلَيْكَ، فَصَبَرَ هُنَيْهَةً، ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلٰى مَا أُقَاتِلُ؟ قَالَ: قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَآءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.)) [1]

''حضور ﷺ نے فرمایا: میں یہ جھنڈا لازماً ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول ﷺ سے پیار رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح نصیب کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس دن سے پہلے کبھی ایسی ذمہ داری کی تمنا نہ کی تھی۔ (جو اس دن کی تھی) مگر حضور ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر پرچم اس کے حوالے کر دیا، پھر آپ ﷺ نے اسے فرمایا: چلتے جانا، ادھر ادھر نہ دیکھنا۔ جنگ لڑتے جانا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے فتح عطا کر دے۔ علی رضی اللہ عنہ نے سن کر تھوڑا صبر کیا پھر کھڑے ہو گئے، ادھر ادھر نہ دیکھا اور پوچھا: کب تک لڑتا رہوں؟ فرمایا: جب تک کہ دشمن کلمہ شہادت نہ پڑھ لیں۔ جب وہ پڑھ لیں تو وہ اپنی جانیں اور مال آپ سے محفوظ کر لیں گے۔ باقی حساب ان کا اللہ تعالیٰ خود لے لے گا۔''

[1] حوالہ مذکورہ: ص1457، بحوالہ صحیح مسلم، حدیث نمبر 2405۔

Scanned by CamScanner

مقصودِ روایات مذکورہ:

مذکورہ دونوں روایات میں کئی مسائل ذکر ہو گئے ہیں۔ مگر ہمارا متعلقہ موضوع ہے:

کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ

ممکن ہے قارئین کو، گزشتہ روایات میں ''کسی کا راکب'' نظر آ گیا ہو گا۔

''حَمَلَهٗ عَلٰی کَاهِلِهٖ.''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھوں کا راکب (سوار) بنالیا۔

''کسی کا مرکب'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کندھوں پر حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو سوار کر کے کئی بار مدینہ منورہ کی گلیوں اور بازاروں میں لیے پھرتے تھے۔ اور ان نواسوں کے لیے ''مرکب'' بنے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ دورانِ سجدہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر بیٹھ کر کھیلتے رہتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے مرکب کا کردار ادا کرتے رہتے تھے۔ ایک روایت نے مجھے تو بہت ہنسایا، خدا کرے آپ کی بھی پڑھتے وقت ہنسی نکل جائے۔

قَالَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَائِمًا فِیْ بَیْتِیْ، فَجَآءَ حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ یَدْرُجُ، فَخَشِیْتُ اَنْ یُّوْقِظَهٗ، فَعَلَّلْتُهٗ بِشَیْءٍ، قَالَتْ: ثُمَّ غَفَلْتُ عَنْهُ، فَقَعَدَ عَلٰی بَطْنِ النَّبِیِّ ﷺ فَوَضَعَ طَرَفَ ذَکَرِهٖ فِیْ سُرَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَالَ فِیْهَا، قَالَتْ: فَفَزِعْتُ لِذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ ''هَاتِیْ مَآءً، فَصَبَّهٗ عَلَیْهِ'' ثُمَّ قَالَ: یُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ، وَیُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِیَةِ.'' ۞

''اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن

۞ مصنف عبدالرزاق المجلد الاول، ص 155، حدیث نمبر 1491، کنز العمال: جلد 9، ص 1525، حدیث نمبر 27268.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے اچانک حسین دھیرے دھیرے اندر گھسا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگا کر بے آرام کرے گا میں نے اسے کسی چیز سے بہلایا (کوئی کھلونا وغیرہ دیا ہوگا) پھر اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ میں کسی کام میں مشغول ہوگئی۔ یعنی حسین کی طرف سے دھیان کام میں لگ گیا تھا۔ وہ مزے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ مبارک پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی پُھلّی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناف مبارک پر رکھ کر اس میں پیشاب کر دیا۔ فرماتی ہیں: میں تو اس سے بہت گھبرائی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی لاؤ، پھر وہ پانی اس مقام پر چھڑک دیا بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہوتا ہے اور بچی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔''

تشریح:

اس حدیث کی سند کے بارے میں کوئی ریمارکس (Remarks) نہیں دیے گئے۔ البتہ آخری جملہ مسند احمد وغیرہ میں صحیح ہے کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہوتا۔ دوسری احادیث میں وضاحت ہے کہ جب تک بچہ دودھ پیتا ہو اور کھانا نہ کھاتا ہو۔ پانی کا چھڑکاؤ کافی ہے۔

بہرکیف، ہمارے لیے دلچسپ بات یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے تکلفی دیکھیں، نادانی میں کیا کیا، نانا کے ساتھ کر گزرتے اور نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی برا نہ منایا۔ سوتے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند خراب کرنا۔ پھر پیٹ پر بیٹھ کر نشانہ باندھ کر پیشاب کرنا۔ ذرا بھی رنجیدہ نہ ہوئے۔ ورنہ بیوی کو ڈانٹتے جیسے ہم کم ظرف لوگ ڈانٹتے ہیں کہ بچے کا دھیان نہیں رکھ سکتی تھی!

میری نیند خراب کردی اور میرے پیٹ پر پیشاب بھی کر دیا۔ حالانکہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ اپنے طور پر گھبرائی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ ہیں کہ نہ بچے کو تھپڑ مارا کہ یہ کیا کر دیا ہے؟ نہ بیوی کو جھڑکی دی۔

ہم جیسے جیسے حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث مبارکہ دیکھتے جاتے ہیں۔ حسین سے پیار و محبت حضرت علی رضی اللہ عنہ تو کرتے ہی ہوں گے، آخر باپ تھے۔ لیکن زیادہ تر روایات یہ ہیں کہ حضور ﷺ ان سے بے تحاشا پیار کرتے تھے۔

مذکورہ حدیث میں علامہ ہیثمی تفصیل سے لائے ہیں:

"وَحُسَيْنٌ يَحْبُوْ فِي الْبَيْتِ"

"اور حسین سرین کے بل گھر میں گھسٹتا پھرتا تھا۔"

میں اس سے غافل ہوئی تو گھسٹتے گھسٹتے وہ آپ ﷺ کے پیٹ پر چڑھ گیا اور اپنی پھننی، حضور ﷺ کی ناف میں رکھ کر پیشاب کر دیا۔ میں نے جلدی سے اسے اتارا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "دَعِي ابْنِي" میرا بیٹا چھوڑ دے۔ جب اس نے مکمل پیشاب کر لیا تو آپ ﷺ نے پانی کا برتن پکڑ کر اس پر پانی بہا دیا۔ فرمایا: لڑکے کے پیشاب پر پانی بہانا کافی ہے لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور نماز پڑھنے لگے۔ رکوع و سجدے میں اسے زمین پر بٹھا دیتے، جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے...... آخر میں امام ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ طبرانی نے دو سندوں سے اس کو روایت کیا ہے، ان میں ایک راوی کو میں نہیں جانتا۔ ⓿

لیکن صحیح روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ اس میں اچنبھے والی کوئی بات نہیں ہے۔ نومولود چھوٹے بچے والدین پر پیشاب کر دیا کرتے ہیں۔ یہ ہر والدین کو تجربہ ہے۔

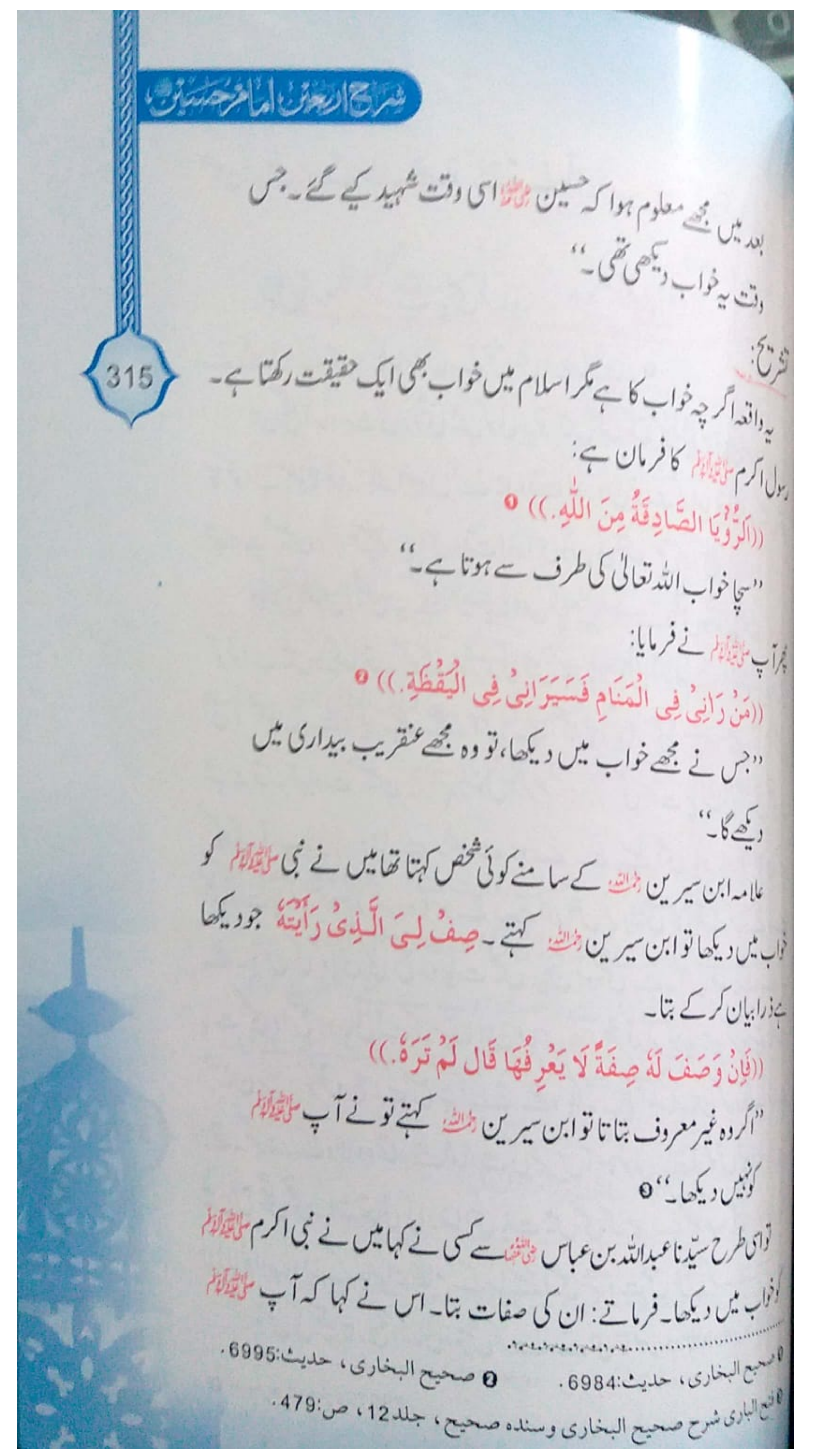
⓿ مجمع الزوائد جلد 9، حدیث نمبر :15115۔

عالم خواب میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شہادت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا منظر دیکھا

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيهَا دَمٌ فَقُلْتُ: بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا هٰذَا؟ قَالَ ﷺ: هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ وَلَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْيَوْمَ فَاُحْصِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَاَجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ.)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک روز دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار آلود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک شیشی (بوتل) تھی، جس میں خون تھا۔ میں نے حیرت سے پوچھا، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا خون ہے۔ اور میں آج صبح سے اس کو اٹھا رہا ہوں۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) میں نے اس تاریخ کو محفوظ کر لیا، تو

[1] مشکوۃ المصابیح، الاصابه فی تمیز الصحابه لابن حجر رحمه الله جلد 2، ص:71- قال الالبانی، اسناده صحیح.



بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے۔ جس وقت یہ خواب دیکھی تھی۔"

تشریح:

یہ واقعہ اگرچہ خواب کا ہے مگر اسلام میں خواب بھی ایک حقیقت رکھتا ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((اَلرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ مِنَ اللّٰهِ.)) ❶

"سچا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ.)) ❷

"جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو وہ مجھے عنقریب بیداری میں دیکھے گا۔"

علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کے سامنے کوئی شخص کہتا تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے۔ صِفْ لِیَ الَّذِیْ رَأَیْتَهٗ جو دیکھا ہے ذرا بیان کر کے بتا۔

((فَإِنْ وَصَفَ لَهٗ صِفَةً لَا یَعْرِفُهَا قَالَ لَمْ تَرَهٗ.))

"اگر وہ غیر معروف بتاتا تو ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے تو نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا۔" ❸

تو اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے: ان کی صفات بتا۔ اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

❶ صحیح البخاری، حدیث:6984۔ ❷ صحیح البخاری، حدیث:6995۔
❸ فتح الباری شرح صحیح البخاری وسندہ صحیح، جلد 12، ص:479۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے مشابہ تھے۔تو کہتے تو نے واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔

(حوالہ مذکورہ،سندہ جید)

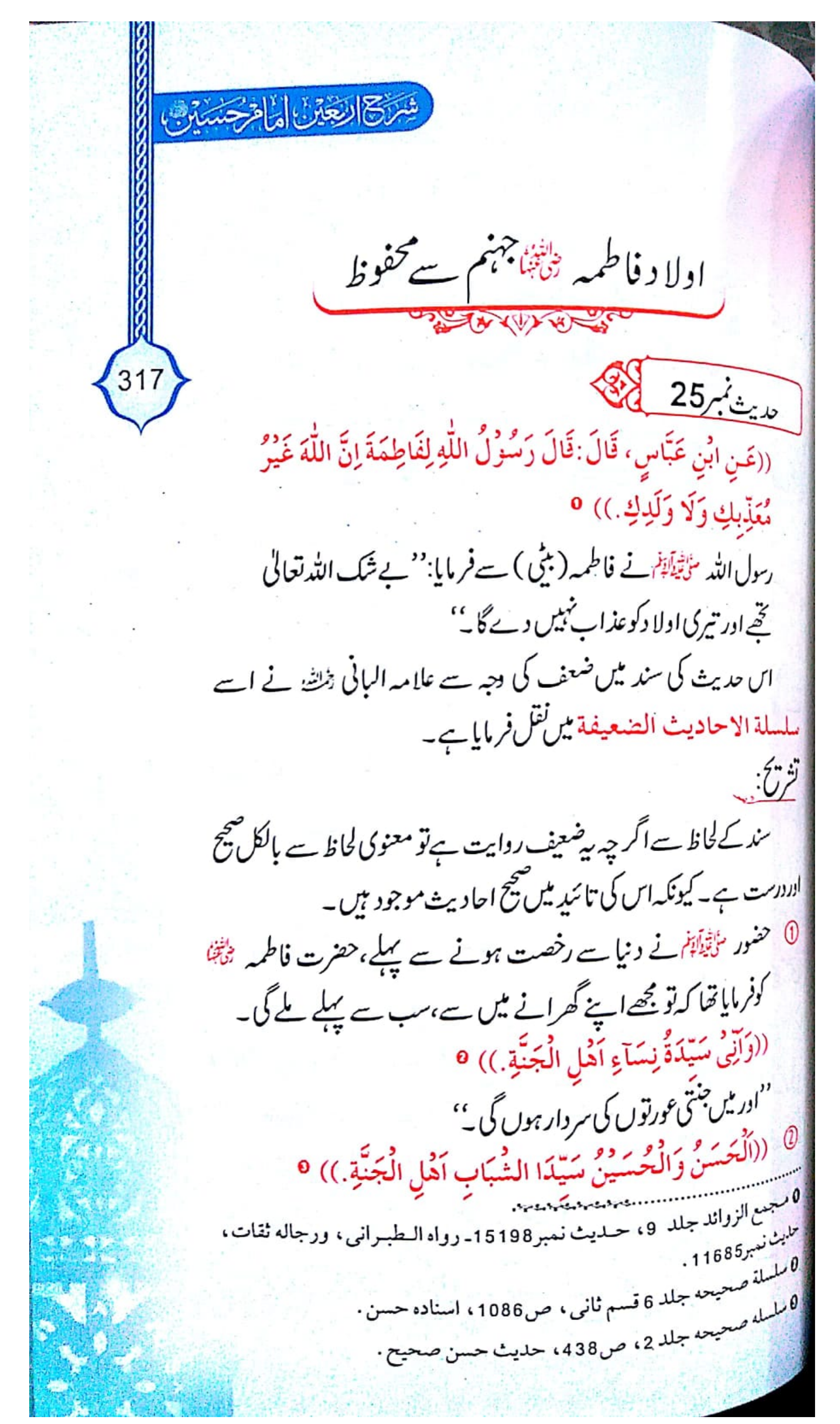
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حق ہی دیکھا ہے۔ [1]

ان صحیح احادیث کی روشنی میں کوئی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خواب جھوٹا تھا۔ بلکہ انہوں نے جو وقت اور دن نوٹ کرلیا تھا بعد میں خبر شہادت حسین رضی اللہ عنہ پہنچنے پر اسی وقت اور اسی دن کی تصدیق ہوگئی۔

دوسری ٹھوس دلیل یہ ہے: کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ زندگی میں بار بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری کی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ اس لیے انہیں دیدار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذرا بھی شبہ نہ تھا۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت پریشانی حقیقی تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے بھی بار بار آسمانی خبر شہادت پا کر مغموم (غمزدہ) ہوتے رہے اور اس پریشانی کا اظہار کرتے رہے تھے۔ جس کی گواہی کئی صحیح روایات میں بیان ہوچکی ہے۔ اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما طرفدارِ یزید بن کر، سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خروج سے منع نہ کرتے تھے، بلکہ سچے غمگسار بن کر روک رہے تھے۔ مگر نہ رکنے والا وہ تھا، جسے شہادت کی خبریں آسمانوں سے آغوش نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مل چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی بات میں تھی کہ میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لاڈلا نواسہ، دنیا کے جابرانہ نظام کے سامنے ایسی شہادت حق پیش کرے۔

جس کی نظیر تاریخ انسانی، پیش کرنے سے ہی قاصر، درماندہ اور عاجز ہو۔

[1] صحیح البخاری: 6997.



اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا جہنم سے محفوظ

حدیث نمبر 25

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِفَاطِمَةَ اِنَّ اللّٰهَ غَيْرُ مُعَذِّبِكِ وَلَا وَلَدِكِ.)) ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ (بیٹی) سے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔''

اس حدیث کی سند میں ضعف کی وجہ سے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سلسلة الاحاديث الضعيفة میں نقل فرمایا ہے۔

تشریح:

سند کے لحاظ سے اگرچہ یہ ضعیف روایت ہے تو معنوی لحاظ سے بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ اس کی تائید میں صحیح احادیث موجود ہیں۔

① حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا کہ تو مجھے اپنے گھرانے میں سے، سب سے پہلے ملے گی۔

((وَاَنِّيْ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.)) ❷

''اور میں جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔''

② ((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا الشَّبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.)) ❸

❶ مجمع الزوائد جلد 9، حدیث نمبر 15198۔ رواه الطبرانی، ورجاله ثقات، حدیث نمبر 11685.
❶ سلسلة صحیحه جلد 6 قسم ثانی، ص 1086، اسناده حسن.
❸ سلسله صحیحه جلد 2، ص 438، حدیث حسن صحیح.

’’حسن اور حسین، جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے۔‘‘

تشریح مزید:

بیٹے دونوں، جنتی جوانوں کے سردار۔ والدہ ان کی جنتی خواتین کی سردار۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ان سردارانِ جنت کو، عذاب واقعی نہیں دے گا۔ بلکہ جنت میں سب سے اعلیٰ اعزاز بخشے گا۔

ان احادیث کے علاوہ بھی کئی صحیح احادیث ان کے پاکیزہ ہونے، فضائل ومناقب سے مزین ہونے کی موجود ہیں۔

☆ بعض دفعہ کوئی حدیث، سند کے حوالے سے ضعیف ہوتی ہے لیکن مفہوم ومعنی کے لحاظ سے صحیح اور درست ہوتی ہے۔

مثلاً: ایک حدیث ہے: ((اَدَّبَنِی رَبِّی، فَاَحْسَنَ تَأْدِیْبِی)) میرے رب نے مجھے ادب سکھایا، اور بہت خوبصورت ادب سکھایا۔

اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا اور اسے سلسلہ ضعیفہ میں لائے۔

دوسری طرف علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: مَعْنَاهُ صَحِيْحٌ، وَلٰكِنْ لَا يُعْرَفُ لَهُ إِسْنَادٌ ثَابِتٌ. اس حدیث کا معنی ومفہوم صحیح ہے، لیکن اس کی ٹھوس سند معروف نہیں ہے۔ [1]

☆ بلکہ مذکور حدیث کے برعکس، صحیح حدیث وہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ کوئی کتنا ہی عبادت گزار کعبہ شریف کے ساتھ جم کر نمازیں پڑھے اور روزے رکھے، اگر اس کے دل میں بغض اہل بیت ہوا تو نارِ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شرط مسلم پر کہا ہے)

[1] مجموعة الفتاویٰ جلد 9، التفسیر والحدیث، ص 503.

☆ بعض لوگوں کو شاید یہ مغالطہ ہو کہ قیامت میں حسب و نسب کام نہیں آنے ہیں۔ وہاں ذاتی اعمال پر فیصلے ہوں گے۔ لہٰذا اہل بیت کا کیا مقام ہے؟

اس مغالطے کو آپ یوں دیکھیں اور سمجھیں۔

نبی ﷺ نے ہمیں یہ بتایا بذریعہ قرآنِ کریم:

﴿لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى﴾ (النجم: 39)

''انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی ہوگی۔''

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال: 7، 8)

''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس ذرہ برابر بدی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

☆ اس مفہوم کی کافی قرآنی آیات ہیں، بلکہ احادیث بھی ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع میں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ.)) [1]

''عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے، تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔''

نیز ایک حدیث میں فرمایا:

((مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يَنْفَعْهُ نَسَبُهُ.)) [2]

''جس شخص کو قیامت کے دن اس کے (برے) اعمال پیچھے ڈال

---

[1] متفق علیہ، بحوالہ مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 2659۔

[2] الترغیب والترہیب جلد 3، ص 613۔

دیں (وہ بہشت میں نہ جا سکے) تو اس کا خاندان، اس کے کچھ کام نہ آئے گا (کسی بزرگ یا ولی یا شریف کی اولاد ہونا، اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔)'' ❶

الغرض؛ قرآن وحدیث میں ایسی بہت سی ہدایات ہیں کہ ایمان لانے کے بعد عمل صالح کی شدید ضرورت ہے۔ ہمارے قومی و اسلامی شاعر و مفکر بھی یہی فرما گئے ہیں:

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن وحدیث کی روشنی میں:

جب ہم قرآنی آیات واحادیث نبوی کی روشنی میں، امام حسین کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں وہ اُن پر پورے اترتے نظر آتے ہیں۔ انہیں نہ کتے بلیاں لڑانے کا شوق تھا۔ نہ گلیوں میں خاک اڑاتے پھرنے کی دھن تھی، نہ انہیں ریشمی لباس کا بھوت سوار تھا۔ نہ کھانے پینے میں اعلیٰ سے اعلیٰ غذائیں ان کے لیے تیار ہوتی تھیں۔ نہ انہیں شرابِ خانہ خراب کی لت تھی، نہ انہوں نے کسی کا کوئی حق مارا۔ شرافت، نجابت، سخاوت کے پیکر تھے۔ ان کی زندگی کے بارے میں، ان کے بیٹے امام زین العابدین رحمہ اللہ کا بیان دیکھ لیتے ہیں۔

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کافی تفصیل سے واقعہ کربلا کو نقل کیا ہے جو امام زین العابدین رحمہ اللہ کے بیٹے امام باقر رحمہ اللہ نے، اپنے والد محترم وغیرہم سے روایت کیا ہے۔

واقعہ کے آخر پر ہے: میدانِ کربلا میں، خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ

❶ لغات الحدیث اوّل، ...

جائے جا رہے تھے:

((وَيَجِئُ سَهْمٌ فَيَقَعُ بِابْنٍ لَهُ صَغِيْرٌ فِيْ حِجْرِهٖ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ احْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ دَعَوْنَا لِيَنْصُرُوْنَا ثُمَّ يَقْتُلُوْنَنَا. ثُمَّ اَمَرَ بِسَرَاوِيْلَ حَبَرَةٍ فَشَقَّهَا ثُمَّ لَبِسَهَا ثُمَّ خَرَجَ بِسَيْفِهٖ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ.))

''ایک تیر آتا ہے اور آپ کی گود میں بچے کو لگتا ہے، آپ اس کا خون پونچھتے ہیں اور اللہ سے فریاد کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان تو ہی فیصلہ فرما دے، جنہوں نے ہمیں بلایا تھا، ہماری مدد کرنے کو۔ لیکن اب ہمیں ہی قتل کر رہے ہیں۔ پھر آپ نے شلوار کے ساتھ چادر منگوائی اس کے دو ٹکڑے کر کے مضبوط باندھ لیا۔ پھر آپ نے اپنی تلوار اٹھائی، باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا، بالآخر شہید ہو گئے۔''

لٹا پٹا قافلہ دمشق سے ہوتا ہوا، جب مدینہ منورہ پہنچا تو خاندانِ عبد المطلب کی ایک بچی روتی ہوئی نکلی اور وہ یہ اشعار کہہ رہی تھی:

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ
مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ
بِعِتْرَتِيْ وَاَهْلِيْ بَعْدَ مُفْتَقِدِيْ
مِنْهُمْ اُسَارٰى وَقَتْلٰى ضُرِّجُوْا بِدَمِ
مَا كَانَ هٰذَا جَزَائِيْ اِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ
اِنْ تَخْلِفُوْنِيْ بِشَرٍّ فِيْ ذَوِيْ رَحِمِيْ

''اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پوچھ لیا کہ تم نے آخری امت

ہوتے ہوئے یہ کیا کر دیا ہے؟ تو تم کیا جواب دو گے؟ میرے جانے کے بعد، میرے ہی خاندان کے پیاروں کو قیدی بنالیا، اور باقی اہل بیت لہو میں نہائے ہوئے، مقتول پڑے ہیں۔ میں نے تم سے بے انتہا خیر خواہی کی تھی، میری خیر خواہی کا یہ برا صلہ تم نے مجھے دیا ہے، میرے خونی رشتوں کو تم نے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔'' ❶

یہ تو بیان ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے امام باقر رحمۃ اللہ کا۔

اب دیکھتے ہیں امام رضی اللہ عنہ کے مخالف، یزید کے بارے میں، اس کا اپنا بیٹا اپنے باپ کے متعلق کیا کہتا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

معاویہ بن یزید کا وقت اجل آیا تو کسی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کسی کو خلیفہ بنانے کی وصیت کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے بہت خوب جواب دیا:

((لَا اَتَزَوَّدُ مَرَارَتَهَا اِلٰی آخِرَتِیْ، وَاَتْرُكُ حَلَاوَتَهَا لِبَنِیْ اُمَیَّةَ.))

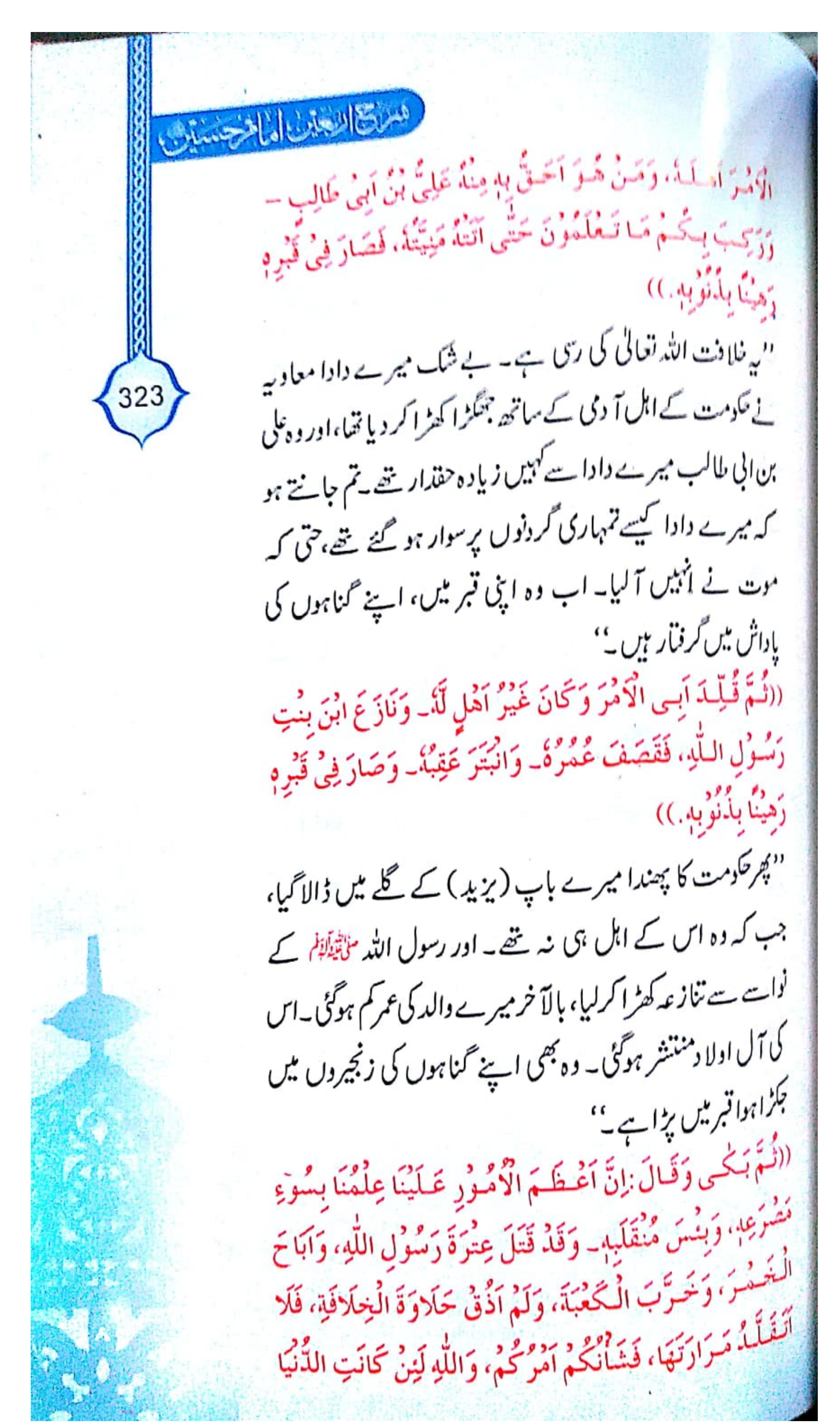
''میں اس حکومت کے جانشین بنانے کی کڑواہٹ اور تلخی کو، اپنی آخرت کے لیے زادِ راہ نہ بناؤں گا۔ کہ بنوامیہ کے لیے اس کے مزے چھوڑ جاؤں۔ یعنی ولی عہد بنا کے آخرت کی سزا، میں بھگتوں، اور عیاشی میرے بعد، بنوامیہ کرتے رہیں۔'' ❷

☆ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ ہیثمی نے لکھا کہ معاویہ بن یزید، حسب معمول خلیفہ بنا تو وہ منبر پر چڑھ کر خطاب کرتا ہے:

((اِنَّ هٰذِهِ الْخِلَافَةَ حَبْلُ اللّٰهِ، وَاِنَّ جَدِّیْ مُعَاوِیَةَ نَازَعَ

❶ نهذیب التهذیب جلد 2، ص353.

❷ البداية والنهاية، جلد8، ص241.



الْأَمْرِ أَهْلَهُ، وَمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - وَرَكِبَ بِكُمْ مَا تَعْلَمُونَ حَتَّى أَتَتْهُ مَنِيَّتُهُ، فَصَارَ فِي قَبْرِهِ رَهِينًا بِذُنُوبِهِ.))

''یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔ بے شک میرے دادا معاویہ نے حکومت کے اہل آدمی کے ساتھ جھگڑا کھڑا کر دیا تھا، اور وہ علی بن ابی طالب میرے دادا سے کہیں زیادہ حقدار تھے۔ تم جانتے ہو کہ میرے دادا کیسے تمہاری گردنوں پر سوار ہو گئے تھے، حتی کہ موت نے انہیں آلیا۔ اب وہ اپنی قبر میں، اپنے گناہوں کی پاداش میں گرفتار ہیں۔''

((ثُمَّ قُلِّدَ أَبِي الْأَمْرَ وَكَانَ غَيْرُ أَهْلٍ لَهُ۔ وَنَازَعَ ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ، فَقَصَفَ عُمُرُهُ۔ وَانْبَتَرَ عَقِبُهُ۔ وَصَارَ فِي قَبْرِهِ رَهِينًا بِذُنُوبِهِ.))

''پھر حکومت کا پھندا میرے باپ (یزید) کے گلے میں ڈالا گیا، جب کہ وہ اس کے اہل ہی نہ تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے تنازعہ کھڑا کرلیا، بالآخر میرے والد کی عمر کم ہوگئی۔ اس کی آل اولاد منتشر ہوگئی۔ وہ بھی اپنے گناہوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا قبر میں پڑا ہے۔''

((ثُمَّ بَكَى وَقَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ الْأُمُورِ عَلَيْنَا عِلْمُنَا بِسُوءِ مَصْرَعِهِ، وَبِئْسَ مُنْقَلَبِهِ۔ وَقَدْ قَتَلَ عِتْرَةَ رَسُولِ اللّٰهِ، وَأَبَاحَ الْخَمْرَ، وَخَرَّبَ الْكَعْبَةَ، وَلَمْ أَذُقْ حَلَاوَةَ الْخِلَافَةِ، فَلَا أَتَقَلَّدُ مَرَارَتَهَا، فَشَأْنُكُمْ أَمْرُكُمْ، وَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَتِ الدُّنْيَا

خَيْرًا فَقَدْ نِلْنَا مِنْهَا حَظًّا۔ وَلَئِنْ كَانَتْ شَرًّا، فَكَفٰى ذُرِّيَّةَ اَبِيْ سُفْيَانَ مَا اَصَابُوْا مِنْهَا.))

''پھر وہ معاویہ (منبر پر کھڑے ہوئے) رونے لگا، اور کہا: ہمارے لیے سب سے بڑی دکھ کی بات یہ ہے، کہ ہمیں اس کی بری موت اور سخت عذاب کا علم ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے خاندان کو قتل کیا۔ شراب کو جائز کیا۔ کعبہ شریف کو برباد کیا۔ میں اس خلافت (حکومت) کا لطف نہیں اٹھاؤں گا۔ نہ میں اس کی تلخی کا پھندا اپنے گلے میں ڈالوں گا۔ لہٰذا تم آزاد ہو جسے چاہو خلیفہ بناؤ۔ اللہ کی قسم! اگر دنیا بھلی چیز ہے تو ہم اس میں سے اپنا حصہ لے چکے ہیں۔ اور اگر وہ بری چیز ہے تو اولادِ ابوسفیان کے لیے، اتنا ہی کافی ہے جو انہیں اب تک نقصان پہنچ چکا ہے۔''

☆ یہ تو تھا معاویہ بن یزید کا پہلا قومی خطاب، خلیفہ بننے کے بعد۔ پھر مزید آگے ابن حجر رحمہ اللہ ہیتمی لکھتے ہیں:

((ثُمَّ تَغَيَّبَ فِيْ مَنْزِلِهٖ حَتّٰى مَاتَ بَعْدَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا عَلٰى مَا مَرَّ۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ اَنْصَفَ مِنْ اَبِيْهِ، وَعَرَفَ الْاَمْرَ لِاَهْلِهٖ، كَمَا عَرَفَهٗ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مَرْوَانَ الْخَلِيْفَةُ الصَّالِحُ رضی الله عنه، لِاَنَّهٗ ضَرَبَ مَنْ سَمّٰى يَزِيْدَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِشْرِيْنَ سَوْطًا.)) ❶

''خطاب کرنے کے بعد معاویہ بن یزید اپنے گھر میں گوشہ نشین ہوا، چالیس روز بعد فوت ہو گیا۔ اللہ کی اس پر رحمت ہو، جس نے

❶ الصواعق المحرقة، ص275.

اپنے باپ کے بارے میں انصاف سے کام لیا، اور خلافت کے حقدار کو پہچان گیا، جیسے عمر بن عبدالعزیز نے پہچان لیا تھا وہ صالح خلیفہ تھے اللہ ان سے راضی ہو، انہوں نے اس شخص کو بیس کوڑے لگوائے تھے، جس نے یزید کو امیر المومنین کہا تھا۔''

اولادِ طرفین کے بیانات کا تجزیہ:

1. امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تفصیلی بیان بھی ہم دیکھ چکے ہیں، کس قدر درد انگیز کہانی ظلم وستم کی انہوں نے بتائی۔ ایک ایک جملے سے، مظلومین کے ساتھ ہمدردی ٹپک رہی ہے۔

2. دوسری طرف یزید کی اولاد میں سے، ولی عہد معاویہ نے، کس قدر باپ دادا کے ظالمانہ کردار کو، بقول ابن حجر رحمہ اللہ ہیتمی، انصاف سے بیان کیا۔ اور ندامت کا اظہار کرتے کرتے، گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے اور خلافت کو نہایت حقارت سے ٹھکرا کر کہہ دیا: فَشَأْنُكُمْ أَمْرُكُمْ. تم جانو تمہارا کام جانے۔

☆ یہ ولی عہد معاویہ کی گواہی ویسے ہی مضبوط ہے جیسے قرآن کریم کہتا ہے:

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا﴾ (یوسف: 26)

''اس عورت کے اپنے گھر والوں میں سے ایک شخص نے گواہی دی۔''

یعنی یہ معاویہ گھر کا بھیدی تھا۔ ہوش سنبھالنے سے لے کر، تادم آخر، وہ اپنے باپ دادا کے محلات میں، جو کچھ ہوتا رہا، سب کچھ دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہوں سے کوئی چیز اوجھل نہ تھی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ معاویہ کردار کے لحاظ سے کیسا تھا؟

☆ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان کا ایک خطبہ نقل کیا ہے:

((قَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ قَدْ وُلِّيْتُ أَمْرَكُمْ وَأَنَا ضَعِيْفٌ عَنْهُ فَإِنْ أَحْبَبْتُمْ تَرَكْتُهَا لِرَجُلٍ قَوِيٍّ كَمَا تَرَكَهَا الصِّدِّيْقُ لِعُمَرَ وَإِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا شُوْرٰى فِيْ سِتَّةٍ مِّنْكُمْ كَمَا تَرَكَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَلَيْسَ فِيْكُمْ مَنْ هُوَ صَالِحٌ لِّذٰلِكَ. وَقَدْ تَرَكْتُ لَكُمْ أَمْرَكُمْ، فَوَلُّوْا عَلَيْكُمْ مَنْ يَّصْلَحُ لَكُمْ ثُمَّ نَزَلَ وَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى مَاتَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .)) ❶

اس معاویہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''لوگو! مجھے تمہارا حکمران بنایا گیا ہے، حالانکہ میں اسے چلانے میں کمزور ہوں۔ اگر تم پسند کرو، تو میں ایسے طاقتور آدمی کے لیے حکومت چھوڑ دیتا ہوں، جیسے صدیق اکبر نے، عمر فاروق کے لیے چھوڑ دی تھی۔ اگر چاہتے ہو تو چھ آدمیوں کی شوریٰ بنا کے ان کے حوالے کر دیتا ہوں، جیسے عمر فاروق نے بنائی تھی۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں ایسا صالح اور اہل کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حکومت میں چھوڑ رہا ہوں۔ جسے چاہو اپنا حکمران بنا لو۔''

خطاب کر کے، یہ معاویہ منبر سے نیچے اترا۔ اور اپنے گھر میں چلا گیا، گھر سے نکلا ہی نہیں، جب تک کہ اسے موت نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

☆ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

((وَلَمَّا هَلَكَ يَزِيْدُ بُوْيِعَ بَعْدَهُ ابْنُهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ يَزِيْدَ، فَبَقِيَ

❶ البدایہ والنہایہ، جلد 8، ص 241.

فِي الْخِلَافَةِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَلَمَّا احْتُضِرَ، قِيْلَ لَهُ: اَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ فَاَبٰى، وَقَالَ: مَا اَصَبْتُ مِنْ حَلَاوَتِهَا، فَلِمَ اَتَحَمَّلُ مَرَارَتَهَا وَكَانَ شَابًّا صَالِحًا.)) ①

''جب یزید ہلاک ہوا تو اس کے بعد، اس کے بیٹے معاویہ کی بیعت کی گئی۔ اس کی خلافت چالیس روز تک رہی۔ جب اس کا وقت اجل آیا تو اسے کہا گیا۔ آپ اپنا جانشین (خلیفہ) کیوں نہیں بناتے؟ اس نے صاف انکار کردیا۔ اور کہا: ''جس حکومت کے مزے، میں نے خود نہیں لوٹے، اس کی کڑواہٹ اور تلخی کیوں برداشت کروں؟'' (یعنی کسی کو اپنے بعد جانشین، ولی عہد بنا کر) امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا: وہ صالح نوجوان تھا۔''

☆ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا:

((وَكَانَ مُعَاوِيَةُ بْنُ يَزِيْدَ خَيِّرًا ذَا دِيْنٍ، سَأَلَتْهُ اُمُّهُ اُمُّ هَانِئٍ فِيْ مَرَضِهِ، اَنْ يَسْتَخْلِفَ اَخَاهُ خَالِدَ ابْنَ يَزِيْدَ، فَاَبٰى، وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُهَا حَيًّا وَمَيِّتًا فَقَالَتْ لَهُ: وَدِدْتُ اَنَّكَ كُنْتَ نَسْيًا مَنْسِيًّا وَلَمْ تَضْعُفْ هٰذَا الضُّعْفَ قَالَ: وَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا وَلَمْ اَسْمَعْ بِذِكْرِ جَهَنَّمَ.)) ②

''معاویہ بن یزید بہت خیر اور بھلائی والا آدمی تھا، دیندار تھا۔ اس کی بیماری میں، اس کی ماں ام ہانی نے کہا کہ اپنے بھائی خالد بن یزید کو خلیفہ بنا دے لیکن اس نے انکار کردیا، اور کہا: میں یہ بوجھ

---

① تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، جلد 4، ص595۔
② المنتظم

نہ زندگی میں اٹھاتا ہوں نہ مرنے کے بعد۔ اس کی ماں نے کہا:
کاش! میں اس سے پہلے مر مٹ چکی ہوتی اور تجھے ایسا کمزور نہ دیکھ
پاتی۔ معاویہ نے کہا: کاش! میں بھی اس سے پہلے ختم ہو چکا ہوتا،
میرا نام ونشان نہ رہتا، اور نہ میں نے دوزخ کا ذکر سنا ہوتا۔''

یہ تھا دو کرداروں کا ذرا سا نقشہ:

ہم نے ان دونوں کرداروں کو واضح کرنے کے لیے، چوٹی کے محدثین کرام کی کتابوں کی خوب ورق گردانی کی، اور کھلا کھلا مواد پیش کر دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں قلب سلیم سے نوازا ہے تو فیصلہ خود کر لیں۔ بقول ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں:

☆ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ بن معبد الاسدی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا:

((وَاَنَا لَا اُرِيْدُ اَنْ اَدَعَ مِنَ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ شَيْئًا اِلَّا سَاَلْتُهُ عَنْهُ.))

اور میرا ارادہ تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر نیکی اور گناہ کے متعلق پوری طرح پوچھ لوں، کوئی چیز ان میں سے رہ نہ جائے۔ میں وہاں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی جماعت کے درمیان میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہونے کے لیے، بیٹھے ہوئے لوگوں سے آگے گزرنے کی کوشش کی تو انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور کہا: وابصہ! آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور رہیں۔ میں نے کہا: مجھے تو آپ کے پاس بیٹھنے کی تمنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **دَعُوْا وَابِصَةَ، اُدْنُ يَا وَابِصَةُ!** اسے آگے آنے دیں، آؤ وابصہ میرے قریب آ جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے قریب کر کے آگے بٹھا لیا..... پھر فرمایا: تم خود سوال کرو گے، یا میں خود ہی بتا دوں؟ میں نے عرض کی، نہیں،

حضور ﷺ! آپ خود ہی فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو؟ میں نے کہا: جی حضور ﷺ! آپ اپنی انگلیاں اکٹھی کر کے میرے سینے پر مارنے لگے اور فرمایا:

((اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ، وَاطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ، وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتَوْكَ.)) 0

''نیکی وہ ہے جس سے ضمیر مطمئن ہوجائے، اور دل کو سکون آجائے۔ اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکتا رہے، اور ضمیر بے چین رہے۔ اگرچہ بظاہر لوگ اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیتے رہیں۔''

المعجم الكبير للطبرانی میں یہ حدیث نمبر 403، جلد نمبر 22 میں درج ہے ص 148 پر۔

اس کے محقق حمدی عبدالمجید السّلفی نے تنقیح روایت کرنے کے بعد یہ لکھا ہے ولہ شواھد منھا فی الصحیح۔ ولذا حسنہ الامام النووی۔ صحیح حدیث میں اس کے شواہد موجود ہیں، اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔

تشریح:

حدیث مذکور میں نیکی اور برائی کو جانچنے کا پیمانہ، حضور ﷺ نے دل

0 مجمع الزوائد جلد 10، روایت نمبر 18117، ص 382۔ رواہ الطبرانی واحمد باختصار عنہ، ورجال احد اسنادی الطبرانی ثقات۔ طبرانی کی دو سندوں میں سے، ایک کے راوی ثقہ ہیں۔

(ضمیر) بتایا ہے۔ جسے عربی زبان میں قلب کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں قلب کی بھی کئی قسمیں ذکر ہوئی ہیں:

﴿غَلِيْظَ الْقَلْبِ﴾ ......سنگ دل، پتھر جیسا بے رحم دل۔

(آلِ عمران: 159)

﴿بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ......وہ دل جو کفر اور منافقت سے محفوظ اور سلامت ہو، جو دل زخمی سانپ کی طرح، اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا اور تڑپتا رہتا ہو۔

(الشعراء: 89)

﴿قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ ......مغرور اور ظالم کا دل۔ (المومن: 35)

﴿بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ ...... دلِ گرویدہ، مخلص دل، مقبل علی الطاعۃ، فرمانبرداری کے لیے تیار دل۔ (ق: 33)

﴿قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ......جس دل پر تالا پڑا ہوا ہو۔ جس میں خیر کی بات سما ہی نہ سکے۔ (محمد: 24)

اب ہم اپنا جائزہ لیں:

دل کی اقسام تو بہت ہیں، ہمیں اپنا اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہمارے سینے میں کون سی قسم کا دل ہے؟ اگر تو قلب سلیم اور قلب منیب ہمیں نصیب ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ایسا ہی دل، حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کا تھا، جنہیں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تیرا دل اندر سے گواہی دے گا کہ نیکی کیا ہے اور برائی کیا ہے؟

یہی دل جسے نصیب ہوگا، اسے ہی صحیح طور پر پرکھ ہوسکتی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کون تھے اور یزید کون تھا؟ اگر یہ دل میسر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سے وہی دعا کریں جو ہمارے نبی محترم ﷺ نے ہمیں سکھائی ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ.)) ❶

”اے اللہ! میں بے سود (بے نفع) علم سے، بے حضور دل سے، بے صبر نفس سے، اور نامقبول دعا سے، تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ہمیں ہی جھنجھوڑنے کے لیے یہ غزل لکھی ہے، اس کے دو شعر پیش خدمت ہیں:

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ
ترا بحر پُر سکوں ہے، یہ سکوں ہے یا فسوں ہے
نہ نہنگ ہے، نہ طوفان، نہ خرابی کنارہ ❷

تشریح:

اے مسلمان! تیرا دل جذبہ محبت سے خالی ہونے کی وجہ سے، مردہ ہو چکا ہے۔ اگر تو دنیا میں سربلندی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے دل کو پھر سے زندہ کر لے۔ کیونکہ دنیا میں قوموں کی پرانی بیماری، یہی غلامی ہے، اور غلامی سے نجات، زندہ دلی سے ملتی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ تیرا سمندر (دل) خاموش ہے۔ یہ سکون اور خاموشی کیسی ہے، کہیں کسی نے تجھ پر جادو تو نہیں کر دیا ہے؟ ورنہ سمندر میں نہنگوں (مگرمچھوں) سے طوفان برپا ہوتے ہیں، اور کبھی طوفانوں سے سمندروں کے کنارے ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ جیسے سمندر کی زندگی، تلاطم خیز موجوں سے

❶ رواہ مسلم وغیرھم.
❷ ضرب کلیم، ص 35.

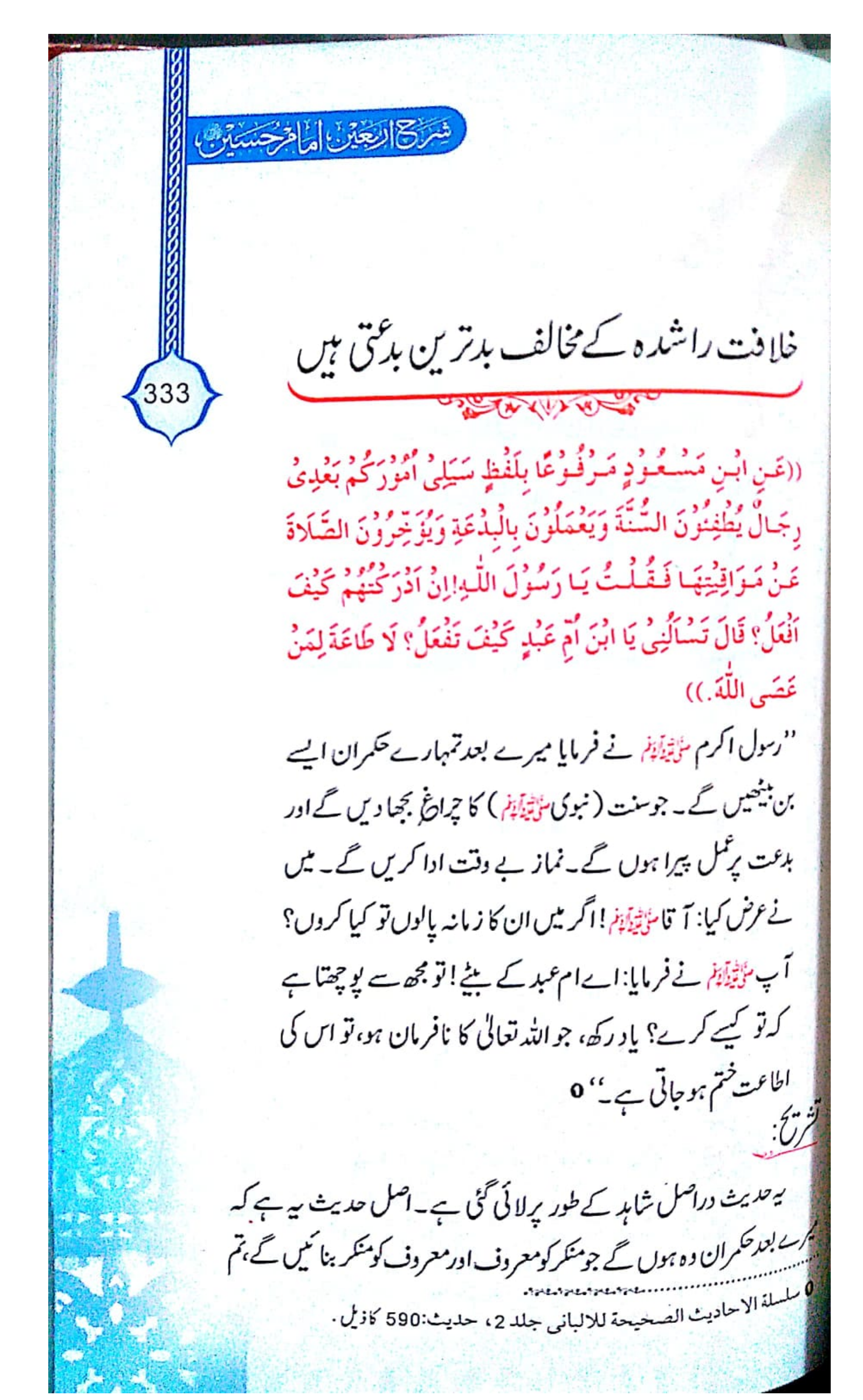
زندگی، اس کے اضطراب کی لہروں سے قائم رہتی ہوتی ہے۔ ویسے ہی دل کی زندگی، اس کے اضطراب کی لہروں سے قائم رہتی ہے۔ آپ جسے سکونِ قلب سمجھتے ہیں، وہ تو فسونِ قلب نظر آتا ہے۔ دل پر کسی کا جادو چل گیا ہے اور وہ بے حس ہو کے رہ گیا ہے۔ جس میں حریت فکر و عمل سرد پڑ چکی ہے۔ اور شوقِ ملاقاتِ رب، مفقود ہو گیا ہے۔

اس لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ سے دلِ بے قرار مانگا کرتے تھے۔ جس میں ہر دم نئی سے نئی امید، ہر آن نئے سے نئے جذبے ابھرتے ہوں۔ جو دل ٹھہر جائے، وہ تو موت کی علامت ہوتی ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

خاتمہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ حدیث ہم نے ذکر کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا: ((ان اللــه غيـر معذبك ولا اولادك)) کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو عذاب (آخرت) نہیں دے گا۔ گزشتہ تفصیلات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اور ان کے دونوں فرزندانِ ارجمند، حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے، کوئی عمل ایسا زندگی میں ہونے نہیں دیا، جس سے وہ عذاب کے مستحق ہوں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیوں کے مطابق، ایسے عمل کر کے گئے ہیں جن سے وہ واقعی جنت کے سرداروں کا اعزاز پالیں گے۔ بفضل رب العالمین! ان کی دنیاوی زندگی پاک صاف گزری، وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب اور ان کی رضا کے مطابق صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔ سارا زمانہ اس بات کا گواہ ہے جو بھی حقیقت آشنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق وافر نصیب فرمائے، آمین!



خلافت راشدہ کے مخالف بدترین بدعتی ہیں

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا بِلَفْظٍ سَيَلِيْ اُمُوْرَكُمْ بَعْدِيْ رِجَالٌ يُطْفِئُوْنَ السُّنَّةَ وَيَعْمَلُوْنَ بِالْبِدْعَةِ وَيُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ مَوَاقِيْتِهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنْ اَدْرَكْتُهُمْ كَيْفَ اَفْعَلُ؟ قَالَ تَسْاَلُنِيْ يَا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ كَيْفَ تَفْعَلُ؟ لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ.))

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرے بعد تمہارے حکمران ایسے بن بیٹھیں گے۔ جو سنت (نبوی ﷺ) کا چراغ بجھا دیں گے اور بدعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ نماز بے وقت ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا: آقا ﷺ! اگر میں ان کا زمانہ پالوں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے! تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو کیسے کرے؟ یاد رکھ، جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو، تو اس کی اطاعت ختم ہو جاتی ہے۔'' ❶

تشریح:

یہ حدیث دراصل شاہد کے طور پر لائی گئی ہے۔ اصل حدیث یہ ہے کہ میرے بعد حکمران وہ ہوں گے جو منکر کو معروف اور معروف کو منکر بنائیں گے، تم

❶ سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی جلد 2، حدیث:590 کا ذیل۔

ہیں سے جو انہیں پالے، تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان کی اطاعت نہ کرنا۔
تشریح مزید کے لیے علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں:
((يَكُونُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّينَ سَنَةً ﴿أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (مريم: 59).))

"سن ساٹھ کے بعد، نالائق حکمران آئیں گے، جو بقول قرآنِ کریم (نماز ضائع کریں گے، اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کریں گے، عنقریب وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔" [1]

ان صحیح احادیث کی روشنی میں:

کیا مذکورہ حالات میں جو ان صحیح احادیث سے واضح ہوئے، امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کرتے یا کنارے پر کھڑے ہو کر ان بے راہ رو حکمرانوں کا تماشا دیکھتے رہتے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو پیش گوئی صادر ہوئی وہ پوری ہو کے رہی۔ اس سے زیادہ کھلے الفاظ اور کیا ہو سکتے تھے کہ سن ساٹھ کے بعد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے، یا سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے؟ یا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما تھے؟ سچائی کا دامن تھام لینا چاہیے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے، گزشتہ صفحات میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا گزر چکی ہے:

((اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِي سَنَةُ سِتِّينَ وَلَا إِمَارَةُ الصِّبْيَانِ.))

"یا اللہ! سن ساٹھ نہ دیکھنا نصیب ہو اور نہ لڑکوں کی حکومت دکھانا۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھ رہے ہیں:

((وَإِنَّ أَوَّلَهُمْ يَزِيدُ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَأْسُ سِتِّينَ.))

[1] سلسله الاحاديث الصحيحة للالباني رحمه الله، جلد:7، حديث:3034.

"ان بگڑے حکمرانوں کا پہلا ناخلف یزید ہے جس پر قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دلالت کرتا ہے۔"

جب خلافت راشدہ کا خاتمہ ہوا تو بعد والوں نے اقدار ہی بدل ڈالیں، نئی اصطلاحات ایجاد کر لیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حکمران چراغ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجھائیں گے اور بدعات پر چل کھڑے ہوں گے۔ یزید اور اس کے ٹولے نے کون سی سنت تھی جسے مٹایا تھا؟ یزید اور اس کے حواریوں نے وہ کون سی سنت تھی جسے برباد کر کے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کر دکھایا اس سے مراد یقیناً وہ پورا نظامِ زندگی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نثاروں نے مسلسل (23) تیئس برس میں قائم کیا تھا۔ جس کا نقطہ عروج مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست تھی اور اس نظام کے تحت بڑے چھوٹے ہو گئے اور چھوٹے بڑے ہو گئے۔ عدل وانصاف کا دور دورہ ہوا۔ انسانیت سکھ کی نیند سونے لگی۔ نیکیاں پروان چڑھیں اور برائیں دب کے رہ گئیں۔

جب اس سنت عظمیٰ کا بیڑہ غرق ہوا تب نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے بحال کرتے کرتے خود شہید ہو گئے۔ یہ تھی وہ بدعت کبریٰ جسے سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چیلنج کرتے ہوئے میدان میں اتر آئے، بعد والے جب حوصلہ حسین رضی اللہ عنہ سے عاری ہوئے تو چھوٹی چھوٹی فروعی چیزوں میں الجھ کے رہ گئے۔ اسلام کی اصل بنیاد اور اصولِ شریعت ترک کر بیٹھے۔ فروع میں پھنس کر لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

سچا دین اسلام ان کی حرکات مذمومہ سے دنیا بھر میں دہشت گرد بن کے رہ گیا۔ حالانکہ یہ دین سارے عالم کے لیے سراسر رحمت ہے۔

کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدد ضرور کرنا

حدیث نمبر 26

((عن انس بن الحارث رضی اللہ عنہما قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا ...... یعنی الحسین ...... يُقْتَلُ بِاَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ، فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ." – قال: فَخَرَجَ اَنَسُ بْنُ الْحَارِثِ اِلٰى كَرْبَلَاءَ، فَقُتِلَ بِهَا مَعَ الْحُسَيْنِ.)) ⁰

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا: "بے شک میرا یہ بیٹا یعنی حسین، سرزمین کربلا میں قتل ہوگا۔ تم میں سے جو کوئی وہاں موجود ہو، وہ اس کی ضرور مدد کرے۔"

راویِ حدیث کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ کربلا کی طرف نکل گئے تھے اور وہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔

توضیح روایت:

اس حدیث کو درج کرنے کے بعد، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: سعید راوی کے بارے میں کلام ہے۔ امام بغوی نے کہا: اس راوی کے علاوہ، کسی اور سے روایت کا علم نہیں۔ امام ابن السکن نے کہا کہ صرف اسی سند سے یہ روایت آئی ہے۔ امام ذہبی نے کہا حدیث مرسل

⁰ الاصابة فی تمییز الصحابة، جلد 1، ص 271.

ہے۔ امام مزی نے کہا: انس صحابی ہیں۔ آگے ابن حجر رحمہ اللہ نے، اسے ردّ کرنے کی وجہ خود ذکر کر دی ہے۔

((وَكَيْفَ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُ مُرْسَلًا وَقَدْ قَالَ سَمِعْتُ؟))

اس حدیث کو مرسل کیسے تسلیم کیا جائے، جبکہ انس کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ یعنی براہِ راست سماع کو، مرسل نہیں کہا جاسکتا۔ نیز ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام بغوی، امام ابن السکن، امام ابن الشاہین، امام الدغولی، ابن زبر، الباروری، ابن مندہ اور ابونعیم وغیرہم نے، انس رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام میں ذکر کیا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

- اس روایت کو حافظ ابن اثیر نے ''اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد اوّل، ص 288 پر درج فرمایا ہے۔
- حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے، تاریخ دمشق کبیر جلد 7، الجزء 13 ص 217 پر نقل کیا ہے۔

تشریح:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارضِ کربلا میں شہید ہونا، اس کی پیشگی خبریں، ان کے بچپن میں، فرشتوں کے ذریعے بتا دی گئی تھیں۔ وہ صحیح احادیث، علامہ البانی رحمہ اللہ سلسلہ صحیحہ میں درج کر چکے ہیں۔ لیکن مذکور حدیث کا آخری جملہ، ''تم میں سے جو وہاں موجود ہو وہ اس کی ضرور مدد کرے۔'' اس جملے کی تائید حضور ﷺ کے اس کھلے فرمان سے ہوتی ہے۔ جب آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم پر خطاب فرما رہے تھے: آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا تھا

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر 2408۔ مشکوۃ شریف، باب مناقب اہل بیت النبیؐ، فصل اول، حدیث 6۔

"اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ" میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں، اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

☆ ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اُذَكِّرُكُمْ اَیْ اُحَذِّرُكُمُوْهُ" اذکرکم کا معنی ہے میں تمہیں اس کے بارے میں متنبہ کرتا ہوں، خبردار کرتا ہوں۔

((وَالْمَعْنٰى اُنَبِّهُكُمْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ مُحَافَظَتِهِمْ وَمُرَاعَاتِهِمْ وَاِحْتِرَامِهِمْ وَاِكْرَامِهِمْ وَمَحَبَّتِهِمْ وَمَوَدَّتِهِمْ.))

"میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر، ان کی حفاظت کرنے، ان کا پورا دھیان رکھنے، ان کی عزت واحترام کرنے، ان سے محبت و پیار کرنے کی تنبیہ کرتا ہوں۔"

((وَقَالَ الطيبى: اُحَذِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ شَأْنِ اَهْلِ بَيْتِيْ.))

"میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتے ہوئے، اپنے اہل بیت کے بارے میں خبردار کرتا ہوں۔"

((وَاَقُوْلُ لَكُمْ: اِتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُؤْذُوْهُمْ وَاحْفَظُوْهُمْ.))

"میں تمہیں کہتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، انہیں کوئی تکلیف نہ دینا، بلکہ ان کی حفاظت کرنا۔" ❶

قابل غور پہلو:

اب ہم خود غور کرلیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے، جتنی فضیلتیں اپنے نواسوں کی ذکر فرمائیں، جتنا ان کے خصوصی خیال رکھنے کا حکم دیا۔ کیا امت نے وہ حق ادا کیا ہے؟ اگر امت یہ حق ادا کرنے والی ہوتی تو حسنین کو ان کی زندگی میں

❶ مرقاۃ المفاتیح، الجزء العاشر، ...

رسوائیوں کا سامنا نہ ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے صافے سے، سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں صاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوگوں کو اگر آپ کے مقام کا علم ہو جائے، تو اللہ کی قسم! آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھریں۔ ❶

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی دنیا دار حکمرانوں نے، اہل بیت سے نظریں پھیر لی تھیں۔ اوران حکمرانوں کے کارندے اور خوشامدی بھی، اسی طرز پر چل نکلے۔ اور آج تک چل رہے ہیں۔ عوام بے چارے، بے علم ہونے کی وجہ سے، ایسے لوگوں کی باتوں میں آجاتے ہیں، اور جو منہ میں آئے، اہل بیت کی شان میں گستاخیاں کرتے پھرتے ہیں۔ ہماری تو دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کلمہ گو مسلمان کو اہل بیت کا حقیقی احترام کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی، تادم آخر، توفیق وافر نصیب کرتا رہے، تاکہ قبر و حشر کی تلخیوں سے بسلامت پار ہو سکیں۔ اور جنت میں ان مقدس ہستیوں کی زیارت ورفاقت میسر آجائے، جو اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ اہل ایمان کے قلب و نظر، انہیں دیکھ کر، مسرت وفرحت پائیں گے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ. آمین یارب العالمین!

☆ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ یہ روایت بھی لائے ہیں:

((وَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تُرَقِّصُ الْحَسَنَ وَتَقُوْلُ: اِبْنِیْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيِّ.))

حضرت فاطمہ علیہا السلام، اپنے بیٹے حسن کو، بچپن میں اچھالتی ہوئی (خوشی سے) فرماتی تھیں؛ ''میرا بیٹا نبی (نانا) کے مشابہ ہے، علی (باپ) کے مشابہ نہیں ہے۔''

❶ سیر اعلام النبلاء، ذهبی جلد 3، ص 287، ابن عساکر جلد 7، ص 182۔

☆ اس روایت کے بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس میں ارسال ہے، اگر یہ روایت محفوظ ہے تو ممکن ہے کہ فاطمہ نے یہ جملہ حضرت ابوبکر سے سنا ہے یا دونوں میں سے، ایک نے دوسرے سے سن کر کہا ہو۔ ❶

تشریح:

حسنین علیہ السلام کے شبیہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی مذکورہ چھ روایاتِ صحیحہ سے، ہمیں کیا حاصل ہوا ہے؟

دورِ طالب علمی میں، ہمیں صفت مشبہ کے بارے میں پڑھایا گیا تھا کہ

① ایک ہوتا ہے مشبہ؛ جسے تشبیہ دی گئی ہے۔

② دوسرا ہوتا ہے مشبہ بہ؛ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

③ تیسری چیز ہوتی ہے وجہ شبہ، کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان میں تشبیہ کی وجہ کیا ہے۔اب دیکھیں، مشبہ ہیں حسن و حسین علیہما السلام۔

مشبہ بہ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور دونوں کے درمیان وجہ ہے، شکل وصورت کا حسن و جمال، قد وقامت، اخلاق وکردار۔ یعنی مشبہ بہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔اور وہ اپنے اللہ سے کیسے التجا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ كَمَا اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ، فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ.)) ❷

''یا اللہ! جیسے تو نے میری صورت بہت حسین بنائی ہے، ویسی ہی میری سیرت بھی حسین ترین بنا دے۔''

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو کیسے شرفِ قبولیت بخشا، فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ (القلم: 4)

❶ فتح الباری جلد 7، ص122.

❷ الترغیب والترھیب جلد 3، ص 410، بحوالہ مسند احمد، رواتہ ثقات۔ صحیح الجامع الصغیر، ص137.

"بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہو، یعنی کمالات وجمالات کے زیور سے خوب مزین کر دیے گئے ہو۔"

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح آیت:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر سے لکھتے ہیں:

کوئی کام خلق اس وقت کہلائے گا، جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔

مزید پیر مرحوم لکھتے ہیں: یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے، کان بے تکلف سنتے ہیں، زبان بے تکلف بولتی ہے، اسی طرح سخاوت، شجاعت، حیا، حق گوئی، تقویٰ وغیرہ، تجھ سے کسی تردد اور توقف کے بغیر صدور پذیر ہونے لگیں، تو اس وقت ان امور کو تیرے اَخلاق شمار کیا جائے گا۔

"عَظِیْمٌ" بہت بڑا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَیْ لَا یُدْرِکُ شَأْوَہٗ اَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ. مخلوق میں سے جس کی سرعت رفتار، یا عزم بلند کو، کوئی پا نہ سکے، اسے عظیم کہتے ہیں۔

"عَلٰی": استعلاء کے لیے ہے، یعنی کسی پر حاوی ہونا، چھا جانا، اور قابو پالینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت یوں نہیں ہے: وَاِنَّ لَکَ خُـلُـقًا عَظِیْمًا، بلکہ ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝﴾ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اخلاقِ حمیدہ اور افعالِ پسندیدہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبضہ ہے۔ یہ سب زیرِ فرمان ہیں۔ یہ سب مرکب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے راکب اور شہسوار ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان امور کے لیے، کسی تکلف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں۔ آفتابِ ذاتِ محمدی سے، صفاتِ محمدیہ، اور کمالاتِ احمدیہ کی کرنیں خود بخود پھوٹتی رہتی ہیں۔ [1]

---

[1] تفسیر ضیاء القرآن، جلد 5، ص 331۔

تخلیقِ نبی ﷺ پر صحابہ کرام کے بیاناتِ عالیہ:

❶ ((قَالَ الْبَرَاءُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا، وَاَحْسَنَهُ خَلْقًا.)) ❶

''حضور ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ خوبرو، اور تخلیق الٰہی کا شاہکار تھے۔''

❷ حضرت براء ہی سے پوچھا گیا:

((أَكَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.)) ❷

''کیا حضور ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا؟ حضرت براء نے جواب دیا: نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا مکھڑا چاند جیسا تھا۔'' (یعنی خوبصورت اور پُرنور)

❸ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے، حضور ﷺ کو تبوک سے واپسی پر جب دیکھا تو کہا:

((وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ)) ❸

''آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتمارہا تھا۔ جب بھی آپ ﷺ خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ دمک اٹھتا، گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔''

---

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر 3549.

❷ النبیّ محمد کأنك تراہ، ص 36، صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3552.

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر 3556

((قَالَ اَنَسٌ: مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ وَلَا شَمِمْتُ رِيْحًا قَطُّ، اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ النَّبِيِّ.)) [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے ریشم کا کوئی دبیز یا باریک کپڑا ایسا نہیں چھوا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم اور ملائم ہو۔"

((قَالَ اَبُوْ جُحَيْفَةَ: فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ، فَاِذَا هِيَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ، وَاَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ.)) [2]

"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ کر، اپنے چہرے پر لگایا، تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔"

((قال جابر بن سمرة: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ لَيْلَةٍ اِضْحِيَانٍ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاِلَى الْقَمَرِ، فَلَهُوَ عِنْدِيْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ.)) [3]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک چاندنی رات میں، سرخ دھاری دار لباس میں دیکھا، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو، بالآخر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکھڑا، چاند سے زیادہ خوبصورت نظر آیا۔"

((قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ـ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ.)) [4]

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر 3561۔
[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر 3553۔
[3] ترمذی، کتاب الادب، حدیث نمبر: 2811۔ مشکوۃ حدیث نمبر 5794۔
[4] مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 5795۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج کی روشن کرنیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ انور سے جھلک رہی ہیں۔''

❽ ((قَالَ ابْنُ عباس: كَانَ النَّبِيُّ أَجْوَدَ النَّاسِ.)) ❶

''حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر، سخی اور فیاض تھے۔''

❾ ((قَالَ أَبُوسعيد خدری: كَانَ النَّبِيُّ أَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا.)) ❷

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیا والے تھے۔''

❿ ((قَالَ عَبْدُ اللهِ بن الحارث بن جزء: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ.)) ❸

''عبداللہ بن حارث نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر، کسی کا چہرہ مسکراتا ہوا نہیں دیکھا۔''

یعنی ہر وقت تبسم افشاں چہرہ، جو دیکھنے والوں کے دل موہ لے۔

☆ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((فَكَانَ فِيْهِ مِنَ الْحَيَاءِ، وَالْكَرَمِ، وَالشَّجَاعَةِ، وَالْحِلْمِ، وَالصَّفْحِ، وَالرَّحْمَةِ، وَسَائِرِ الْأَخْلَاقِ الْكَامِلَةِ مَا لَا

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر3554.
❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر3562.
❸ ترمذی، حدیث نمبر3641.

بِحِلْمِهِ، وَلَا يُمْكِنُ وَصْفُهُ.)) ❶

"آپ ﷺ کی ذات گرامی میں، شرم وحیا، جود وسخاوت، شجاعت اور بہادری، تحمل اور بردباری، عفو ودرگزر، رحمت وشفقت، بلکہ تمام اخلاق کاملہ موجود تھے جن کا شمار کرنا حد سے باہر ہے۔ جنہیں بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔"

ذرا ان چند صفات نبوی کی روشنی میں دیکھیں:

① یہ صفات اور خوبیاں کسی کو وراثت میں ملی ہیں، تو ان نواسوں کو، جن کا نام حسن اور حسین ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان نواسوں کو شبیہ پیغمبر ﷺ کہتے ہیں۔ کبھی کھیلتے ہوئے حسن رضی اللہ عنہ کو پیار سے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیتے ہیں۔ کیونکہ خلیفہ اول کو اس بچے میں، اپنے محبوب کا عکس نظر آتا ہے۔

② خادم رسول، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قاتل حسین، ابن زیاد کے سامنے برملا کہا: جس کے چہرے کو چھڑی لگا رہا ہے یہ شبیہ رسول ہے۔

③ حسنین کے والد علی رضی اللہ عنہ، خود گواہی دیتے ہیں کہ یہ بچے، باپ کے مشابہ نہیں، بلکہ اپنے نانا کے مشابہ ہیں۔

④ حسنین کی والدہ لوریاں دیتے ہوئے یہی کہتی ہے کہ یہ اپنے نانا کا عکس ہیں۔

⑤ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حسین میں، اپنے محبوب پیغمبر کا عکس نظر آتا ہے، تو ان کے پاؤں کو، اپنے رومال کے ذریعے گرد وغبار صاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو تیرے مرتبے کا پتہ چل جائے تو آپ کو اپنے کندھوں پہ اٹھائے پھریں اور آپ کے پاؤں زمین پر نہ لگنے دیں۔

❶ الشمائل لابن کثیر، ص ٤١.

Scanned by CamScanner

⑥ حضرت عمر خلیفہ دوم فرماتے ہیں: حسین! اپنی زیارت کرواتے رہا کرو۔ میرا دروازہ آپ کے لیے ہمیشہ کھلا ہے۔ آپ کو میرے پاس آنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں، جبکہ میرے بیٹے مجھ سے اجازت لے کر اندر آ سکتے ہیں۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی حسین میں، اپنے محبوب پیغمبر کا عکس نظر آتا تھا۔ اس لیے وہ ان سے زیارت کی تمنا کرتے ہیں۔

ان عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیا نسبت نبوی نظر آئی:

حسنین میں ان صحابہ کو، وہ خوبیاں نظر آ رہی تھیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو عطا فرمائی تھیں۔

حسنین میں، حسن پیغمبر، خوشبوئے پیغمبر، نورِ پیغمبر، جود پیغمبر، حیائے پیغمبر، شجاعت پیغمبر، قیادتِ پیغمبر، حلم پیغمبر، رحمت پیغمبر، مسکراہٹ پیغمبر، شرافت پیغمبر، قناعت پیغمبر، اطاعت پیغمبر، عبادتِ پیغمبر، بکائے پیغمبر، محاسن پیغمبر، محامد پیغمبر، مکارمِ پیغمبر، اخلاقِ پیغمبر، زہد پیغمبر، تواضع پیغمبر، ایثارِ پیغمبر، نسب پیغمبر، فصاحت پیغمبر، عزمِ پیغمبر، جھد پیغمبر، نشانِ پیغمبر، ایمانِ پیغمبر، حب پیغمبر، دعائے پیغمبر، دعوتِ پیغمبر، اسوۂ پیغمبر، قوتِ پیغمبر، توکل پیغمبر، بشارتِ پیغمبر، انوارِ پیغمبر، برکاتِ پیغمبر، استغنائے پیغمبر، وقارِ پیغمبر، وصیت پیغمبر، نصیحت پیغمبر، خشیت پیغمبر، شوقِ پیغمبر، آثارِ پیغمبر، جہادِ پیغمبر، صداقت پیغمبر، لطافت پیغمبر، جرأت پیغمبر، ورع پیغمبر، تلاوتِ پیغمبر، خیراتِ پیغمبر، عدالت پیغمبر، فراست پیغمبر، وغیرہ وغیرہ۔

اب ہمیں معلوم ہوا کہ مشبہ (حسین) اور مشبہ بہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی) میں، کیا کیا وجہ شبہ تھیں، جو ابوبکر و عمر اور عثمان و علی اور دیگر کبار صحابہ کرام کو نظر آتی تھیں، تبھی وہ ان سے مخلصانہ محبت و پیار کرتے تھے۔ لیکن جو

اہلِ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، اور جو زبانِ نبوت سے ''طلقاء'' کہلائے۔ ان میں سے کئی لوگوں کو مقام و شرفِ حسنین دکھائی نہ دیا۔ انہی طلقاء کے بارے میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بار بار فرمایا:

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا:

((قال عمر: هٰذَا الْاَمْرُ فِیْ اَهْلِ بَدْرٍ مَا بَقِیَ مِنْهُمْ، ثُمَّ فِیْ اَهْلِ اُحُدٍ، ثُمَّ فِیْ كَذَا، وَلَیْسَ فِیْهَا لِطَلِیْقٍ وَلَا لِمُسْلِمَةِ الْفَتْحِ شَیْءٌ.)) ❶

''اس خلافت وحکومت کا معاملہ، جب تک ایک بھی بدری صحابی رہے گا، ان میں رہے گا، اگر بدری صحابہ رخصت ہو جائیں تو پھر غزوۂ احد کے شرکاء صحابہ میں چلے گا۔ الغرض اسی طرح درجہ بدرجہ صحابہ کرام، اس کے حقدار ہوں گے۔ لیکن جو لوگ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے اور طلقاء کہلائے (جن کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بخشی کر دی تھی) ان کا ان امورِ خلافت میں، ذرا بھی حصہ اور حق نہیں ہے۔''

☆ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لکھا:

((قَالَ عُمَرُ مَرَّةً: اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَصْلُحُ لِلطُّلَقَاءِ، وَلَا لِاَبْنَاءِ الطُّلَقَاءِ، وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا جَمَعْتُ لِيَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ وِلَايَةَ الشَّامِ.)) ❷

---

❶ فتح الباری، جلد 13، کتاب الاحکام، ص 256۔
❷ فتح الملہم شرح صحیح مسلم، جلد 4، ص 158۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: یہ نظامِ خلافت، طلقاء اور ان کی اولاد کے لیے بالکل نامناسب ہے۔ اگر پہلے ہی مجھ پر واضح ہو جاتا جو بعد میں منکشف ہوا، تو میں کبھی بھی، ابوسفیان کے بیٹے یزید کو اور معاویہ کو ملک شام کا گورنر نہ بناتا۔''

((كَانَ الْحُسَيْنُ اَشْبَهُهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.))

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ حسین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ (صحیح بخاری)

یعنی صفات نبوی میں سے، تمام صحابہ کرام، اور تمام اہل بیت نے جتنی خوبیاں اپنے اندر جذب کی تھیں، ان تمام سے بڑھ کر صفاتِ نبوی کو، حسنین کریمین نے اپنے اندر سمیٹا تھا۔ ملا علی القاری کی یہ شرح پیچھے گزر چکی ہے۔

((اَیْ اَشْبَهَ الصَّحَابَةِ اَوْ اَهْلَ الْبَيْتِ.))

یعنی سارے صحابہ اور سارے اہل بیت سے بڑھ کر، مشابہت رسول، حسنین کو نصیب ہوئی۔

☆ مجد الدین رحمہ اللہ فیروز آبادی نے لکھا:

((اَلشَّبَهُ، وَالشِّبْهُ، وَالشَّبِيْهُ، حَقِيْقَتُهَا فِي الْمُمَاثَلَةِ مِنْ جِهَةِ الْكَيْفِيَّةِ، كَاللَّوْنِ وَالطَّعْمِ، وَكَالْعَدَالَةِ وَالظُّلْمِ.))

''شبیہ دراصل صفت وحالت کے لحاظ سے مماثلت کا نام ہے۔ جیسے رنگت میں اور کھانے کی لذت میں یا جیسے عدل وانصاف اور ظلم وستم میں یکساں ہونا۔''

((وَقِيْلَ فِي الْكَمَالِ وَالْجَوْدَةِ.))



یہ بھی کہا گیا کہ شبیہ، کسی کے کمالات اور عمدگی میں یک رنگی ہے۔ ❶

☆ ((رُوِیَ عن عمر رضی الله عنه، اَنَّهٗ قَالَ: "اَللَّبَنُ یُشَبَّهُ عَلَیْهِ."))

"شیر مادر رنگ لاتا ہے۔"

((وَمَعْنَاهُ اَنَّ الْمُرْضِعَةَ اِذَا اَرْضَعَتْ غُلَامًا، فَاِنَّهٗ یَنْزِعُ اِلٰی اَخْلَاقِهَا فَیُشْبِهُهَا.))

"مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو وہ بچہ اس کے اخلاق کو، اپنے جسم میں چوستا ہے یعنی ماں کے اخلاق، بچے میں منتقل ہوتے ہیں۔" ❷

☆ علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ
مادراں را اسوۂ کامل بتول

حضرت سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی شان یہ ہے کہ وہ تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل، اور ماؤں کے لیے مکمل نمونہ ہیں۔

طالب ہاشمی رحمہ اللہ نے لکھا: بنت رسول مقبول، سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے اپنے مثالی حسن عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ اولاد کے اخلاق و کردار، فکر بلند، علو ہمتی، عزائم و رجحانات اور صلاحیتوں کی تخلیق میں، ماں کا کتنا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ❸



❶ بصائر ذوی التمییز، جلد 3، ص 293.
❷ لسان العرب، جلد 8، ص 18.
❸ سیرة فاطمة الزهراء، ص 11.

نگاہِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں احترامِ حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 27

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ أَتَى أَبَا هُرَيْرَةَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ مَرْوَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: مَا وَجَدْتُ عَلَيْكَ فِي شَيْءٍ مُنْذُ اصْطَحَبْنَا إِلَّا فِي حُبِّكَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ. قَالَ: فَتَحَفَّزَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَجَلَسَ فَقَالَ: أَشْهَدُ لَخَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صَوْتَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَهُمَا يَبْكِيَانِ وَهُمَا مَعَ أُمِّهِمَا، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى أَتَاهُمَا، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهَا: "مَا شَأْنُ ابْنَيَّ؟" فَقَالَتِ: الْعَطَشُ قَالَ: فَأَخْلَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى شَنَّةٍ، يَبْتَغِي فِيهَا مَاءً وَكَانَ الْمَاءُ يَوْمَئِذٍ أَغْدَارًا، وَالنَّاسُ يُرِيدُونَ الْمَاءَ، فَنَادَى: "هَلْ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَهُ مَاءٌ؟" فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ إِلَّا أَخْلَفَ بِيَدِهِ إِلَى كُلَّابِهِ يَبْتَغِي الْمَاءَ فِي شَنَّةٍ، فَلَمْ يَجِدْ أَحَدٌ مِنْهُمْ قَطْرَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "نَاوِلِينِي أَحَدَهُمَا" فَنَاوَلَتْهُ إِيَّاهُ مِنْ تَحْتِ الْخِدْرِ، فَرَأَيْتُ بَيَاضَ ذِرَاعَيْهَا حِينَ نَاوَلَتْهُ، فَأَخَذَهُ فَضَمَّهُ إِلَى صَدْرِهِ وَهُوَ يَطْغُو مَا يَسْكُتُ، فَأَدْلَعَ لَهُ لِسَانَهُ فَجَعَلَ



يَنْشُنُ حَتَّى هَدَأَ أَوْ سَكَنَ فَلَمْ أَسْمَعْ لَهُ بُكَاءً، وَالْآخَرُ يَبْكِي كَمَا هُوَ مَا يَسْكُتُ، فَقَالَ: "نَاوِلِينِي الْآخَرَ" فَنَاوَلْتُهُ إِيَّاهُ فَفَعَلَ بِهِ كَذَالِكَ، فَسَكَتَا فَمَا أَسْمَعُ لَهُمَا صَوْتًا، ثُمَّ قَالَ: "سِيرُوا" فَصَدَعْنَا يَمِينًا وَشِمَالًا عَنِ الظَّعَائِنِ حَتَّى لَقِينَاهُ عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ، فَأَنَا لَا أُحِبُّ هَذَيْنِ وَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی آخری بیماری میں مروان ان کی عیادت کو آیا۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا جتنا عرصہ ہم دونوں میں رفاقت رہی مجھے آپ کی کسی بات پر غصہ نہیں آیا۔ صرف ایک بات مجھے ہمیشہ بری لگی اور وہ ہے سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے آپ کی محبت یہ سن کر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر تھے۔ راستے میں کسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی۔ یہ دونوں اپنی والدہ کے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری تیز کرکے ان کے قریب پہنچے پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "مَا شَأْنُ ابْنَيَّ؟ میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: الْعَطَشُ، پیاس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود پانی لینے کے لیے مشکیزہ کی طرف بڑھے۔ لوگ زیادہ تھے۔ ان دنوں پانی کہیں کہیں ملتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا: هَلْ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَهُ مَاءٌ؟ کیا کسی کے پاس پانی ہے؟ ہر شخص نے اپنے اپنے مشکیزے میں ہاتھ ڈالا لیکن کسی کو بھی ایک قطرہ پانی نہ ملا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

نَاوِلِينِي أَحَدَهُمَا ان بچوں میں سے ایک مجھے پکڑاؤ۔ انہوں نے

پردے کے نیچے سے ایک آپ ﷺ کو پکڑا دیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ وہ آپ ﷺ کی گود میں چھپ رہا تھا۔ چپ نہیں ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے زبانِ مبارک نکالی اور اسے چسانے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کا رونا تھم گیا اور اسے سکون ہو گیا۔ جبکہ دوسرا مسلسل رو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

نَاوِلْنِی الْآخَرَ یہ دوسرا بچہ بھی مجھے دے دو۔ اس کو بھی آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک چسائی۔ اور وہ بھی چپ ہو گیا۔

اے مروان! مجھے بتلا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے رسول ﷺ کی اتنی محبت دیکھنے کے بعد بھی میں ان سے محبت نہ کروں؟ [1]

اس حدیث پر غور کریں کہ مروان سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیسے بغض اہل بیت کا ذکر کرتا ہے؟ یعنی اے ابو ہریرہ! تجھ سے کوئی گلہ نہیں، سوائے حب اہل بیت کے۔ یہ وہی مروان ہے جس کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں:

((قَالَ الشَّعْبِیُّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زُبَیْرٍ یَقُوْلُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَی الْكَعْبَةِ۔ وَرَبِّ هٰذَا الْبَیْتِ! لَقَدْ لَعَنَ اللّٰهُ الْحَكَمَ وَمَا وَلَدَ، عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ ﷺ .))

"شعبی رحمہ اللہ نے کہا: میں نے سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ وہ کعبہ شریف سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ربّ کعبہ کی قسم! اللہ نے بزبان رسالت ﷺ حکم اور اس کے بیٹے (مروان) پر لعنت کی ہے۔" [2]

[1] رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات جلد 3، ص:50، حدیث نمبر: 2658

[2] سلسله الاحادیث الصحیحة، جلد 7، ص:720، تحت حدیث: 3240۔ قال الالبانی اسناده صحیح

جو شخص راندہ درگاہ الٰہی ہو، اس کے دل میں اہل بیت کا بغض اور کینہ نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے؟ جن لوگوں کو مروان کا عشق چڑھا ہوا ہے، انہیں توبہ کر لینی چاہیے، کہیں ان کا حشر بھی ملعونوں کے ساتھ نہ ہو جائے۔ وہاں سارے غلط عشق اور نشے کافور ہو جائیں گے۔ وہاں تو حب نبی ﷺ اور حب اہل بیت کام آئے گی۔

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝﴾ (الکہف: 103، 104)

”اے نبی ﷺ! ان سے کہو کیا تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری دوڑ دھوپ راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔“





ہم سوارانِ شہسوار

حدیث نمبر 28

ایاس رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

((لَقَدْ قُدْتُّ بِنَبِيِّ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ بَغْلَتَهُ الشَّهْبَاءَ حَتّٰى اَدْخَلْتُهُمْ حُجْرَةَ النَّبِيِّ هٰذَا قُدَّامَهٗ وَهٰذَا خَلْفَهٗ.))

''میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر شہباء کی لگام تھام کر آگے آگے چلا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے حسین اور حسن رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ حتی کہ میں نے انہیں حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل کیا۔''❶

تشریح:

نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَفِی الْحَدِيْثِ فَضِيْلَةٌ ظَاهِرَةٌ لَّهُمَا حَيْثُ رَكِبَ اَحَدُهُمَا اَمَامَهٗ وَالْاٰخَرُ خَلْفَهٗ.)) ❷

اس حدیث شریف میں سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو، ایک ان میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے سوار ہے، اور دوسرا پیچھے سوار ہے۔ جیسے کوئی شفیق باپ آج کے زمانے

❶ صحیح مسلم، حدیث :2423.

❷ السراج الوهاج لنواب صدیق حسن خان رحمه الله، جلد:9، ص:356.

میں چھوٹے بیٹے کو اپنے آگے موٹر سائیکل پر بٹھا لے اور دوسرے بیٹے کو پیچھے بٹھا لے۔ اگلے بیٹے کو اپنے دونوں بازوؤں میں سنبھالتا ہے اور پچھلا بیٹا پیچھے سے باپ کی کمر سے چمٹ جاتا ہے۔ اتنا قریبی اعزاز ہر شخص کو تو نہیں مل سکتا۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ وہ محبوبِ خدا کے ساتھ سوار ہوں، غلامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگام تھامے آگے چل رہا ہو۔ نہایت ادب سے تینوں ہستیوں کو کمرہ نبوت میں داخل کر کے سواری پیچھے لے جاتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حسنین رضی اللہ عنہما کو یہ عزت بخشی کہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے پیچھے چمٹ کر بیٹھیں اور فخر کائنات سے سکون وسرور پائیں۔ مگر بے درد، ظالم، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم نواسے کے دانتوں پر بعد شہادت، چھڑی ماریں۔ معلوم نہیں روزِ قیامت یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ﴾

(آلِ عمران: 106)

''جس روز کچھ لوگ سرخرو ہوں گے۔ (قیامت کے روز) اور کچھ لوگوں کا چہرہ کالا ہوگا۔''

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

''جو لوگ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کریں وہ روز قیامت، اس کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی کیسے امید کر سکتے ہیں؟''

محدثین کرام رحمہم اللہ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔ جنہوں نے حب اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کیا۔

قاتلین سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی، روایتِ حدیث مردود ہے:

میں اسماء الرجال کی کتاب ''میزان الاعتدال'' دیکھ رہا تھا۔ شمر بن ذی الجوشن کے تحت علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((لَيْسَ بِاَهْلٍ لِلرِّوَايَةِ فَاِنَّهٗ اَحَدُ قَتَلَةِ الْحُسَيْنِ.))

''یہ روایت حدیث کے اہل نہیں ہے کیونکہ یہ (خبیث) قاتلین حسین رضی اللہ عنہ میں سے ہے۔''

آ گے لکھتے ہیں کہ ابواسحاق رحمہ اللہ نے کہا: شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا تھا پھر دعا کیا کرتا تھا:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ شَرِيْفٌ فَاغْفِرْلِيْ.))

''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں شریف (بے گناہ) ہوں، لہٰذا مجھے بخش دے۔''

((قُلْتُ كَيْفَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ وَقَدْ اَعَنْتَ عَلٰى قَتْلِ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.))

''راوی نے کہا: اللہ تجھے کیسے معاف کرے گا، جبکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو قتل کرنے میں مدد دی تھی؟''

((قَالَ: وَيْحَكَ فَكَيْفَ نَصْنَعُ؟ اِنَّ اُمَرَاءَ نَا هٰؤُلَاءِ اَمَرُوْنَا بِاَمْرٍ فَلَمْ نُخَالِفْهُمْ وَلَوْ خَالَفْنَاهُمْ كُنَّا شَرًّا مِنْ هٰذِهِ الْحُمُرِ السُّقَاةِ.))

''شمر نے کہا، افسوس تجھ پر! ہم کیا کر سکتے تھے جبکہ ہمارے حکمرانوں نے یہ حکم دیا تھا جس کا ہم انکار نہیں کر سکتے تھے؟ اگر انکار کرتے تو ہمارا حشر، پانی ڈھونے والے گدھوں سے بدتر

ہوتا۔“

((قُلْتُ اِنَّ هٰذَا لَعُذْرٌ قَبِيْحٌ فَاِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ.))

”امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ اس کا بدترین بہانہ ہے۔ حکمرانوں کی اطاعت معروف (نیک) کاموں میں ہے، نہ کہ اللہ کی نافرمانی میں۔“ ⓞ

- امام ذہبی رحمہ اللہ تو قتل حسین رضی اللہ عنہ میں کسی معاون کی روایت حدیث کو بھی رد کرتے ہیں۔ اب وہ لوگ سوچ لیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو بغاوت کہتے ہیں۔ کیا ان کی نیکیاں مقبول ہوں گی؟ کیا یہ روایتِ حدیث کے قابل ہیں؟ کیا محدثین رحمہم اللہ کی نگاہ میں یہ لوگ مجرم نہیں ہیں؟ کیا یہ شیوخ الحدیث ہو سکتے ہیں؟



ⓞ میزان الاعتدال للذہبی رحمہ اللہ، جلد2، ص:280۔

محبانِ حسنین رضی اللہ عنہما محبوبِ الٰہی ہیں

حدیث نمبر 29

((عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: طَرَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ: مَا هٰذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ [عَلَيْهِمَا السَّلَامُ] عَلَى وَرِكَيْهِ. فَقَالَ: هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.))

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کسی کام کے لیے حاضر ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے میں کچھ چھپائے ہوئے بیٹھے تھے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مستور (چھپی) چیز کیا ہے؟ جب میں کام سے فارغ ہوا تو میں نے استفسار کیا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس چیز پر کپڑا ڈالے ہوئے ہیں؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا ہٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رانوں پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے، فرمایا:

((هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِی اَللّٰهُمَّ إِنِّی أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.))

''یہ دونوں میرے بیٹے، میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں

ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان دونوں سے محبت کرے یا اللہ! تو اس سے بھی محبت کر۔"❶

معیار روایت:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ترمذی کا حوالہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

((قُلْتُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ.))❷

"میں کہتا ہوں اس روایت کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔"

تشریح:

ہمارے ہاں کسی بچے کو کوئی بزرگ ایک بار زندگی میں دعا دے دے تو ہم تا حیات اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ میرے اس بچے کو فلاں بزرگ نے دعا دی تھی۔ اسے فخر و برکت کا باعث تصور کرتے رہتے ہیں۔ اب ذرا اس بات پر غور فرمائیں جن معصوم بچوں کو سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار نہیں، بار بار دعاؤں سے نوازا ہو، ان کی قسمت کا ستارا کتنا بلند ہوگا۔ جن کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا ہو، وہ کس قدر قابل رشک و قابل محبت ٹھہریں گے۔ جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کندھوں پر، کبھی کمر پر، کبھی جھولی میں اٹھائے پھرتے ہوں، ان کا مقدر کیسا فقید المثال ہوگا۔

اس حدیث میں پہلے فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں، پھر فرمایا: میری بیٹی کے

❶ رواه الترمذي حديث حسن غريب، حديث نمبر :3769.
❷ تهذيب التهذيب لابن حجر رحمه الله، جلد 2، ص:254.

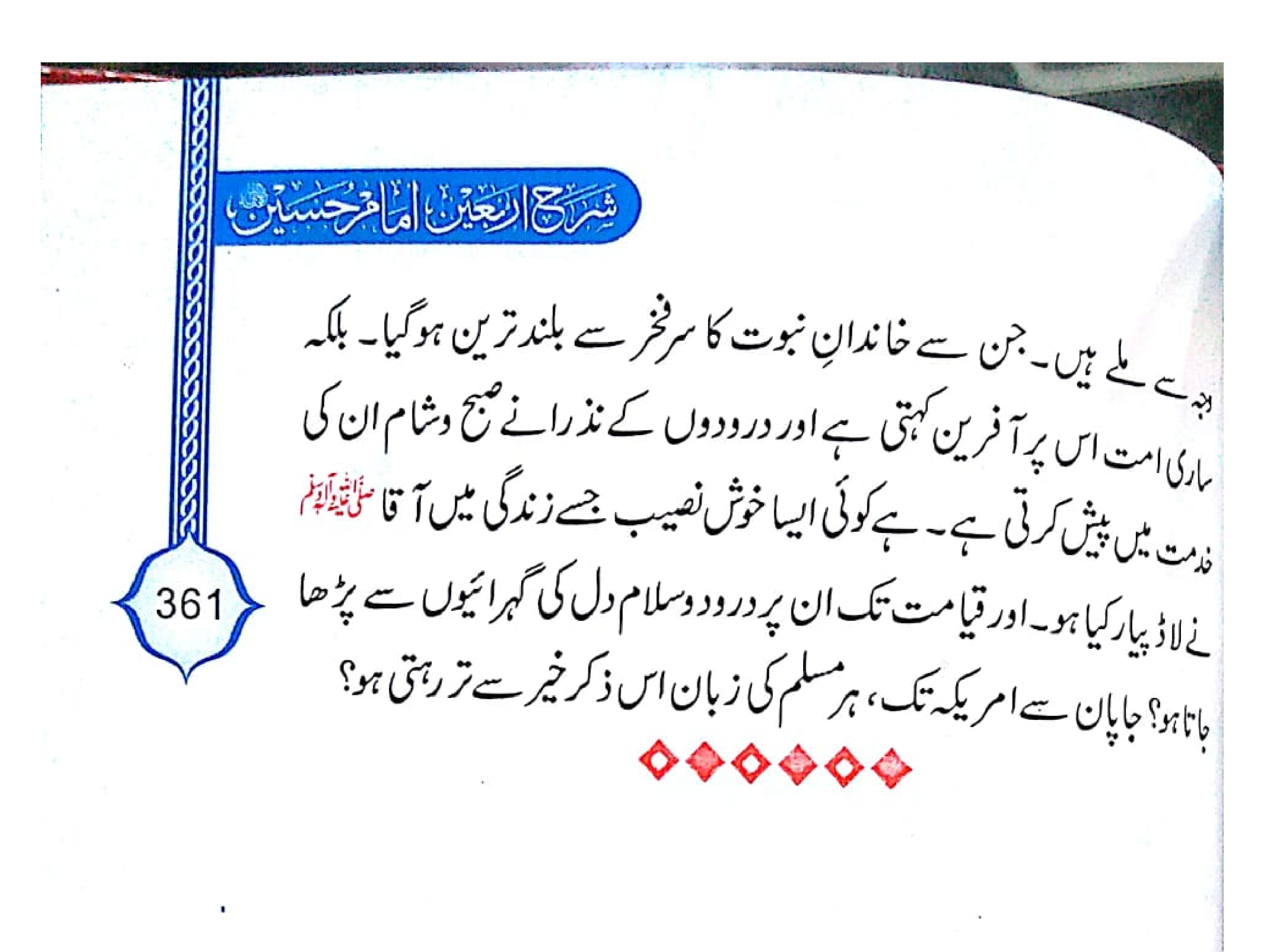
بیٹے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ اے اللہ! یہ دونوں مجھے محبوب ہیں یعنی زبانِ نبوت سے جس کے لیے محبت کا اظہار ہو جائے۔ وہ اس بات کی گارنٹی ہے کہ ساری زندگی ان بچوں سے کبھی نامناسب کام نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ ان سے اعمال ایسے رونما ہوں گے جن سے روحِ رسول ﷺ شاداں وفرحاں رہے گی۔

دوسری گارنٹی دعائے رسول ﷺ کے نتیجے میں یہ ہے فَاَحِبَّهُمَا اے اللہ! تو بھی ان سے محبت کرتا رہ۔ یعنی ان بچوں سے ایسے اعمال صالحہ صادر ہوں کہ جو تجھے خوش کرنے والے ہوں۔ جن پر اے اللہ! تجھے پیار آ جائے۔ ان کا کوئی عمل ایسا نہ ہو جس سے تو ناراض ہو جائے۔ کیا خیال ہے نبی ﷺ کی یہ دعائیں حسنین رضی اللہ عنہما کے حق میں مقبول نہ ہوئی ہوں گی؟ اس دعائے رسول ﷺ میں وہ گناہگار بھی شامل ہو گئے ہیں جن کے لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! جو ان دونوں سے پیار کرے تو بھی اس سے پیار کر۔ محبانِ اہل بیت بھی خوش نصیب نکلے۔ بقول شاعر ؎

اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِىْ صَلَاحًا

''میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اگرچہ خود ان جیسا نہیں ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسی وجہ سے مجھے خیر اور بھلائی نصیب کر دے۔''

امت مسلمہ میں صالحین بہت گزرے ہیں۔ مگر حسن وحسین رضی اللہ عنہما جیسے صالح نوجوان کہاں ہوں گے؟ جن کی جوانی اور صالحیت، اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ سیدا شباب اہل الجنۃ کے عظیم مرتبے پر فائز کر دیئے گئے۔ یہ عظیم مرتبے صرف نسب نبوی ﷺ سے نہیں ملے، بلکہ بے مثال کارناموں کی



وجہ سے ملے ہیں۔ جن سے خاندانِ نبوت کا سر فخر سے بلند ترین ہوگیا۔ بلکہ ساری امت اس پر آفرین کہتی ہے اور درودوں کے نذرانے صبح وشام ان کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ ہے کوئی ایسا خوش نصیب جسے زندگی میں آقا ﷺ نے لاڈ پیار کیا ہو۔ اور قیامت تک ان پر درود وسلام دل کی گہرائیوں سے پڑھا جاتا ہو؟ جاپان سے امریکہ تک، ہر مسلم کی زبان اس ذکر خیر سے تر رہتی ہو؟

شبہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث نمبر 30

❶ ((عَنْ اَنَسٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَقَالَ فِي الْحُسَيْنِ اَيْضًا: كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ.)) ❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن سے بڑھ کر، کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہ تھا۔ اور حضرت انس نے حسین کے بارے میں بھی یہی بیان کیا کہ وہ بھی رسول اللہ کے بہت مشابہ تھے۔''

❷ ((عن عقبة بن الحارث رضي الله عنه قال: صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ وَمَعَهُ عَلِيٌّ فَرَاٰى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ وَقَالَ: بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ ـ لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ. وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ.)) ❷

''حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دورِ خلافت میں) نمازِ عصر پڑھائی۔ پھر وہ باہر نکلے، ان کے ہمراہ علی رضی اللہ عنہ جا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حسن بن علی کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ انہیں اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھا لیا، اور فرمایا: ''میرا باپ تم پر قربان ہو، تمہاری مشابہت نبی جیسی ہے، تم علی کے مشابہ نہیں ہو۔ اس بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس کھڑے

❶ رواه البخاري بحواله مشكوة، كتاب المناقب، حديث نمبر 6146.

❷ مشكوة، حديث نمبر 6178، صحيح بخاري، حديث نمبر: 3750.

(فرحت و مسرت سے) مسکرا رہے تھے۔"

((عن انس قَالَ اُتِیَ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ زِیَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَیْنِ، فَجُعِلَ فِی طَسْتٍ، فَجَعَلَ یَنْکُتُ ...... وَقَالَ فِی حُسْنِهِ شَیْئًا ...... قَالَ اَنَسٌ: فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ اِنَّهُ کَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ، وَکَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ.)) ❶

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک، عبیداللہ بن زیاد (کوفہ کے یزیدی گورنر) کے پاس لایا گیا، اسے ایک تھال (Wash Bowl) میں رکھا گیا تھا۔ ابن زیاد (بدبخت) نے چھڑی کے کنارے سے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ناک پر لگاتے ہوئے، ان کے حسن و جمال کے بارے میں کچھ کہا۔ تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ شخص تمام صحابہ کرام میں سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔"

ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا: اى اشبه الصحابة او اهل البيت، کہ تمام صحابہ اور تمام اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر رسول اللہ کے مشابہ تھے۔

ترمذی کی روایت میں وہ بدبخت کہتا ہے: مَا رَأَیْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا.

"میں نے اس جیسا حسین و جمیل کوئی نہیں دیکھا۔"

❷ ((عن علی رضی الله عنه قال: اَلْحَسَنُ اَشْبَهُ النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مَا بَیْنَ الصَّدْرِ اِلَی الرَّأْسِ، وَالْحُسَیْنُ اَشْبَهُ النَّاسِ بِالنَّبِیِّ مَا کَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ.)) ❷

❶ مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 6179، صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3748۔
❷ مسند احمد جلد 1، حدیث نمبر 774، اسنادہ صحیح۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حسن سارے لوگوں سے بڑھ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے، سینے سے لے کر سر تک اور حسین سب لوگوں سے بڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے، سینے سے لے کر پاؤں تک۔''

تشریح:

مولانا سید عبدالاوّل رحمہ اللہ غزنوی نے لکھا ہے:

یہ دونوں شہزادے مل کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری تصویر بنتے تھے۔ [1]

☆ ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا:

((وَفِيْهِ اِشْعَارٌ بِاَنَّهُمَا لَمْ يَأْخُذَا شِبْهًا كَبِيْرًا مِنْ وَّالِدَيْهِمَا)) [2]

''اس حدیث میں بتلانا مقصود یہ ہے کہ حسن و حسین، جسمانی ساخت میں، اپنے والدین کے مشابہ نہ تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔''

☆ علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہ روایت یوں نقل فرمائی ہے:

((مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى اَشْبَهِ النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ.)) [3]

((فلعل الربيع كان يروى باسناد المذكور متنين، احدهما: فى الحسين، والآخر: فى اخيه الحسن.)) والله اعلم [4]

[1] مشکوۃ مترجم غزنویہ جلد 5، ص 243.
[2] مرقاۃ، جلد 10، ص 542.
[3] واسناده الى الربيع صحيح على شرط مسلم.
[4] سلسله صحيحه جلد 10، ص 1734، تحت حديث نمبر 4003.

"جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت مشابہ شخصیت کو دیکھنا، مسرور کرے، اسے چاہیے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

اس روایت کی سند ربیع تک صحیح ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ مذکور سند سے دو متن ربیع نے بیان کیے ہوں، ایک حسین کی مشابہت نبویؐ کے بارے میں۔ اور دوسرے ان کے بھائی حسن کی مشابہت نبویؐ کے بارے میں۔



ایذائے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا تھا کہ بنی ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ ہم اپنی لڑکی، علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں۔ میں اجازت نہیں دیتا، میں اجازت نہیں دیتا، میں اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اگر علی رضی اللہ عنہ چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے۔ اوران کی بیٹی سے نکاح کرلے۔ اس لیے کہ میری بیٹی میرا ٹکڑا ہے، مجھے برا لگتا ہے جو اسے برا لگے۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے جس سے میری بیٹی کو تکلیف ہو۔ [1]

تشریح:

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَيُؤْذِيْنِيْ مَا آذَاهَا فِيْهِ تَحْرِيْمُ أَذَى مَنْ يَتَأَذَّى النَّبِيَّ بِتَأَذِّيْهِ لِأَنَّ أَذَى النَّبِيِّ حَرَامٌ اِتِّفَاقًا قَلِيْلُهُ وَكَثِيْرُهُ.))

''جو میری بیٹی کو تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ اس فرمان میں ایسی ہستی کو اذیت پہنچانا حرام بیان ہوا ہے جس کی اذیت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔ چاہے تکلیف تھوڑی ہو یا بڑی، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

[1] رواه الترمذی، حدیث حسن، كتاب المناقب، حديث :3867.

یہ بات آپ ﷺ نے تاکیداً کہی ہے کہ

((وَقَدْ جَزَمَ بِاَنَّهُ يُؤْذِيْهِ مَا يُؤْذِيْ فَاطِمَةَ.))

"جو فاطمہ ؓ کو تکلیف پہنچائے یقیناً وہ نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔"

((فَكُلُّ مَنْ وَقَعَ مِنْهُ فِيْ حَقِّ فَاطِمَةَ شَيْءٌ فَتَاَذَّتْ بِهِ فَهُوَ يُؤْذِى النَّبِيَّ بِشَهَادَةِ هٰذَا الْخَبَرِ الصَّحِيْحِ.))

"حق فاطمہ میں کوئی بھی زیادتی ہوئی جس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی، جس چیز سے فاطمہ ؓ تکلیف محسوس کرے، اس سے نبی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے لیے یہ صحیح حدیث شاہد ہے۔"

مزید علامہ مبارکپوری ؒ لکھتے ہیں:

((وَلَا شَيْءَ اَعْظَمَ فِيْ اِدْخَالِ الْاَذٰى عَلَيْهَا مِنْ قَتْلِ وَلَدِهَا.))

"سیّدہ فاطمہ ؓ کو سب سے بڑی تکلیف جو پہنچائی گئی وہ ان کے بیٹے (حسین ؓ) کو (میدانِ کربلا میں) بے دردی سے قتل کیا گیا۔" o

طلبگارِ شفاعت:

اسی طرح کا ایک واقعہ ابن حجر الھیتمی المکی ؒ نے نقل کیا ہے:

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ؓ ایک روز عمر بن عبدالعزیز ؒ کے پاس آئے۔ نوخیز جوان تھے، سر کے بالوں کی زلفیں گردن تک لٹک رہی تھیں۔ خلیفہ راشد نے ان کی بھری مجلس میں تعظیم کی، ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کا

o تحفۃ الاحوذی لعلامۃ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ، جلد 10، ص: 251۔

کام کیا۔ پھر ان کے پیٹ پر تھپکی دی۔ اور کہا: قیامت کے دن میری سفارش کے لیے، اسے یاد رکھنا۔ جب سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حاضرین مجلس نے ملامت کی (کہ اس آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے کو اتنی عزت کیوں دی؟) سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا:

مجھے ثقہ راویوں سے حدیث پہنچی ہے جیسے کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رہا ہوں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اسے خوشی ہوتی ہے، مجھے بھی اسی سے خوشی ہوتی ہے۔'' اور میں جانتا ہوں کہ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا آج زندہ ہوتیں۔ تو جو حسن سلوک میں نے ان کے بچے کے ساتھ برتا ہے، وہ ضرور خوش ہوتیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ پھر آپ نے ان کے بچے کے پیٹ پر تھپکی کیوں دی؟ فرمایا: آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرد قیامت کو سفارش کرے گا۔

((وَرَجَوْتُ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ شَفَاعَةِ هٰذَا.)) [1]

''میں امید کرتا ہوں کہ میری سفارش کریں گے۔''

حافظ علاء الدین مغلطائی رحمہ اللہ نے اس روایت کا آخری حصہ یوں نقل کیا ہے:

((وَلَمَّا غَمَزَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَلَيْهِ سُئِلَ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ اَرْجُوْ بِهَا شَفَاعَةَ جَدِّهٖ.))

''جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے انہیں تھپکی دی تو کسی نے سوال کیا۔ امیر المومنین! یہ کام آپ نے کیوں کیا؟ فرمایا: میں ان کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی امید کرتا ہوں۔'' [2]

---

[1] الصواعق المحرقہ، ص: 284.

[2] اکمالِ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد4، ص: 360.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس سیّد زادے عبداللہ رحمہ اللہ پر کمال درجے کے ریمارکس (Remarks) لکھے ہیں پورے صفحے کا فٹ نوٹ (Foot Note) دیا ہے۔

مصعب زبیری رحمہ اللہ نے کہا: ہمارے علماء جتنا احترام اسے دیتے تھے اتنا میں نے کسی اور کے لیے نہیں دیکھا۔ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا یہ ثقہ اور مامون ہیں۔ محمد بن عمر رحمہ اللہ نے کہا۔ وہ عبادت گزاروں میں سے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے عزت وشرف رعب وہیبت سے نوازا تھا۔ محمد بن سلام اجمحی رحمہ اللہ نے کہا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ہاں ان کا بہت مقام تھا۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں طبقہ ثالثہ کے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ❶

□ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کو ایذائے فاطمہ رضی اللہ عنہا بتاتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ چوتھی نسل از فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسن سلوک کو، وجہ سرورِ فاطمہ رضی اللہ عنہا بتاتے ہیں اور اس بنیاد پر وہ قیامت میں شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امیدوار ہیں۔ لہٰذا آج بھی اگر کوئی آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے یا بدتمیزی کرے، وہ حقیقت میں ایذائے فاطمہ رضی اللہ عنہا وایذائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور روزِ محشر شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محرومی کا سامان کرتا ہے۔

اصلی سیّدہ:

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ایک فکر انگیز واقعہ لکھا ہے:

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ایک آدمی حج کرنے کا بہت شوقین تھا۔ اس نے حسب معمول ایک سال حج کا ارادہ کیا۔

❶ تہذیب التہذیب لابن حجر رحمہ اللہ جلد 5، ص: 186۔

بہت سے لوگ حج کے لیے تیار ہو کر بغداد آئے۔ یہ شخص بھی ان کے ہمراہ روانگی کے لیے تیار ہوا۔ کہتا ہے میں بازار گیا کہ حج کا ضروری سامان سفر خریدوں۔ میرے پاس پانچ صد (500) دینار تھے۔ راستے میں ایک خاتون ملی۔ اس نے مجھ سے استدعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، میں ایک سیّد زادی ہوں۔ میری بچیاں بے لباس ہیں اور ہم چار روز سے بالکل بھوکے ہیں۔

وہ شخص کہتا ہے کہ اس خاتون کی بات میرے دل میں پیوست ہوگئی۔ میں نے پانچ سو (500) دینار اس کے دامن میں ڈال دیئے۔ پھر میں نے کہا۔ اب اپنے گھر جاؤ۔ ان دیناروں سے اپنا وقت گزارو۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور چلی گئی۔

اس سال اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے حج کی کشش ختم کردی۔ میرے سب رفقاء حج پر روانہ ہوگئے وہ خیریت سے حج کر کے جب واپس آئے تو میں انہیں ملنے کے لیے اور مبارکباد پیش کرنے کے لیے گیا۔ جس حاجی کو مل کر مبارک باد دیتا۔ جواباً وہ بھی مجھے حج کی مبارک دیتا۔ اور دعائیں دیتا۔ اس بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ جب رات چھائی میں سو گیا۔ خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا۔

((يَا فُلَانُ لَا تَعْجَبْ مِنْ تَهْنِئَةِ النَّاسِ لَكَ بِالْحَجِّ اَغَثْتَ مَلْهُوْفًا وَاَغْنَيْتَ ضَعِيْفًا فَسَاَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى فَخَلَقَ فِيْ صُوْرَتِكَ مَلَكًا فَهُوَ يَحُجُّ عَنْكَ فِيْ كُلِّ عَامٍ.))

”اے فلاں! حاجیوں کی مبارکباد سے تعجب نہ کر، تو نے ایک پریشان حال (میری نسل کی خاتون) کی مدد کی ہے۔ اور اسے بے نیاز کر دیا ہے۔ میں نے آپ کے لیے اللہ سے دعا کی۔ تو خداوند

عالم نے تیری شکل کا ایک فرشتہ پیدا کر دیا۔ جو ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے گا۔''❶

یہ واقعہ اگرچہ حکایت ہی ہے۔ مگر ایمان والوں کے دل گرم اور نرم کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ جو حقیقی سیّد ہیں ان کا احترام قیامت تک امت پر واجب ہے۔

جعلی سیّدہ:

علامہ ابن حجر الھیتمی رحمہ اللہ بعض حفاظِ حدیث سے نقل کرتے ہیں:

متوکل عباسی حکمران کے دربار میں ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ وہ سیّد خاندان سے ہے۔ اس نے درباریوں سے پوچھا: اس کی تحقیق کیسے کی جائے؟ تو کہا گیا امام علی رضا العسکری رحمہ اللہ سے معلوم کریں۔ انہیں بلوایا گیا جب وہ تشریف لائے تو متوکل نے انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ پھر ان سے سوال کیا۔ سیّد کی پہچان کیا ہے؟ امام رحمہ اللہ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ لَحْمَ اَوْلَادِ الْحَسْنَيْنِ عَلَى السِّبَاعِ فَلْتَلْقَ لِلسِّبَاعِ.))

''اللہ تعالیٰ نے حسنین رضی اللہ عنہما کی اولاد کا گوشت شیروں کے لیے حرام کیا ہے۔ اس عورت کو شیروں کے آگے ڈال کر آزمائش کر لیں۔ جب عورت سے کہا گیا تو اس نے اپنے جھوٹے دعویٰ کا اعتراف کر لیا کہ وہ سیّدہ نہیں ہے۔''❷

اس کے بعد کسی نے متوکل سے کہا، آپ خود یہ تجربہ کیوں نہیں کر لیتے؟

---

❶ عیون الحکایات، ص: 311.
❷ الصواعق المحرقة، صفحہ 253.

اس نے تین شیر منگوائے اور اپنے محل کے صحن میں چھوڑ دیئے۔ پھر امام علی رضا رحمہ اللہ کو بلایا۔ اور پیچھے سے گیٹ بند کر دیا۔ شیر اتنا زور سے دھاڑ رہے تھے کہ کان بہرے ہونے لگے۔ جب امام صحن سے گزر کر سیڑھی پر چڑھنے لگے تو شیر بالکل خاموش ہو گئے۔ امام رحمہ اللہ کے گرد آ کر گھومنے لگے۔ امام بھی اپنی آستین کے ساتھ ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ پھر شیر سکون سے زمین پر بیٹھ گئے۔ اور امام آرام سے زینے پر چڑھ گئے۔ سارے درباری یہ منظر دیکھتے ہی رہ گئے۔ امام کچھ دیر تک متوکل سے گفتگو کرتے رہے۔ واپسی پر امام عالی مقام اسی راستے سے اترے شیروں نے وہی فرماں برداری کا سلوک کیا۔ اپنی کمر پر امام کا دست شفقت پھروایا۔ اور امام باہر نکل گئے۔

((فَاَتْبَعَهُ الْمُتَوَكِّلُ بِجَائِزَةٍ عَظِيْمَةٍ.))

''متوکل نے امام رحمہ اللہ سے متأثر ہو کر بڑا ہدیہ ان کی خدمت میں بھجوایا۔''

دوسرا واقعہ:

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے یحییٰ بن عبداللہ رحمہ اللہ المحض بن حسن المثنی بن الحسن السبط رضی اللہ عنہ جب جان بچانے کے لیے دیلم فرار ہوئے تو گرفتار کر کے واپس دربار رشید میں لائے گئے۔ رشید نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ گہرے بڑے حوض میں پھینک دیئے گئے جہاں بھوکے شیر بند تھے۔ لیکن شیروں نے امام یحییٰ رحمہ اللہ کو کچھ نہ کہا۔ کھانے سے باز رہے۔ وہ آپ پر حملہ آور ہونے سے ڈرتے تھے اور آپ کے پہلو میں پناہ لیتے تھے۔ ❶

❶ الصواعق عن المحرقة، ص:255.

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ:

سورۂ کوثر کے شانِ نزول کے بارے میں صحیح حدیث ہے کہ عاص بن وائل باب بنی سہم سے حرم میں داخل ہورہا تھا۔ اندر سے رسول اکرم ﷺ نکل رہے تھے۔ دروازے پر دونوں کی ملاقات ہوئی کچھ باتیں ہوئیں۔ قریشی سورماؤں نے پوچھا عاص! کس سے باتیں کررہے تھے؟

((قَالَ ذٰلِكَ الْاَبْتَرُ.))

''وہی نسل بُریدہ۔'' [1]

یعنی نبی ﷺ کا ابھی چند ہی روز قبل، بیٹا جو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھا فوت ہوا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دشمن (شانئ) کے بارے میں اختلاف ہے کسی نے کہا: ① عاص بن وائل، ② کسی نے ابوجہل کہا، ③ کسی نے عقبہ بن ابی معیط کا نام لیا۔ [2]

کوثر سے مراد ہر طرح کی خیر کثیر رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوئی، دنیا اور آخرت میں ایک خاص خبر یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی نسل جاری رہے گی، قیامت تک آپ کے دشمنوں کی نسل کا نام ونشان نہیں رہے گا۔

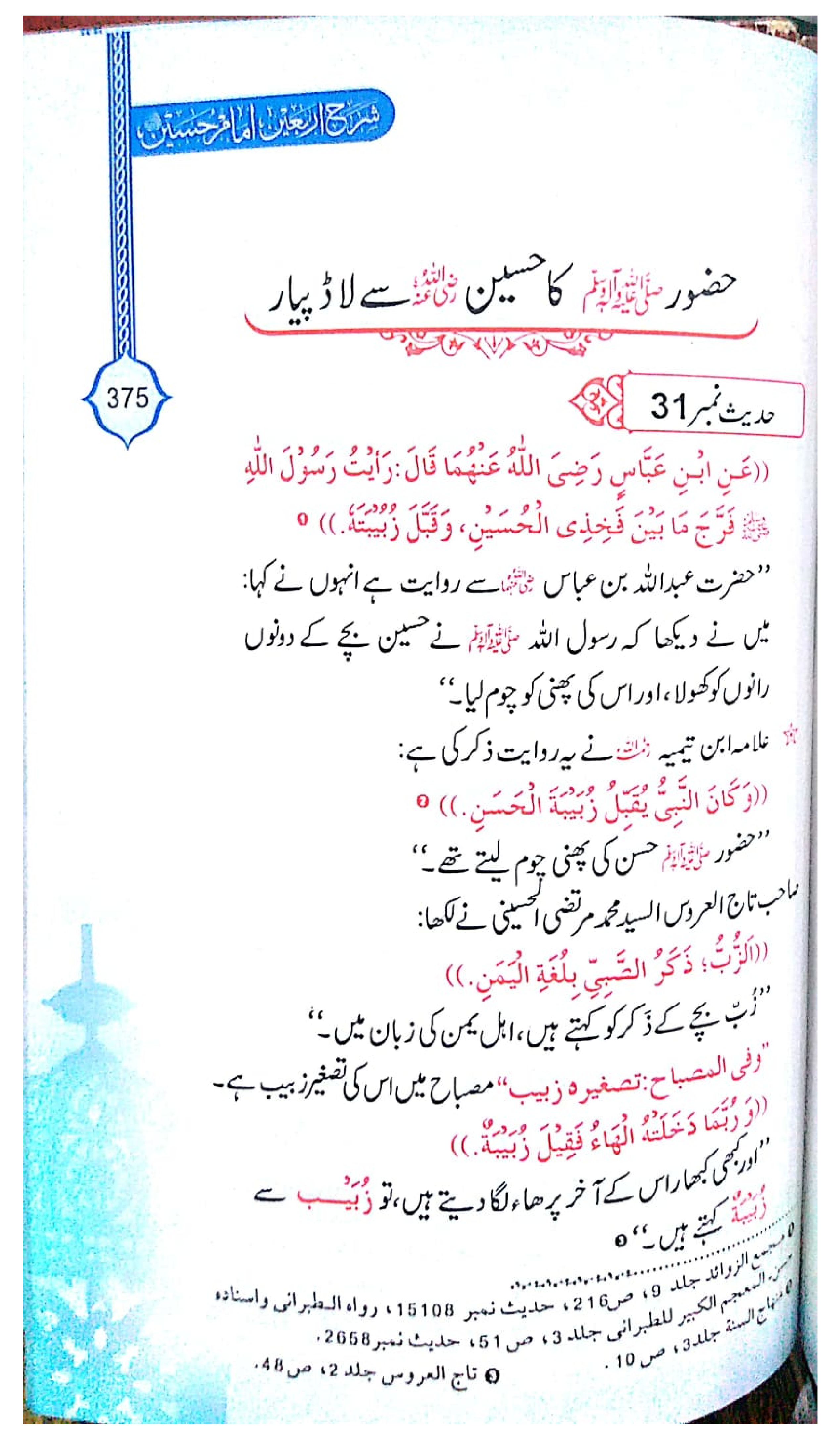
اسی طرح جنہوں نے کربلا میں آپ ﷺ کے خاندان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی۔ نوے (90) سال حکومت کرنے کے بعد بنوامیہ بھی گم نام ہوئے۔ ان کی نسل کا بھی کوئی نام ونشان نہ رہا۔ نسل رسول ﷺ سے ہاشمی

[1] تفسیر بغوی، سورة الکوثر۔

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر جلد 8، ص935 لابن حجر رحمه الله.

موجود ہیں، سیّد موجود ہیں، عباسی وعلوی موجود ہیں، قریشی موجود ہیں، حسینی موجود ہیں۔ مگر اموی کوئی نظر نہیں آتا۔ خدا نے آپ ﷺ کے دشمنوں کو بھی بے نام کر دیا۔ اور آپ ﷺ کے دشمنانِ اہل بیت کو بھی ذلیل ورسوا اور گمنام کر دیا۔ آج کے سیّد جھوٹے ہوں یا سچے، مسلمانوں میں پھر بھی احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی اموی دعویٰ بھی کرے کہ وہ سچا خاندانی ہے۔ اس کا کوئی احترام مسلمانوں کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہ ہے برکت نسل رسول ﷺ کی، کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے انھیں باقی بھی رکھا۔ اور عزت سے بھی نوازا، نسل رسول ﷺ ابتر نہ ہو سکی۔





حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسین رضی اللہ عنہ سے لاڈ پیار

حدیث نمبر 31

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَّجَ مَا بَيْنَ فَخِذَيِ الْحُسَيْنِ، وَقَبَّلَ زُبَيْبَتَهُ.)) ❶

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین بچے کے دونوں رانوں کو کھولا، اور اس کی پھنی کو چوم لیا۔''

☆ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ روایت ذکر کی ہے:

((وَكَانَ النَّبِيُّ يُقَبِّلُ زُبَيْبَةَ الْحَسَنِ.)) ❷

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن کی پھنی چوم لیتے تھے۔''

صاحب تاج العروس السید محمد مرتضی الحسینی نے لکھا:

((اَلزُّبُّ: ذَكَرُ الصَّبِيِّ بِلُغَةِ الْيَمَنِ.))

''زُبّ بچے کے ذکر کو کہتے ہیں، اہل یمن کی زبان میں۔''

"وفی المصباح: تصغيره زبيب" مصباح میں اس کی تصغیر زبیب ہے۔

((وَرُبَّمَا دَخَلَتْهُ الْهَاءُ فَقِيلَ زُبَيْبَةٌ.))

''اور کبھی کبھار اس کے آخر پر ھاء لگا دیتے ہیں، تو زُبَيْب سے زُبَيْبَة کہتے ہیں۔'' ❸

❶ مجمع الزوائد جلد 9، ص216، حدیث نمبر 15108، رواہ الطبرانی واسنادہ حسن۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد 3، ص 51، حدیث نمبر 2668۔
❷ منہاج السنۃ جلد 3، ص 10۔
❸ تاج العروس جلد 2، ص 48۔

تشریح:

شیر خوار بچے، والدین کے لیے نہایت ہی پیارے ہوتے، ان بچوں کی معصومیت پر، ہر دیکھنے والے کو پیار آ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے نواسوں سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ تمام اہل ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ تھے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے بچوں سے ایسی شفقت نہ کرتے تھے۔

① ((عن ابی ہریرۃ قال قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ، وَعِنْدَہُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التمیمی جَالِسٌ، فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِیْ عَشَرَۃً مِنَ الْوَلَدِ، مَا قَبَّلْتُ مِنْھُمْ اَحَدًا، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْہِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ.)) ❶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن کا منہ چوم لیا۔ آپ کے پاس اقرع بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں، میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھا اور فرمایا: جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔''

② ((عن عائشۃ قَالَتْ: جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ فَقَالَ: اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ؟ فَمَا نُقَبِّلُھُمْ. فَقَالَ النَّبِیُّ: اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَۃَ؟)) ❷

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی، نبی اکرم ﷺ

❶ مشکوۃ، حدیث نمبر 4678۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5997۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر :2318۔

❷ مشکوۃ، حدیث نمبر 4948۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر :5998۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر :2317۔

کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے (تعجب سے) پوچھا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ ہم نے تو ایسا کبھی نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میرے بس میں نہیں ہے (کہ تیرے دل میں رحم ڈال دوں۔)''

☆ الشیخ سید احمد جمعۃ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَتَقْبِيْلُ الطِّفْلِ مِنْ اَفْضَلِ الْوَسَائِلِ لِاِشْعَارِهٖ بِالْحُبِّ وَمِنْ مَصَادِيْقِ اِشْعَارِ الطِّفْلِ بِاَنَّهٗ مَحْبُوْبٌ.)) [1]

''بچے کو چومنا، بہترین ذرائع میں سے ہے، اظہارِ محبت کے لیے اور بچے کو شعور دلانے کی سچی دلیل ہے کہ وہ اسے بہت پیارا لگتا ہے۔''

یہی محبت بچے کو ساری زندگی احساس دلاتی رہتی ہے کہ وہ اپنے والدین کو کتنا محبوب ہے۔ بچہ پھر اپنے والدین کی تقلید محبت کرتا ہے۔ پھر وہ ان کی تعلیمات واحکامات کو شوق سے قبول کرتا رہتا ہے ان کی نصیحتوں پر عمل کرتا ہے۔

بچوں کو چومنے میں بھی عدل وانصاف:

① ((اَنَّهٗ ﷺ نَظَرَ اِلٰی رَجُلٍ لَهٗ اِبْنَانِ، فَقَبَّلَ اَحَدَهُمَا وَتَرَكَ الْاٰخَرَ، فَقَالَ: فَهَلَّا سَاوَيْتَ بَيْنَهُمَا.)) [2]

''حضور ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا، جس کے دو بیٹے تھے، اس نے ایک بیٹے کو چوم لیا، اور دوسرے بیٹے کو نہ چوما۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان مساوات کیوں نہ کی؟''

[1] تربية الطفل من القرآن والسنة، ص 121.
[2] تربية الاولاد، ص 124 بحواله كنز العمال.

② ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحِبُّ أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ حَتّٰى فِي الْقُبَلِ.)) [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، یہاں تک کہ انہیں بوسہ دینے میں۔"

③ ((اَلْقُبْلَةُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ عَشْرَةٌ.)) [2]

"بچوں کو محبت سے ایک بار چومنا نیکی ہے، اور ایک نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے۔"

④ ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ يَبْرُكُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَيُخَالِفُ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا وَأَرْجُلِهِمَا، وَيَقُولُ: نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا.)) [3]

"رسول اللہ ﷺ حسن اور حسین کے لیے، اپنے دونوں بازو اور دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیتے اور حسنین کو اپنی کمر پر سوار کرتے، ان کے بازو اور ٹانگیں مخالف سمت کرتے، اور فرماتے: تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا ہے۔"

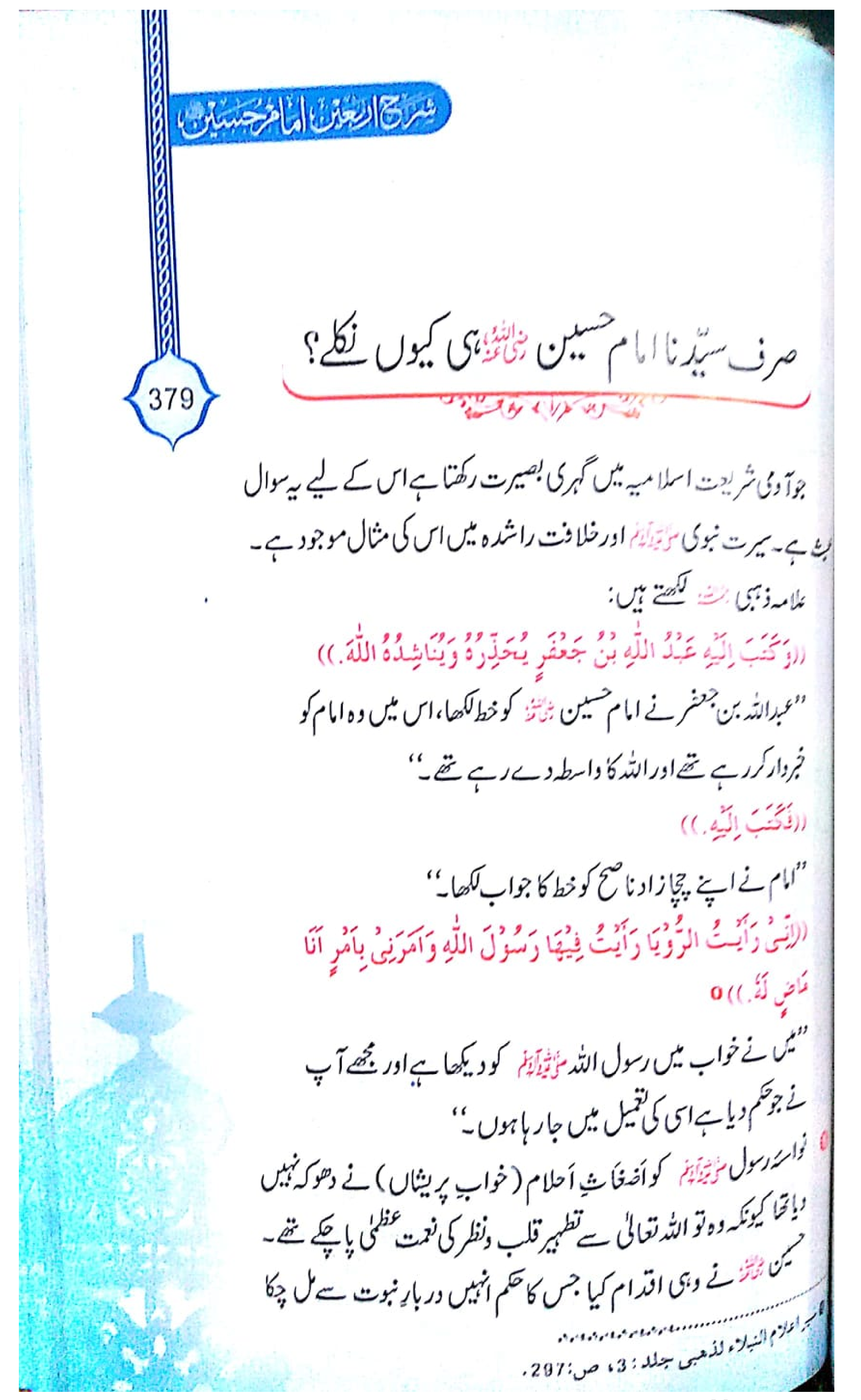
وَيَقُولَانِ: حَلْ حَلْ. وہ دونوں حضور ﷺ کی کمر پر سوار ہو کر حل حل کہتے، جیسے اونٹ کو ہانکنے کے لیے کہا جاتا ہے۔



❶ کنز العمال، روایت نمبر45350، جلد16، ص445.

❷ کنز العمال، روایت نمبر45350، جلد16، ص445.

❸ تربية الاولاد، ص128.



صرف سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کیوں نکلے؟

جو آدمی شریعت اسلامیہ میں گہری بصیرت رکھتا ہے اس کے لیے یہ سوال بث ہے۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ میں اس کی مثال موجود ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ يُحَذِّرُهُ وَيُنَاشِدُهُ اللّٰهَ.))

"عبداللہ بن جعفر نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، اس میں وہ امام کو خبردار کر رہے تھے اور اللہ کا واسطہ دے رہے تھے۔"

((فَكَتَبَ إِلَيْهِ.))

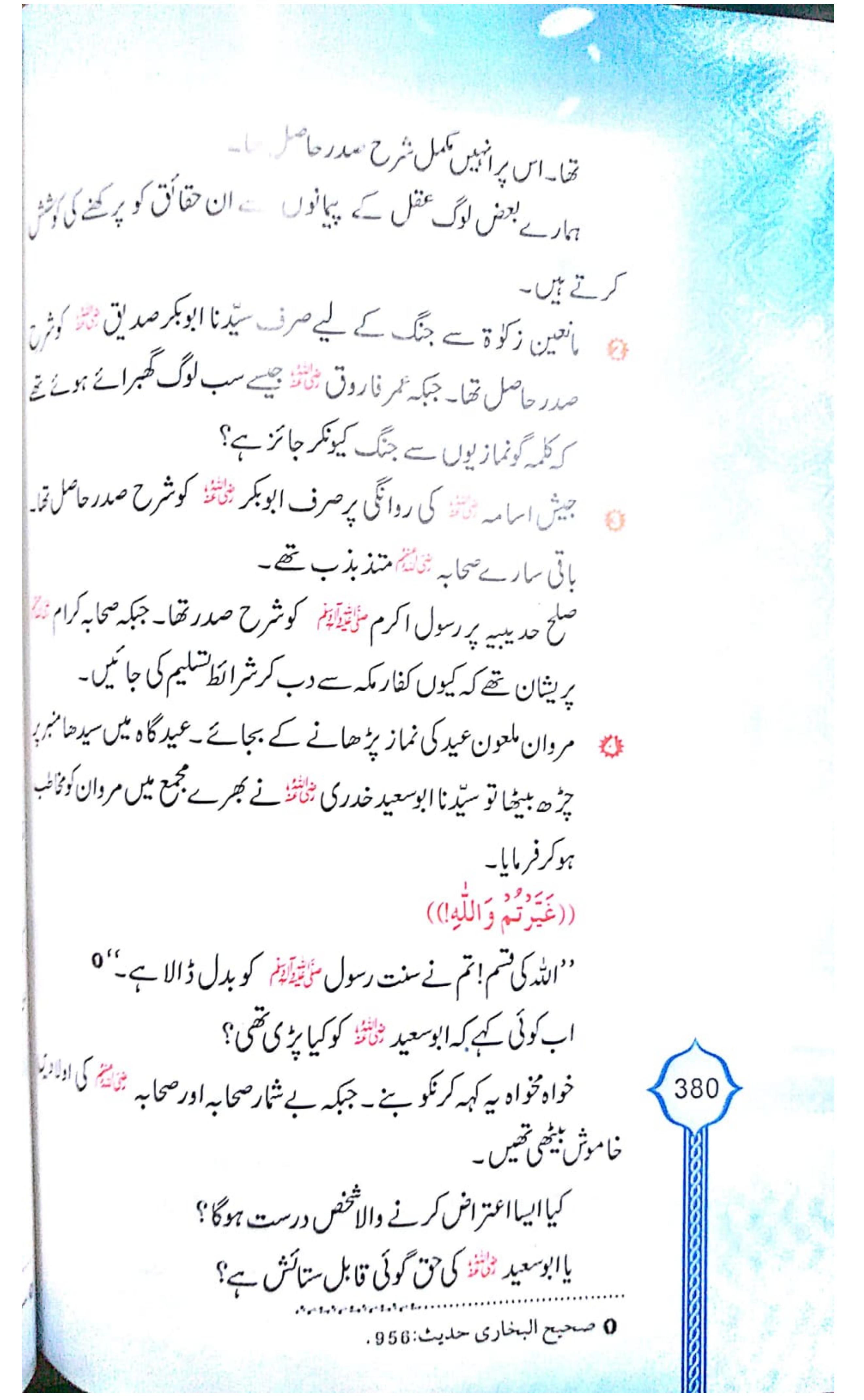
"امام نے اپنے چچا زاد ناصح کو خط کا جواب لکھا۔"

((إِنِّيْ رَأَيْتُ الرُّؤْيَا رَأَيْتُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأَمَرَنِيْ بِأَمْرٍ أَنَا مَاضٍ لَهُ.)) ❶

"میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور مجھے آپ نے جو حکم دیا ہے اسی کی تعمیل میں جا رہا ہوں۔"

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اَضغاثِ اَحلام (خوابِ پریشاں) نے دھوکہ نہیں دیا تھا کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ سے تطہیر قلب ونظر کی نعمت عظمیٰ پا چکے تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے وہی اقدام کیا جس کا حکم انہیں دربارِ نبوت سے مل چکا

❶ سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد: 3، ص: 297.



تھا۔ اس پر انہیں مکمل شرح صدر حاصل تھا۔
ہمارے بعض لوگ عقل کے پیمانوں سے ان حقائق کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

2. مانعین زکوۃ سے جنگ کے لیے صرف سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شرح صدر حاصل تھا۔ جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے سب لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ کلمہ گو نمازیوں سے جنگ کیونکر جائز ہے؟

3. جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی پر صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر حاصل تھا۔ باقی سارے صحابہ رضی اللہ عنہم متذبذب تھے۔
صلح حدیبیہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرح صدر تھا۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان تھے کہ کیوں کفار مکہ سے دب کر شرائط تسلیم کی جائیں۔

4. مروان ملعون عید کی نماز پڑھانے کے بجائے۔ عید گاہ میں سیدھا منبر پر چڑھ بیٹھا تو سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں مروان کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

((غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ!))

''اللہ کی قسم! تم نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدل ڈالا ہے۔''[1]

اب کوئی کہے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کو کیا پڑی تھی؟
خواہ مخواہ یہ کہہ کر نکو بنے۔ جبکہ بے شمار صحابہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولاد بھی خاموش بیٹھی تھیں۔

کیا ایسا اعتراض کرنے والا شخص درست ہوگا؟
یا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حق گوئی قابل ستائش ہے؟

[1] صحيح البخاری حدیث: 956.

بالکل اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا کیونکہ اس وقت وہ خاندانِ نبوت کے واحد سپوت، اور شریعت کی پاسداری کے علمبردار تھے۔ وہ روحِ قرآن سے پوری طرح واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾

(المائدۃ: 63)

"کیوں ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے؟ یقیناً بہت ہی برا کارنامہ زندگی ہے جو وہ تیار کر رہے ہیں۔"

اس حکم الٰہی کا مصداق اور کہاں ہوتا؟ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ ان قرآنی احکام کو جانتے بوجھتے کسی غار میں بیٹھ کر چلہ کشی کرتے؟

یا میدانِ کارزار میں اتر کر دنیا کو شہادت کے ذریعے بتاتے کہ قرآن کا منشا برائیوں کے خلاف چپ سادھ لینا نہیں ہے۔

بلکہ اللہ کے باغیوں سے ٹکرا کر، ان کے سحرِ حکومت کو توڑنا اور پاش پاش کرنا ہے اور ان کی نام نہاد مسلمانی کا پردہ چاک کرنا ہے۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شہید ہوئے:

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَقُتِلَ مَعَ الْحُسَيْنِ مُحَمَّدٌ وَعَوْنٌ اِبْنَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ.)) ❶

"سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بھتیجے محمد اور عون رحمہ اللہ بھی شہید

❶ سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد 3، ص 320۔

ہوئے جو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔''

یہی عبداللہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو روکنے والوں میں تھے جب ان کے پاس آ کر کسی نے افسوس کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے ہمیں کیا ملا؟ تو ابن جعفر نے اسے جوتا مارتے ہوئے کہا:

((یَابْنَ اللَّخْنَاءِ! أَلِلْحُسَيْنِ تَقُوْلُ هٰذَا؟))

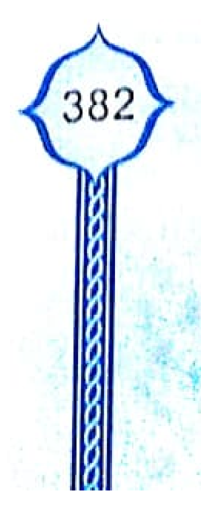
''اے گندی عورت کے بچے! کیا حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ بکواس کرتا ہے؟''

((وَاللّٰهِ لَوْ شَهِدْتُهٗ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَا اُفَارِقَهٗ حَتّٰى اُقْتَلَ مَعَهٗ.))

''اللہ کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو کبھی حسین رضی اللہ عنہ سے جدا نہ ہوتا، میں ان کے ساتھ مر جانا پسند کرتا ہوں۔''

میں اپنے ہاتھوں سے اگر حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دے سکا۔ چلو میرے دو بیٹوں نے جان قربان کر کے مجھے حوصلہ دیا ہے۔ ❶





❶ البداية والنهاية [illegible]

لعابِ رسول ﷺ، حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں

حدیث نمبر 32

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا رَأَیْتُ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ اِلَّا فَاضَتْ عَیْنِیْ دُمُوْعًا وَذَاكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ یَوْمًا فَوَجَدَنِیْ فِی الْمَسْجِدِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ وَاتَّكَاَ عَلَیَّ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ حَتّٰی جَآءَ سُوْقَ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ قَالَ وَمَا كَلَّمَنِیْ فَطَافَ وَنَظَرَ ثُمَّ رَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَجَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ وَاحْتَبٰی وَقَالَ لِیْ اُدْعُ لِیْ لُكَاعَ فَاَتٰی حُسَیْنٌ یَشْتَدُّ حَتّٰی وَقَعَ فِیْ حِجْرِهٖ ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فِیْ لِحْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَفْتَحُ فَمَ الْحُسَیْنِ فَیُدْخِلُ فَاهُ فِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ.)) ❶

''سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب بھی حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں۔ میری آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے نکلے مجھے مسجد میں دیکھا میرا ہاتھ پکڑا سہارا لیا۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ چل دیا۔ بازار آئے۔ میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی گھوم پھر کر واپس آئے میں بھی

❶ هذا حديث صحيح الاسناد وقال الذهبی صحيح، المستدرك الحاكم جلد 5، ص: 1809.

ساتھ ہی لوٹ آیا۔ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اپنا صافہ گرد باندھ کر بیٹھے۔ مجھے حکم دیا میرے بچے کو بلاؤ، حسین رضی اللہ عنہ بھاگتا ہوا آیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک میں ہاتھ ڈال کر کھیلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین کا منہ (خوبصورت مکھڑا) کھولتے اور محبت و پیار سے اس کے منہ میں اپنا منہ ڈالتے اور دعا فرماتے۔''

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔''

تشریح:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھتے انہیں ترس آتا کہ حسین رضی اللہ عنہ آج یتیموں کی طرح بے آسرا پھر رہے ہیں، نہ لاڈ کرنے والے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہے، نہ مہر و محبت کرنے والی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا رہی۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ناز برداروں کا زمانہ یاد آتا تو آنسو ٹپکاتے کہ کبھی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سے پیار کرنے والے فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ جب ساڑھے چھ برس کے تھے تو نانا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے، جب ان کی عمر سات برس ہوئی تو والدہ کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔ شفیق ماں کی جدائی کا صدمہ تو بڑے بڑے لوگوں کو ہلا کے رکھ دیتا ہے۔ مگر سات سال کا بچہ تو صدمہ بہت محسوس کرتا ہے۔ کل تک جو شہزادوں کی طرح محبتوں کی آغوش میں پل رہا تھا۔ آج ان پیار بھری فضاؤں سے محروم، بے کسی کے عالم میں جی رہا تھا۔ بچپن ہی میں بڑے بڑے غم سہنے پڑے اور محبوب شخصیات کی جدائی کے صدمات برداشت کرنے پڑے۔

اللہ ربّ العالمین کے بعد صرف مہربان باپ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا سر پر سایہ

تھا۔ بھائی حسن رضی اللہ عنہ بھی اتنے بڑے نہ تھے وہ بھی بچے تھے۔
نعیم صدیقی رحمہ اللہ فراقِ مادر پر فرماتے ہیں ۔

میں ترے بعد رہا دہر میں تنہا تنہا
گرچہ تھے والد مرحوم کے الطاف بہت
تیری شفقت کا خلا آج تلک پُر نہ ہوا
تو رہے عرش کے سائے میں پیغمبر ہوں شفیع

حدیث مذکورہ میں حال حسین رضی اللہ عنہ دیکھ کر، جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوتے، ویسے ہی دیگر شمع رسالت کے پروانے بے تاب ہوجاتے۔ کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی لیے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شکایت پر فرمایا تھا۔ تو کہتا ہے کہ میرا وظیفہ حسین رضی اللہ عنہ کے برابر کیوں مقرر نہیں کیا گیا۔ بیٹے! جا حسین رضی اللہ عنہ کی ماں جیسی ماں تو تلاش کر کے لا۔ ان کے باپ جیسا باپ ڈھونڈ کر تو لا۔ ان کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نانا تو پیش کر کے دکھا۔

واقعی حسین رضی اللہ عنہ کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ سے گہری شفقت و محبت کے بہترین نمونے پیش فرمائے۔ جہاں ساری شریعت کے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے لیے اسوۂ کامل ہیں۔ اسی طرح حب حسین رضی اللہ عنہ پر بھی قرآنِ کریم ناطق ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(الاحزاب : 21)

”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“

یعنی جیسے نبی اکرم ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری پر اسے بلواتے، اس سے پیار کرتے، ان کے رونے پر بے تاب ہوتے۔ اسی طرح ہر امتی جب ذکر حسین رضی اللہ عنہ کسی مسجد میں نہ سنے کسی مولوی کی وعظ میں یادِ حسین رضی اللہ عنہ مفقود پائے، اسے بھی رسول اکرم ﷺ کی طرح بے چین ہو جانا چاہیے۔ نام حسین رضی اللہ عنہ سن کر رسول اکرم ﷺ کی طرح دل میں جذبات محبت اچھلنے چاہئیں۔ ان کا نام نامی سن کر ان کے رسول اکرم درود شریف کا نذرانہ عقیدت پیش کرے۔ جس کا رویہ اس کے خلاف ہوگا وہ اسوہ کامل کا پیروکار نہیں ہوسکتا۔ جہاں دیگر سنتوں پر لوگوں سے جنگ وجدال کرتے پھرنا دین نظر آتا ہے۔ وہاں رسول اکرم ﷺ کی یہ سنت حب حسین رضی اللہ عنہ نظر نہیں آتی۔



سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ناز برداریاں

حدیث نمبر 33

((عَنْ يَعْلَى الْعَامِرِيِّ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِلٰى طَعَامٍ دُعُوْا لَهُ قَالَ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَمَامَ الْقَوْمِ وَحُسَيْنٌ مَعَ الْغِلْمَانِ يَلْعَبُ فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنْ يَاْخُذَهُ فَطَفِقَ الصَّبِيُّ يَفِرُّ هٰهُنَا مَرَّةً وَهٰهُنَا مَرَّةً فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُضَاحِكُهُ حَتّٰى اَخَذَهُ قَالَ فَوَضَعَ اِحْدٰى يَدَيْهِ تَحْتَ قَفَاهُ وَالْاُخْرٰى تَحْتَ ذَقَنِهِ فَوَضَعَ فَاهُ عَلٰى فِيْهِ يُقَبِّلُهُ فَقَالَ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ.)) [1]

''یعلی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دعوتِ طعام کے لیے نکلے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے آگے بڑھے، دیکھا تو حسین رضی اللہ عنہ دیگر بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین کو پکڑنے لگے، تو وہ بچہ کبھی دوڑ کر ادھر نکل جاتا ہے، کبھی ادھر نکل جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ہنسانے لگے، بالآخر وہ پکڑا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ اس کی گردن پر رکھا اور دوسرا ہاتھ

[1] المستدرك الحاكم، جلد 5، ص:1807، وقال الذهبی صحیح)

اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔ اپنا منہ مبارک اس کے منہ پر رکھا اور اسے چومنے لگے۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اللہ اس شخص سے خوش رہے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔''

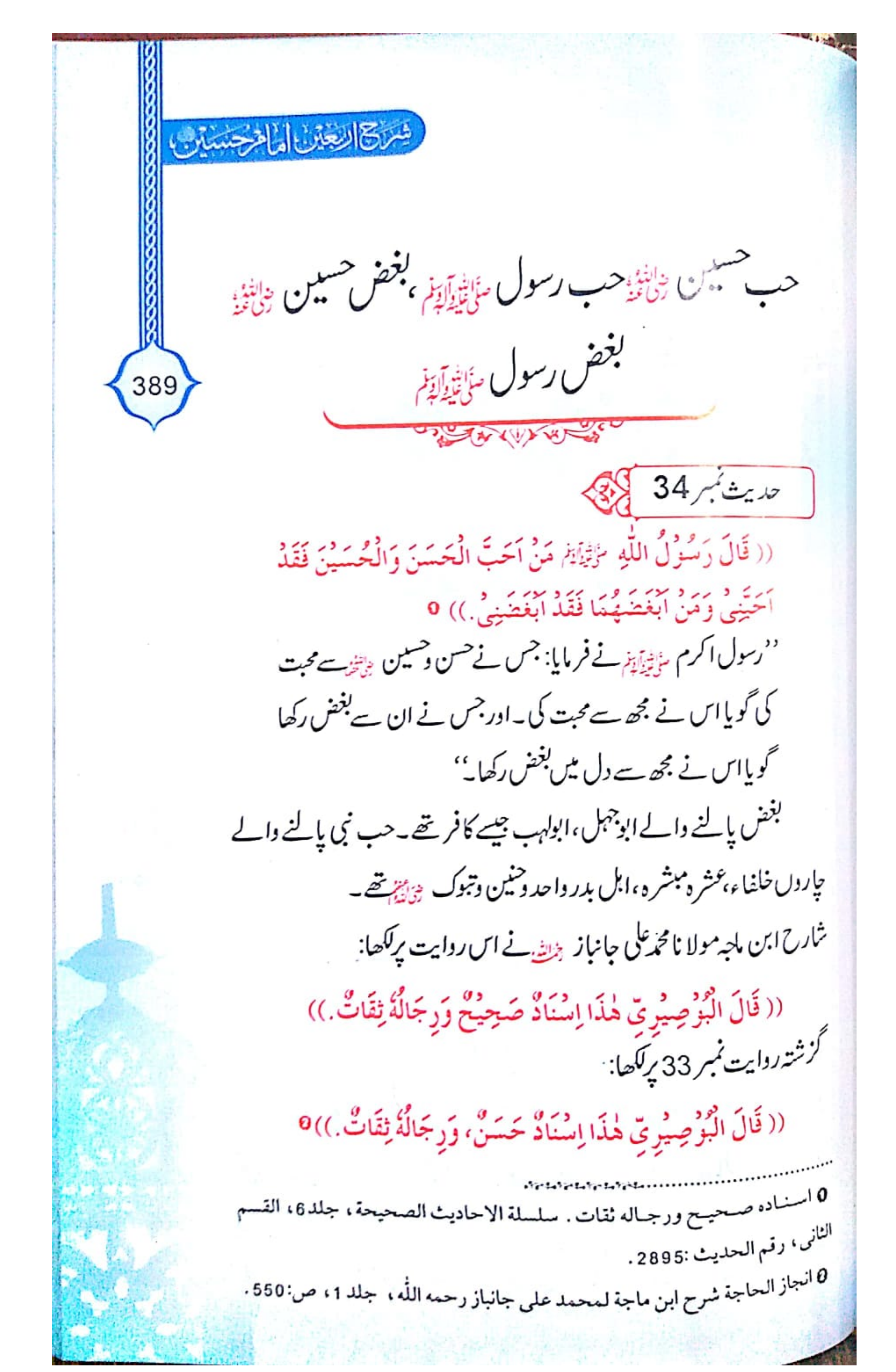
اس روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے اگرچہ ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

سنن ابن ماجہ کے محقق محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اسے حسن لکھا نیز کہا:

((رِجَالُهُ ثِقَاتٌ.))

اور اس حدیث کی تائید سنن ابن ماجہ کی حدیث 130 سے بھی ہوتی ہے۔

◆◆◆◆◆◆



حب حسین رضی اللہ عنہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بغض حسین رضی اللہ عنہ بغض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث نمبر 34

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ.)) ❶

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا گویا اس نے مجھ سے دل میں بغض رکھا۔''

بغض پالنے والے ابوجہل، ابولہب جیسے کافر تھے۔ حب نبی پالنے والے چاروں خلفاء، عشرہ مبشرہ، اہل بدر و احد و حنین و تبوک رضی اللہ عنہم تھے۔

شارح ابن ماجہ مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے اس روایت پر لکھا:

((قَالَ الْبُوْصِيْرِیّ هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ.))

گزشتہ روایت نمبر 33 پر لکھا:

((قَالَ الْبُوْصِيْرِیّ هٰذَا اِسْنَادٌ حَسَنٌ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ.)) ❷

❶ اسناده صحيح ورجاله ثقات. سلسلة الاحاديث الصحيحة، جلد 6، القسم الثانی، رقم الحديث :2895.

❷ انجاز الحاجة شرح ابن ماجة لمحمد علی جانباز رحمه الله، جلد 1، ص:550.

تشریح:

((قَالَ جَانبَاز: وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ مَحَبَّتَهُمَا فَرْضٌ لَا يُتِمُّ الْاِيْمَانُ بِدُوْنِهَا.))

1. ''یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا فرض ہے، ان کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔'' [1]

2. سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے:

((قَالَ الْقَاضِيْ كَاَنَّهٗ عَلِمَ بِنُوْرِ الْوَحْيِ مَا سَيَحْدُثُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيَّنَ اَنَّهُمَا كَالشَّيْءِ الْوَاحِدِ فِيْ وُجُوْبِ الْمَحَبَّةِ وَحُرْمَةِ التَّعَرُّضِ وَالْمُحَارَبَةِ.))

''قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ کو اور اپنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی جسم قرار دیا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے نور سے پتا چل گیا ہو گا کہ میرے حسین رضی اللہ عنہ اور قوم کے درمیان کیا حادثہ پیش آنے والا ہے؟ تبھی اس کی محبت واجب قرار دی اور حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی کو حرام قرار دیا۔'' [2]

بعض لوگ بچوں سے گھر کی چار دیواری کے اندر ہی محبت کرتے ہیں، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت گھر کے اندر ہی نہیں کی، بلکہ سرعام، جہاں سارے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کبھی منبر پر، کبھی گلیوں میں، کندھوں پر اٹھا کر، کبھی سجدے طویل کر کے، کبھی رانوں پر بٹھا کر،

---

[1] حوالہ مذکورہ

[2] انجاز الحاجة شرح ابن ماجه، محمد علی جانباز رحمہ اللہ، جلد 1، ص 550.

یعنی ہر وہ اندازِ محبت اپنایا، جو سب کو معلوم ہو جائے۔ یہ کام خفیہ نہ رکھا کہ کوئی عذر کر سکے کہ ہمیں خبر نہ ہو سکی۔ محبت عملاً کر کے بھی دکھاتے رہے۔ اور زبانِ مبارک سے فرماتے بھی رہے کہا اِن میرے نواسوں سے ضرور بالضرور ہر حال میں محبت وشفقت سے کام لینا۔ انہیں ذرا دکھ نہ دینا۔ ورنہ میرا دل دکھاؤ گے۔ کہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی زد میں نہ آ جانا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾

(التوبة : 61)

''جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دیتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''





اہل بیت کی طہارت اور پاکیزگی

حدیث نمبر 35

((عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ فِيْ بَيْتِيْ نَزَلَتْ: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ (الاحزاب: 33)))

((قَالَتْ: فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَقَالَ ﷺ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ.)) [1]

''سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن کی یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی: ''اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گندگی کو دور کرے، اور تمہیں پوری طرح پاک کردے۔''

1. پھر امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا (وہ آئے) تو فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔
2. اسی حدیث کی تائید امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صبح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالے بالوں کا کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما آئے انہیں کمبل میں چھپالیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے، انہیں بھی اپنے کمبل میں چھپایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یہ) آیت تلاوت فرمائی:

---

[1] المستدرك الحاكم، جلد 5، ص1767 قال الذهبی، علی شرط البخاری)

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾

(الاحزاب: 33) ⓿

③ اسی سے متعلق حدیث امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی لائے ہیں:

((قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَدَارَ كِسَاءَهُ عَلَى عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَحَسَنٍ وَحُسَيْنٍ فَقَالَ ﷺ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا.)) ⓿

④ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ یہ روایت یوں لائے ہیں:

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كِسَاءً ثُمَّ قَالَ ﷺ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأَنَا مَعَهُمْ؟ قَالَ ﷺ إِنَّكِ إِلَى خَيْرٍ.)) ⓿

⑤ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

((كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ إِذَا سُئِلَ عَنْ عَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ أَهْلُ بَيْتٍ لَا يُقَاسُ بِهِمْ أَحَدٌ.)) ⓿

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب بھی علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے بارے میں سوال ہوا۔ انہوں نے ہمیشہ یہی جواب دیا، اہل بیت کو کسی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، یعنی اہل بیت کے ہم پلہ کوئی گھرانہ نہیں ہے۔"

⓿ المستدرك الحاكم، جلد 5 ص1767، قال الذهبي على شرط البخاري ومسلم.

⓿ ابن تيمية لم يكن ناصبيا، ص: 78.

⓿ التبصرة، جلد 1، ص: 325.

⓿ التبصرة جلد 1، ص325.

⑥ اسی لیے امام ابن جوزی ﷫ یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

((سُبْحَانَ مَنْ كَسَا اَهْلَ الْبَيْتِ نُوْرًا وَجَعَلَ عَلَيْهِمْ خَنْدَقًا يَقِي الرِّجْسَ وَسُوْرًا فَإِذَا تَلَقَّوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَلَقَّوْا حُبُوْرًا.))

''پاک ہے وہ ذات جس نے اہل بیت کو نور کی چادر پہنائی۔ اور ان کے اردگرد خندق اور دیوار کھڑی کردی جو انہیں گندگی سے بچاتی ہے۔ روز قیامت وہ خوشیوں اور مسرتوں سے نوازے جائیں گے۔''

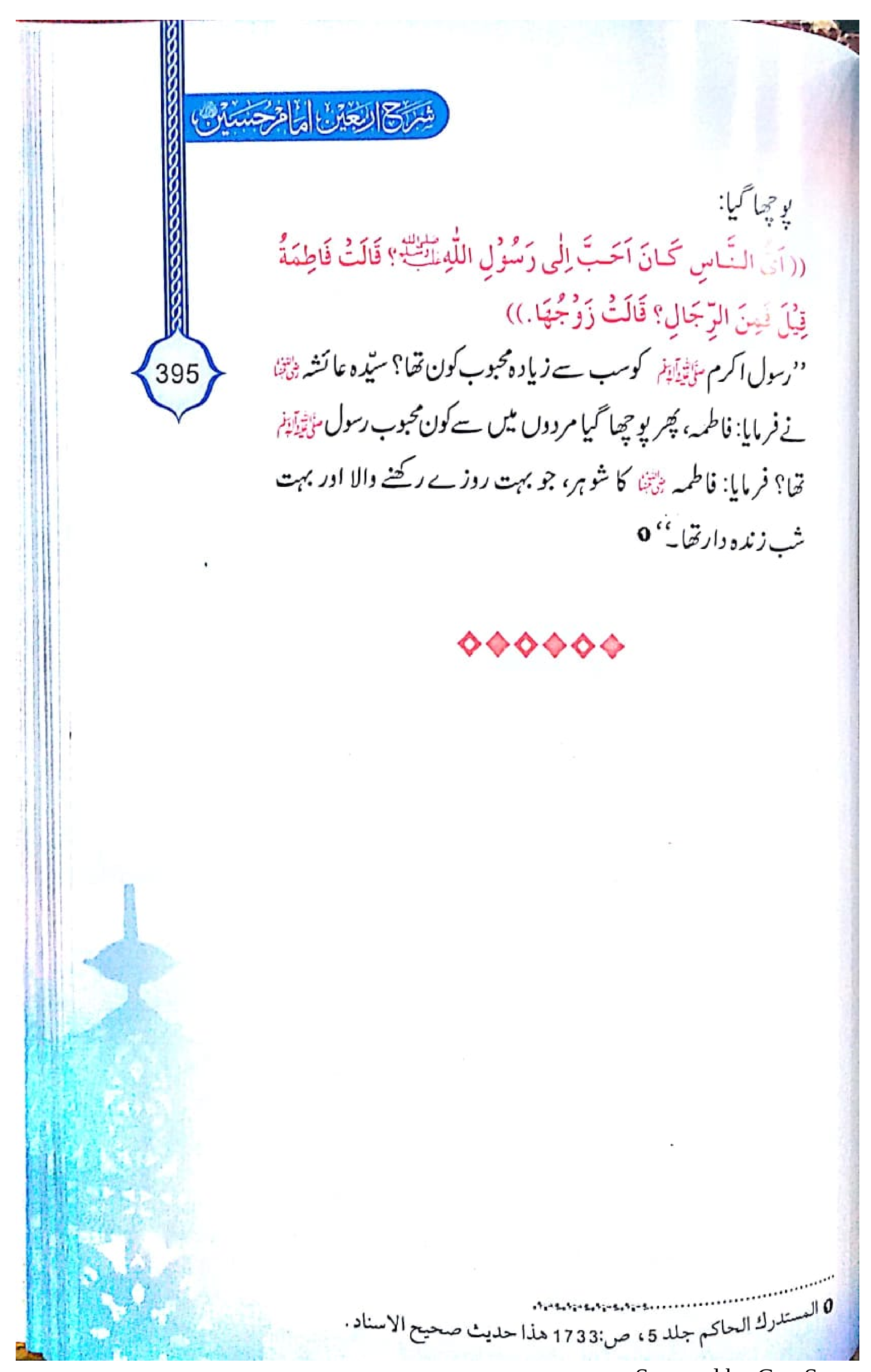
مزید لکھتے ہیں:

((كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْهِ وَكَانَ عَلِيٌّ اَعَزَّ الْخَلْقِ عَلَيْهِ وَجَعَلَ اللّٰهُ رَيْحَانَتَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَوَلَدَيْهِ فَإِذَا اَحْضَرَهُمُ الْحَقُّ غَدًا عِنْدَهُ وَلَدَيْهِ اَكْرَمَهُمْ اِكْرَامًا عَظِيْمًا مَوْفُوْرًا. ﴿وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ .)) ❶

''سیّدہ فاطمہ ﷞ رسول اکرم ﷺ کو سب لوگوں سے زیادہ پیاری تھیں۔ علی ﷜ ساری مخلوق سے زیادہ انہیں عزیز تھے۔ ان کے دونوں بیٹوں (حسن وحسین ﷟) کو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے لیے دنیا کے خوشبودار پھول بنایا ہے۔ کل روزِ قیامت جب حق تعالیٰ انہیں اپنے پاس حاضر کرے گا تو انہیں عظیم الشان عزت وتکریم سے نوازے گا۔ اور فرمائے گا تمہاری سعی وجہد قابل قدر قرار پائی۔''

⑦ اس نظریے کی تصدیق حدیث عائشہ ﷞ کرتی ہے۔ ام المومنین ؎

❶ التبصرة جلد 1، ص325.



پوچھا گیا:

((اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ؟ قَالَتْ فَاطِمَۃُ قِیْلَ فَمِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ زَوْجُھَا.))

''رسول اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ، پھر پوچھا گیا مردوں میں سے کون محبوب رسول ﷺ تھا؟ فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شوہر، جو بہت روزے رکھنے والا اور بہت شب زندہ دار تھا۔'' [1]

◇◆◇◆◇◆

[1] المستدرك الحاكم جلد 5، ص:1733 هذا حديث صحيح الاسناد.

خود پیغمبر اسلام حسنین رضی اللہ عنہما کی سواری بنے

حدیث نمبر 36

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْعِشَاءَ فَكَانَ یُصَلِّیْ فَاِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ عَلٰی ظَهْرِهٖ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ اَخَذَهُمَا فَوَضَعَهُمَا وَضْعًا رَفِیْقًا فَاِذَا عَادَ عَادَا فَلَمَّا صَلّٰی جَعَلَ وَاحِدًا هَاهُنَا وَوَاحِدًا هٰهُنَا وَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلَا اَذْهَبُ بِهِمَا اِلٰی اُمِّهِمَا؟ قَالَ لَا، فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ فَقَالَ اِلْحَقَا بِاُمِّكُمَا فَمَا زَالَا یَمْشِیَانِ فِیْ ضَوْئِهَا حَتّٰی دَخَلَا.)) [1]

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازِ عشاء پڑھ رہے تھے۔ دورانِ نماز جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں جاتے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کود کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر پر سوار ہو جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے سے اٹھتے تو ان دونوں کو پکڑ کر آہستہ سے زمین پر بٹھا دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ سجدے میں جاتے یہ پھر وہی کام کرتے۔ نماز مکمل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کو ایک طرف اور دوسرے کو دوسری طرف

[1] المستدرك الحاكم، جلد 5، ص:1795، وقال الذهبی صحیح.

بٹھا لیا۔ میں نے حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آؤں؟ فرمایا: نہیں، پھر آسمانی بجلی چمکی تو آپ ﷺ نے دونوں سے کہا: اب اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ وہ چلے جا رہے تھے، بجلی کی روشنی برابر جاری تھی کہ وہ گھر کے اندر داخل ہو گئے۔"

تشریح:

1. اس حدیث میں آپ نے دیکھا کہ بچوں کا نمازی کے اوپر چڑھنا بظاہر بری چیز معلوم ہوتی ہے اور نمازی کی توجہ ہٹانے کا باعث ہے۔ لیکن صاحب شریعت نے کتنا سبق آموز رویہ اپنایا کہ نہ بچوں کو ڈانٹا کہ تم نے میری نماز خراب کر دی ہے نہ ان کے والدین کو سرزنش کی کہ دوران نماز بچوں کو قابو کیوں نہیں رکھتے۔
2. پھر آپ ﷺ انہیں کمر سے آہستہ سے اتار کر زمین پر بٹھا دیتے ہیں۔ انہیں دھکا نہیں دیتے۔ نہ ان کی حرکات سے پریشان ہوتے ہیں۔
3. سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ اب بچوں نے نماز میں رسول اکرم ﷺ کو ستایا ہے، لہٰذا انہیں گھر چھوڑنے کی التجا کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رہنے دیں۔
4. اندھیرے میں آسمانی بجلی اللہ تعالیٰ نے ایسی چمکائی کہ دونوں بھائی اس کی روشنی میں اپنے گھر داخل ہو گئے۔ یہ بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خاص کرشمہ ہو جو بچوں کو نصیب ہوا۔ ورنہ آسمانی بجلی، مسلسل نہیں چمکتی بلکہ وقفے وقفے سے چمکتی ہے۔
5. اس حدیث کی ہمارے موضوع سے متعلق یہ بات ہے کہ رسول اکرم ﷺ

اپنے قیمتی نواسوں سے کتنی شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ بندگی رب میں خشوع وخضوع کی کمی برداشت کرلی۔ مگر رب کی ان نعمتوں (نواسوں) کو رنجیدہ کرنا گوارا نہ کیا۔ بچے بھی کیا کمال تھے جو اپنے نانا ﷺ کو اپنی سواری (مرکب) بنائے رکھتے تھے۔ نبی ﷺ بھی کیا عظیم تھے جو اپنے لاڈلوں کو اپنے اوپر سوار کیے رکھتے تھے۔

جسم رسول ﷺ باعث رحمت:

جنگ بدر میں رسول اکرم ﷺ صف سیدھی کرتے ہوئے سواد نامی صحابی کے پیٹ پر لکڑی سے کچوکہ لگا کر فرماتے ہیں: صف میں سیدھے ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا آقا ﷺ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے تکلیف دی ہے، مجھے بدلہ دیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لے لو اپنا بدلہ۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا مگر سواد خوش نصیب نے فوراً آپ ﷺ کا پیٹ مبارک چوم لیا۔ رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: سواد! ایسا کیوں کیا ہے؟ کہا حضور ﷺ! آپ جنگ دیکھ رہے ہیں۔

((فَـاَرَدْتُّ اَنْ يَّـكُـوْنَ اٰخِـرَ الْـعَهْـدِ بِكَ اَنْ يَّمَسَّ جِلْدِیْ جِلْدَكَ.))

''میں نے چاہا دنیا سے رخصت ہوتے وقت آخری عہد وفا کے طور پر میرا جسم آپ کے جسم اطہر سے لگ جائے۔ (تاکہ مجھے نار جہنم نہ چھو سکے۔)''

نبی اکرم ﷺ نے اس کے اس جذبے کی قدر کرتے ہوئے اسے دعائے خیر سے نوازا۔ ❶

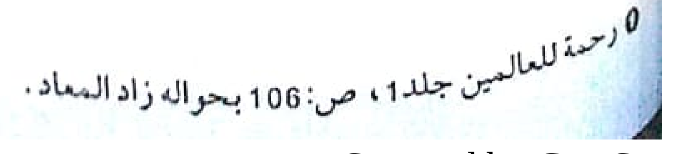
❶ موسوعة الغزوات الكبرى جلد 1، ص: 98.

- عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے بوقت شہادت اپنے رخسار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سے لگا دیئے تھے۔ ❶

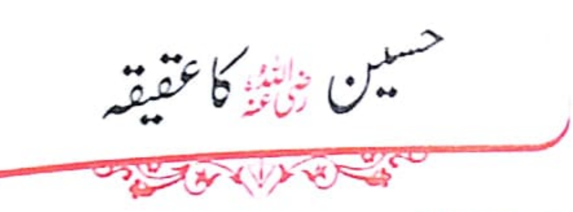
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

ایسے واقعات کی روشنی میں غور فرمائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے معمولی چھو جانے کو فلاح اخروی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اب حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں غور فرمائیں جن کے جسم اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم سے ملتے رہتے تھے۔ ان کی سعادت وخوش بختی اور خوش نصیبی کو کوئی پہنچ سکتا ہے؟ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔





❶ رحمۃ للعالمین جلد1، ص: 106 بحوالہ زاد المعاد۔



حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ

حدیث نمبر 37

((اَنَّ النَّبِیَّ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ.)) ❶

''بے شک نبی ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ایک روایت میں کَبْشًا کَبْشًا یعنی ایک ایک دنبہ (مینڈھا) ذبح کیا۔

دوسری روایت میں بِکَبْشَیْنِ بِکَبْشَیْنِ دو دو دنبے ذبح کیے۔

سنداً دونوں صحیح اور قوی ہیں۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بیٹے کی طرف سے دو بکرے عقیقہ کرنے کی احادیث زیادہ ہیں اور ایک والی صرف جواز کے لیے ہے۔

یعنی جو صاحب حیثیت ہو وہ دو بکرے بیٹے کی طرف سے عقیقہ کرے اور جو شخص ایک ہی بکرے کی طاقت رکھتا ہے، وہ ایک ہی کر لے۔ ❷

اس کی تائید علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے کی ہے۔

لڑکے کی طرف سے کم از کم ایک بکرا ہے، اور تکمیل سنت دو بکرے ہیں۔ (المحلی)

☆ امام بغوی رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں:

---

❶ ارواء الغلیل جلد 4، حدیث نمبر 1164.

❷ فتح الباری جلد 9، ص 733.

((قالت فاطمة للنبی: الا اعق عن ابنی؟ قال: لا.))

حضرت فاطمہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا، کیا میں اپنے بیٹے کا عقیقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' دراصل آپ کا ارادہ تھا کہ خود نواسے کا عقیقہ کریں۔ [1]

☆ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقیقہ کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں:

① اشاعت نسب، کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتو اپنی نسل کے حسب ونسب کی تشہیر کے لیے کرے، یہ مناسب نہ تھا کہ گلی کوچوں میں اعلان کرتا پھرے، بلکہ مہذب طریقے سے، عقیقہ کر کے اپنے نسب کو اجاگر کرے۔ [2]

اعلانِ نسب نبوی:

مذکورہ ''شرح السنۃ'' کی روایت کہ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عقیقہ کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ بذاتِ خود نواسوں کا عقیقہ کر کے، دنیا کو دکھانا چاہتے تھے کہ میرے نواسے، میری نسل ہیں۔ ان کا تعلق والدین کے ہوتے ہوئے بھی، میرے ساتھ خاص ہے۔ حسنین کو دیگر نواسوں کی طرح نہ سمجھا جائے۔ جن کا نسب باپ دادا سے چلتا ہے۔ ان نواسوں کا حسب ونسب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

حکیم الامت رحمہ اللہ دوسری حکمت یہ بیان فرماتے ہیں کہ:

② عقیقہ سے سخاوت کا پہلو اجاگر ہوتا ہے کہ مسلمان بیٹے کی خوشی کا اظہار، سخاوت سے کرے۔ یعنی عقیقہ سے آدمی کی بخیلی اور کنجوسی دور کی گئی ہے۔ مسلمانوں کا سخی ہونا مطلوب ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

[1] شرح السنة جلد 11، ص 271.
[2] حجة الله البالغة، جلد 2.

جن نواسوں پر حضور ﷺ نے سخاوت کا عملی مظاہرہ فرمایا۔ ان نواسوں پر اس کے زبردست اثرات مرتب ہوئے۔ حسنین کریمین نے اپنی پاکیزہ جوانی میں، سخاوت کی بہت عمدہ مثالیں قائم کیں۔ جن کا مختصر ذکر اسی کتاب میں ''بے مثال سخاوتِ حسین'' کے تحت موجود ہے۔ بلکہ قیامت تک اصلی سیدوں کی یہی علامت قرار پائی کہ نسل پیغمبر ﷺ کی اصل آل، سخی اور فیاض ہوگی۔ اور جعلی سید وہ ہوں گے جو بخیل اور کنجوس ہوں گے۔ غریبوں کو دینے کے بجائے، ان سے نذرانے وصول کر کے، خوب دنیاوی جائیدادیں بنائیں گے۔ اور اپنے مریدوں کا خون چوس کر، انہیں مزید غربتوں میں دھکیلتے رہیں گے۔ جیسے دنیاوی حکمران اپنی رعایا کے (Parasite) طفیلی بیل بن جاتے ہیں، وہ بیل جس درخت پر چڑھ جائے، اسے خشک کر کے رکھ دیتی ہے، اور خود سرسبز ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ بیل درخت کا سارا رس چوس کر، اسے ناکارہ کر دیتی ہے۔ بالکل یہی حال آج کے جعلی سیدوں اور حکمرانوں کا ہے۔

مگر جس کی رگوں میں خون پیغمبر دوڑے گا، وہ خلق خدا کا نہایت ہمدرد اور فیاض وسخی ہوگا۔ یہ خصوصیت نبوی، حسنین کریمین میں اعلیٰ پائے کی تھی۔ جس سے اُس زمانے کے لوگ مستفید ہوتے رہے۔

③ حکیم الامت شاہ ولی اللہ ؒ نے یہ حکمت بھی عقیقہ کے ضمن میں لکھی:

''ملت ابراہیمی کی یادگار بیٹے کی قربانی ہے۔ اسی طرح عقیقہ کرنے والا، جانور ذبح کرتے وقت، یہ جذبہ رکھتا ہو کہ خدایا! تیرے دین کے لیے، اگر بیٹے کی قربانی بھی دینی پڑی تو ابراہیم علیہ السلام کی طرح فرمانبرداری دکھاؤں گا۔'' [1]

[1] حجة الله البالغة، جلد 2.

☆ حضرت شاہ صاحب کی تشریح کے بعد، کیا رسول اللہ کو بھی، حسنین کا عقیقہ کرتے وقت، یہ جذبہ نصیب ہوا ہوگا؟ ہمارا ایمان ہمیں مجبور کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر یہ جذبہ قربانی کسے عطا ہوسکتا ہے؟ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات بھی وقت ذبح عقیقہ، یہی ہوں گے۔

☆ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ جذباتِ قربانی، محض آرزو کی حد تک نہیں تھے، بلکہ وحی الٰہی کی روشنی میں یہ پیش گوئی فرما دی کہ میرا نواسہ حسن، دنیاداروں کی حرص وہوسِ اقتدار کے لیے پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا کر مسلمانوں کو قتل وغارت گری سے بچالے گا۔

اور میرا دوسرا نواسہ حسین، شہادتِ حق کی خاطر، کربلا کے میدان میں اپنی اور اپنے خاندان کی جانوں کا نذرانہ، حق تعالیٰ کے حضور، مظلومانہ انداز میں پیش کرکے، استقامت علی الحق کا اعلیٰ نمونہ پیش کرے گا۔ آپ کی وہ پیش گوئیاں لفظ بہ لفظ درست ثابت ہوئیں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت نبوت کی دلیل ہوئیں۔



ولادت حسین رضی اللہ عنہ پر صدقہ

حدیث نمبر 38

((قَالَ النَّبِيُّ لِفَاطِمَةَ لَمَّا وَلَدَتِ الْحَسَنَ: اِحْلِقِيْ رَأْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِوَزْنِ شَعْرِهٖ فِضَّةً عَلَى الْمَسَاكِيْنِ.)) ❶

''جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسن کو جنم دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! اس کا سر مونڈھ دو، اور اس کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرو۔ اور مسکینوں میں وہ صدقہ تقسیم کردو۔''

تشریح:

علامہ البانی رحمہ اللہ مزید روایات بھی لائے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

((اَنَّ الْحَسَنَ بْنِ عَلِيٍّ لَمَّا وُلِدَ، اَرَادَتْ اُمُّهٗ فَاطِمَةُ اَنْ تَعُقَّ عَنْهُ بِكَبْشَيْنِ، فَقَالَ: لَا تَعُقِّيْ عَنْهُ، وَلٰكِنْ اِحْلِقِيْ شَعْرَ رَأْسِهٖ، ثُمَّ تَصَدَّقِيْ بِوَزْنِهٖ مِنَ الْوَرَقِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ وُلِدَ حُسَيْنٌ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَصَنَعَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ.)) ❷

''جب حسن بن علی پیدا ہوئے تو ان کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ بچے کی طرف سے، دو دنبے عقیقہ کرے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی! تم اس کا عقیقہ نہ کرو، بس اس کے سر کے بال مونڈ

---

❶ إرواء الغليل جلد 6، ص 402، حديث نمبر 1175 بحواله مسند احمد، حديث نمبر 27061.

❷ ارواء الغليل، جلد 6، ص 403.

کر، ان کے وزن برابر چاندی کا صدقہ، راہِ خدا میں دے دو۔
پھر اس کے بعد حسین پیدا ہوئے تو ان کے لیے بھی حضرت فاطمہ
نے ویسے ہی کیا۔''

حضور ﷺ نے اپنی لختِ جگر فاطمہ کو حسنین کا عقیقہ کرنے سے کیوں منع فرمایا؟

① جبکہ حسنین کے والدین موجود تھے، اور وہ خود عقیقہ کر سکتے تھے۔

② جبکہ والدین خود عقیقہ کرنے کو تیار بھی تھے۔

اس سوال میں، ایک زبردست جواب مضمر ہے، جس کی طرف توجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے نواسوں کا نسب اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے، دنیا کو ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یہ میرے خاص نواسے ہیں۔ یہ میری نسل ہیں۔ یہ صرف نسل علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ میرا خون اور میرا نسب ہیں۔ یہ میری آل ہیں۔ آپ ﷺ نے کھلے لفظوں میں فرمایا: ''حُسَیْنٌ مِنِّیْ، وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ'' حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ ❶

یعنی ''یک جان و دو قالب۔'' جان ایک ہے اگرچہ جسم جدا جدا ہیں۔
حسنین کریمین کے عقیقوں نے بھی ثابت کر دیا کہ ان کا تعلق نبی ﷺ سے جسمانی و روحانی طور پر کتنا گہرا ہے۔ آپ ﷺ کو ان نواسوں کا بھوک اور پیاس سے رونا، عالم طفولیت میں کس قدر پریشان کرتا تھا۔ ان کے دہن مبارک میں اپنی پاکیزہ زبان ڈال کر، انہیں چوسنے کا موقع فراہم فرماتے اور وہ شدتِ پیاس سے سکون پا جاتے۔ اور رونے سے چپ ہو جاتے۔
نواسوں کے عقیقے نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے کر کے، اعلانِ

❶ سلسلة الاحاديث الصحيحة، جلد 3، حديث نمبر 1277، علامه البانی۔

قرابت واہل بیت نبی ﷺ ہونے کا احساس دلا دیا۔

③ دوددو دنبے عقیقہ کر کے، امت کو سخاوت اور فیاضی کا سبق دے دیا۔

④ بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بچوں کے بالوں برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دے کر، سخاوت کی خوبی پیدا فرمائی تاکہ آپ ﷺ کے گھرانے کے افراد بخیلی اور کنجوسی سے پاک صاف رہیں۔ لینے والے نہ بنیں، بلکہ دینے والے بنیں۔

⑤ حسنین کے نانا جان اور ان کے والدین نے، جو سخاوت کے اعلیٰ نمونے ان کی ولادت پر پیش فرمائے، ان بچوں نے بڑے ہو کر، ان اوصافِ سخاوت کو خوب اپنایا۔ کسی طرح سے بخیلی ان کے قریب سے بھی نہ گزر سکی۔

☆ سخاوت کرنے والے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں:

ایک نیک نیت، دوسرا فاسد نیت۔

① ((قَالَ اَبُو الدَّحْدَاحِ الْاَنْصَارِیُّ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُرِيْدُ مِنَّا الْقَرْضَ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا اَبَا الدَّحْدَاحِ! قَالَ: اَرِنِیْ يَدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَنَاوَلَهٗ ﷺ يَدَهُ الْكَرِيْمَةَ۔ فَقَالَ: اِشْهَدْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ قَدْ اَقْرَضْتُ رَبِّیْ حَائِطِیْ اَیْ اَلْبُسْتَانَ وَكَانَ لَهٗ بُسْتَانٌ فِيْهِ سِتُّمِائَةِ نَخْلَةٍ، وَفِی الْبُسْتَانِ زَوْجَتُهٗ اُمُّ الدَّحْدَاحِ وَاَوْلَادُهٗ يَسْكُنُوْنَهٗ.))

”حضرت ابودحداح انصاری نے، رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، حضور! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض کا تقاضا کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اے ابودحداح۔ انہوں نے عرض کیا، حضور! اپنا ہاتھ بڑھائیں، آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ انہیں تھما دیا۔

انہوں نے کہا: حضور ﷺ آپ گواہ بن جائیں، میں نے اپنا (عالی شان) باغ، اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے۔ اس باغ میں چھ سو کھجور کے درخت تھے۔ اسی باغ میں ان کا گھر بار بھی تھا، بیوی بچے اسی باغ میں رہتے تھے۔"

((ثُمَّ جَآءَ اِلَی الْبُسْتَانِ فَنَادٰی زَوْجَتَهٗ، یَا اُمَّ الدَّحْدَاحِ! قَالَتْ لَبَّیْكَ: قَالَ: اُخْرُجِیْ اَنْتِ وَاَوْلَادِكِ، فَقَدْ اَقْرَضْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ حَائِطِیْ۔ فَشَجَّعَتْهُ وَنَشَّطَتْهُ وَقَالَتْ: رَبِحَ بَیْعُكَ ثُمَّ نَقَلَتْ مَتَاعَہَا وَاَوْلَادَهَا رضی الله عنهما.))

"پھر ابودحداح نے واپس آ کر، اپنے باغ کے باہر سے ہی، اپنی بیوی کو آواز دی۔ بیوی نے کہا: حاضر ہوں فرمایئے۔ ابودحداح نے کہا: اے ام دحداح! اپنے بچوں کو لے کر، باغ سے باہر نکل آئیں، کیونکہ یہ باغ میں نے اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے۔ نیک بخت بیوی نے کہا: آپ نے بہت نفع مند سودا کیا ہے۔ یوں اس نے اپنے خاوند کی حوصلہ افزائی کی اور اسے خوش کر ڈالا۔ بچوں کو انگلی پکڑا کر، ضروری سامان لے کر، باغ سے باہر آ گئی۔"

کیا شان ہے سخاوت کی، کیا خلوص نیت ہے میاں بیوی کا! پیغمبر اسلام یہی اعلیٰ اخلاق اپنے اہل بیت، اور اپنے تمام امتیوں میں پیدا فرمانا چاہتے تھے جس میں انہیں، اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔

فاسد نیت کا تلخ ثمر:

((قَالَ: وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ، فَاُتِیَ بِهٖ، فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ: مَا

تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ، ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ.)) ❶

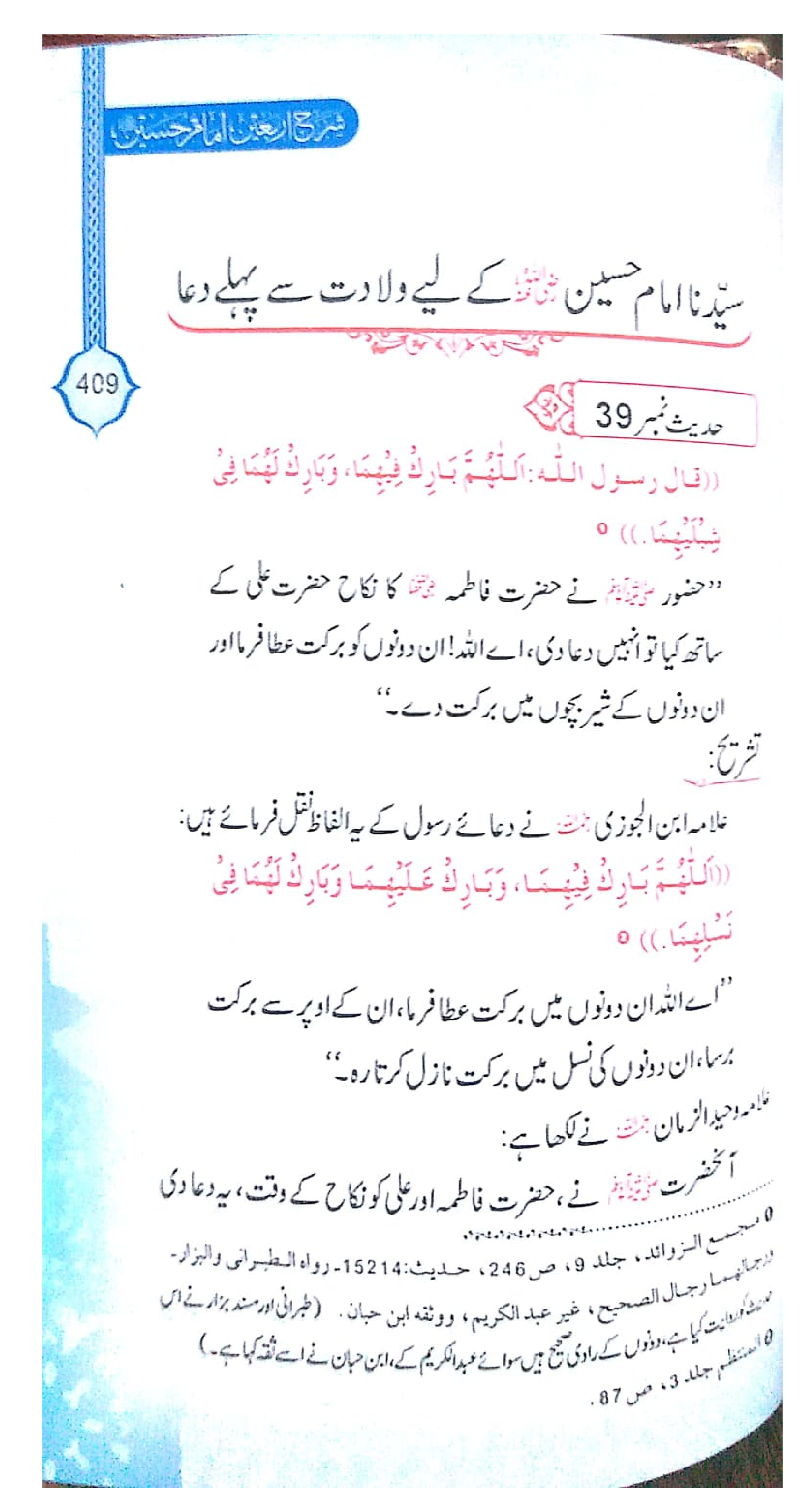
''وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا تھا۔ اسے دربارِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ ان کا اقرار کر لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے دریافت فرمائے گا، میری اتنی نعمتیں حاصل کر کے، کیا عمل کیا ہے؟ وہ جواب دے گا۔ الٰہی! میں نے جہاں جہاں تیری رضا تھی، ان راہوں میں خوب سخاوت سے کام لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ تو تو جھوٹ کہہ رہا ہے۔ تو نے جگہ جگہ مال و دولت اس لیے لٹایا تھا کہ دنیا تجھے سخی مانے۔ چنانچہ تیری وہ آرزو پوری ہوگئی۔ پھر اس ریاکار سخی کے بارے میں حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل الٹا گھسیٹ کر، دوزخ میں پھینک دیا جائے۔'' اعاذنا اللّٰہ منہ!

☆ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے اعمالِ صالحہ میں، خاص کر سخاوت و فیاضی میں، ریاکاری کی آمیزش کیسے ہوتی؟ جبکہ بچپن میں انہیں بزبانِ رسالت مآب، کلمات تعوذ کے ذریعے، تحفظ الٰہی فراہم کیا جاتا تھا۔ كَانَ النَّبِيُّ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین کو دم کر کے، اللہ کی پناہ میں دیتے تھے کہ اللہ کریم انہیں ہر شیطانی شر سے اپنی حفاظت میں رکھے۔



◆◆◆◆◆◆

❶ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، حدیث نمبر: 1905۔



سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ولادت سے پہلے دعا

حدیث نمبر 39

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا، وَبَارِكْ لَهُمَا فِي شِبْلَيْهِمَا.)) ⁰

"حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی کے ساتھ کیا تو انہیں دعا دی، اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما اور ان دونوں کے شیر بچوں میں برکت دے۔"

تشریح:

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے دعائے رسول کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا، وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِي نَسْلِهِمَا.)) ⁰

"اے اللہ ان دونوں میں برکت عطا فرما، ان کے اوپر سے برکت برسا، ان دونوں کی نسل میں برکت نازل کرتا رہ۔"

علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

آنحضرت ﷺ نے، حضرت فاطمہ اور علی کو نکاح کے وقت، یہ دعا دی

⁰ مجمع الزوائد، جلد 9، ص 246، حدیث:15214- رواه الطبرانی والبزار- ورجالهما رجال الصحيح، غير عبد الكريم، ووثقه ابن حبان. (طبرانی اور مسند بزار نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، دونوں کے راوی صحیح ہیں سوائے عبدالکریم کے، ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔)

⁰ المنتظم جلد 3، ص 87.

تھی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہوگا کہ شیر خدا کے، دو شیر بچے (شاہ زادے) پیدا ہوں گے۔ یعنی امام حسن، اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور شبل ان کو اس لیے کہا کہ یہ دونوں شہزادے حضرت علی کے فرزند تھے، جو شیر خدا تھے۔ (شجاعت اور بہادری اور سپہ گری میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔)

☆ اس حدیث کی تائید میں یہ حدیث نبوی بھی ہے:

((عن ابی هريرة ان النبی ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ، إِذَا تَزَوَّجَ، قَالَ: "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ".)) ❶

"نبی اکرم ﷺ جب کسی آدمی کو (شادی کی) مبارک باد دیتے (اور کلماتِ خیر کہنا چاہتے) تو یوں فرماتے: اللہ اس نکاح کو تیرے لیے برکت والا کرے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے، اور تمہارے درمیان محبت والفت پیدا فرمائے۔ اور خیریت کے ساتھ تمہارا ملاپ قائم رکھے۔"

☆ ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ: اى كَثُرَ لَكَ الْخَيْرُ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ الْمُحْتَاجِ إِلَى الْإِمْدَادِ، وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: [إِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ]. (سورة النور: 32) وَبِقَوْلِهٖ ﷺ: "ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُغْنِيَهُمْ.)) ❷ وَذَكَرَ مِنْهُمُ الْمُتَزَوِّجَ يُرِيْدُ الْعَفَافَ.))

❶ مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر 2445، بحوالہ مسند احمد: 8957، ترمذی: 1091، ابوداؤد: 2130، ابن ماجہ: 1905۔
❷ مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر 3089۔

"((بارك الله لك))، اللہ تجھے برکت دے کا مطلب یہ ہے کہ تیرے اس نکاح کے معاملہ میں، اللہ تعالیٰ تیری مالی مدد فرمائے، جس کی تجھے ضرورت ہے۔ اور یہ فرمانِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے، "اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔"

اسی طرح فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

تین قسم کے افراد ایسے ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرماتا ہے، ان میں سے ایک وہ ہے جو بدکاری سے بچنے کے لیے نکاح کرتا ہے۔"

①:((وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا؛ بِنُزُوْلِ الْخَيْرِ وَالرَّحْمَةِ وَالرِّزْقِ وَالْبَرَكَةِ فِي الذُّرِّيَّةِ.))

"تم دونوں پر برکتیں نازل فرمائے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں میاں بیوی پر بھلائی اور رحمت اور رزق اور اولاد کی برکت نازل کرتا رہے۔"

②:((وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ، اَیْ فِیْ طَاعَةٍ وَصِحَّةٍ وَعَافِيَةٍ وَسَلَامَةٍ وَمُلَاءَمَةٍ وَحُسْنِ مُعَاشَرَةٍ وَتَكْثِيْرِ ذُرِّيَّةٍ صَالِحَةٍ.))

"تم دونوں میں محبت پیدا فرمائے یعنی فرمانبرداری، صحت وعافیت وسلامتی، باہمی موافقت، خوبصورت رہن سہن اور نیک اولاد کی کثرت عطا فرمائے۔" o

حاصل دعائے رسول ﷺ:

حضرت علی وفاطمہ کو بوقت نکاح، برکت کی دعاء، حضور ﷺ نے کیا دی

o مرقاۃ جلد5، ص299، کتاب الدعوات۔

تھی؟ کہ اے اللہ! ان کے دونوں شیر بچوں میں بھی برکتیں عطا فرما تا رہ۔ شبل کا اصل معنی ہے، شیر کا وہ بچہ جو شکار کرنے کے قابل ہو جائے۔ حضور اپنے نواسوں کو، مثالی دلیر اور بہادر بنانا چاہتے تھے۔ اسی لیے ان کو ایسی دعاؤں سے نوازا، ان کی باہم کشتیاں کرواتے، اور فرماتے انہیں میری جرأت وسخاوت وراثت میں ملی ہے۔ میری سیادت وہیبت کے وہ وارث ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنی لخت جگر فاطمہ کی نسل میں برکت کی دعا فرمائی۔

☆ ابو منصور ثعالبی نے لکھا ہے:

((قُتِلَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما عَامَّةُ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَلَمْ يَنْجُ مِنْهُمْ إِلَّا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہم، وَإِنَّمَا نَجَّاهُ صِغَرُ سِنِّهِ، فَلَمَّا أَدْرَكَ أَخْرَجَ اللّٰهُ مِنْ صُلْبِهِ الْكَثِيرَ الطَّيِّبَ.)) ❶

''حضرت حسین کے ساتھ اہل بیت کے اکثر لوگ شہید ہو گئے۔ ان کے مردوں میں سے صرف علی (زین العابدین) بچے، کم سن ہونے کی وجہ سے، جب وہ بالغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت سے، کثیر تعداد میں پاکیزہ لوگ پیدا فرمائے۔''

☆ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عمر، واقعہ کربلا میں 23 سال کی تھی۔ ان کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں سے پھیلی ہے۔ ❷

---

❶ ثمار القلوب، ص499، عنوان بقية السيف.

❷ رحمة للعالمين جلد 2، ص374.

عربوں کی پہلی ذلت وخواری:

((عن عمرو بن بعجة قال: اَوَّلُ ذُلٍّ دَخَلَ عَلَى الْعَرَبِ قَتْلُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَادِّعَاءُ زِيَادٍ.)) ⓿

''عربوں پر پہلی ذلت ورسوائی اس وقت مسلط ہوئی:

①: جب حسین بن علی شہید کیے گئے۔

②: اور دوسری جب زیاد بن سمیہ کو......ابوسفیان کا جعلی بیٹا بنا کر، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلانِ عام کروا کے، اس کا نسب بدل ڈالا۔''

☆ قتل حسین، تاریخ مسلمین کا بدترین واقعہ اور دلفگار حادثہ ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سنان بن انس النخعی نے امام حسین کی ہنسلی (Collarbone) میں نیزہ مارا اور پھر سینہ مبارک پر نیزہ مارا تو امام زمین پر بے سکت ہو کر گر گئے۔ اور خولی اصبحی نے آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ کر تن سے جدا کر دیا۔ آخر پر امام ذہبی لکھتے ہیں:

''لَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا'' اللہ تعالیٰ ان دونوں سے کبھی راضی نہ ہو۔ ⓿

☆ امام خلیفہ بن خیاط (استاد امام بخاری، وثقہ البخاری فی تاریخہ الکبیر) نے لکھا:

فیها مات مسلم بن عقبة المری، ''لا رحمه الله ولعنه''!

اسی 64ھ میں مسلم بن عقبہ مرا، اللہ اس پر رحم نہ کرے اور اسی پر لعنت کرے۔ ⓿

⓿ مجمع الزوائد جلد 9، روایت 15156 والطبرانی الکبیر جلد 3، ص 123، روایت 2870 ورجاله ثقات.

⓿ سیر اعلام النبلاء جلد 3، ص 299.

⓿ تاریخ خلیفه، ص 158.

اس مسلم نے آخر کیا جرم کیا تھا کہ محدثین ومؤرخین اسے ''مسلم'' کے بجائے ''مسرف'' یا مجرم'' لکھتے ہیں۔

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا بحوالہ طبرانی:

((ان معاوية لما حضره الموت قال ليزيد: قَدْ وَطَّأْتُ لَكَ الْبِلَادَ، وَمَهَّدْتُ لَكَ النَّاسَ، وَلَسْتُ اَخَافُ عَلَيْكَ اِلَّا اَهْلَ الْحِجَازِ، فَاِنْ رَابَكَ مِنْهُمْ رَيْبٌ، فَوَجِّهْ اِلَيْهِمْ مُسْلِمْ بْنَ عُقْبَةَ، فَاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُهٗ، وَعَرَفْتُ نَصِيْحَتَهٗ.)) [1]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے بیٹے یزید سے کہا: میں نے تیرے لیے تمام علاقوں کے لوگوں کو جھکا لیا ہے (Turned down) اور سب کو تیرے زیر کر لیا ہے۔ تمام ملکوں سے، میں تیرے لیے بے خوف ہو گیا ہوں۔ صرف اہل حجاز (مکہ و مدینہ کے باشندوں) سے خطرہ ہے۔ اگر ان کی طرف سے خدشہ محسوس ہو تو ان کی طرف، مسلم بن عقبہ کو سرکوبی کے لیے روانہ کر دینا۔ میں نے اسے خوب آزمایا ہوا ہے۔ وہ ہمارا بہت وفادار ہے۔

☆ آگے ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((فَوَجَّهَهٗ فَاَبَاحَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ دَعَاهُمْ اِلٰى بَيْعَةِ يَزِيْدِ وَاَنَّهُمْ اَعْبُدٌ لَهٗ قِنٌّ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَعْصِيَتِهٖ.)) [2]

بالآخر یزید نے اس (منحوس) مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے روانہ کیا۔ تین دن مسلسل اس نے اہل مدینہ کی خون ریزی کی۔ اور زنا کاری کو جائز قرار دیا۔ پھر بچ جانے والے لوگوں سے، یزید کے لیے بیعت

[1] فتح الباری جلد 13، ص 89.

[2] فتح الباری جلد 13، ص 89.

لی، کہ وہ یزید کے نسل درنسل ذاتی غلام بن گئے ہیں۔ وہ چاہے انہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دیا کرے، یا اللہ کی نافرمانی کا حکم کرے۔ یعنی ہر حال میں یزید کا آرڈر تسلیم کرنا ہے۔ چاہے خدا راضی ہو یا ناراض ہو۔

دوسری ذلتِ عرب:

صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ غَیْرُ اَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ.)) ❶

''جس نے اپنے والد کے علاوہ، کسی دوسرے کی طرف، اپنے آپ کو منسوب کیا، جبکہ اسے یقین ہے کہ وہ اس کا والد نہیں ہے، تو ایسے شخص کے لیے جنت حرام ہے۔'' ❶

تشریح:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی لکھتے ہیں:

جب زیاد نے ابوسفیان کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تو ابوعثمان، اس کے بھائی ابوبکرہ سے ملے اور پوچھا۔ ((مَا هٰذَا الَّذِیْ صَنَعْتُمْ؟)) یہ تم لوگوں نے کیا غضب کیا ہے؟ ابوبکرہ نے کہا: میں نے بھی یہی حدیث حضور ﷺ سے سنی تھی۔ مراد یہ ہے کہ زیاد سمیہ کا بیٹا ہے جو کہ حارث بن کلدہ کی کنیز تھی، یہ حارث کے غلام، عبید کی بیوی تھی۔ اس سمیہ نے اپنے خاوند کے بستر پر زیاد کو جنم دیا۔ یہ واقعہ اہل طائف کے قبول اسلام سے پہلے کا ہے۔ جب حضرت عمر کا دورِ خلافت آیا تو ابوسفیان نے، عمر رضی اللہ عنہ کے پاس زیاد کو گفتگو کرتے سنا، بہت

❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر 6766، کتاب الفرائض۔
❶ مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 3314، کتاب النکاح۔

عمدہ کلام کر رہا تھا ابوسفیان نے کہا: میں اُس شخص کو جانتا ہوں جس نے اس کی ماں سے صحبت کی تھی، اور اس کے نطفے سے یہ پیدا ہوا۔ اگر چاہوں تو اُس آدمی کا نام بتا سکتا ہوں، وَلٰكِنْ اَخَافُ عُمَرَ لیکن عمر کا مجھے ڈر ہے پھر جب امیر معاویہ نے حکومت سنبھالی، یہی زیاد فارس (ایران) کا گورنر تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔ امیر معاویہ نے اس کی خوب خاطر مدارات کی کہ اسے اپنے خاندان ابوسفیان سے ملا لے۔ زیاد بھی اس طرف راغب ہوگیا۔ اور ابوسفیان کا بیٹا ہونے کا اعلان کر دیا۔ امیر معاویہ نے اسے بصرہ کا گورنر بنایا، پھر کوفہ کا بھی۔ اور اسے خوب نوازا۔ (آج کی لوٹا کریسی، اور Always saleable, Horse trading ممبران اسمبلی کی ریت کہاں سے چلی)۔

آگے ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((فَكَانَ كَثِيْرٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ يُنْكِرُوْنَ ذٰلِكَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ مُحْتَجِّيْنَ بِحَدِيْثِ "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ".)) [1]

صحابہ کرام و تابعین عظام کی کثیر تعداد، امیر معاویہ کی اس حرکت پر انہیں برا کہتی تھی، کہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''بچہ اس کا کہلائے گا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔'' کی صریح مخالفت کی گئی تھی۔

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے:

((فَلَمَّا اسْتَلْحَقَهٗ مُعَاوِيَةُ صَارَ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَلٰى اٰلِ عَلِيٍّ وَشِيْعَتِهٖ، وَهُوَ الَّذِيْ سَعٰى فِيْ قَتْلِ حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ وَمَنْ مَعَهٗ.)) [2]

---

[1] فتح الباری، جلد 12، ص 66۔

[2] لسان المیزان جلد 2، ص 574۔

”جب معاویہ نے زیاد کو اپنے خاندان میں ملا لیا تو پھر یہ (بدبخت) سب لوگوں سے بڑھ کر، اولادِ علی اور ان کے حامیوں پر سخت گیر ثابت ہوا اور اسی نے عظیم صحابی حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو قتل کرنے میں سرتوڑ کوشش کی۔“

☆ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا:

جنادۃ بن ابی امیۃ جو شام میں، امیر معاویہ کا، امیر البحر (Admiral) تھا۔

((وَاَرَادَ مُعَاوِيَةُ اسْتِلْحَاقَهُ اَخًا، كَمَا فَعَلَ بِزِيَادٍ، فَاَبٰى ذٰلِكَ جُنَادَةُ.))

”امیر معاویہ نے اسے اپنا خاندانی بھائی بنانے کا ارادہ کیا، جیسے زیاد کو خاندان میں ملا لیا تھا۔ لیکن جنادہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔“ ❶

☆ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

"جنادة بن ابی امية الازدی، الدوسی، من كبراء التابعين."

”یہ حضرت جنادہ عظیم تابعین میں سے تھے۔“ ❷

زیاد کے باپ بدلنے کی مکروہ حرکت پر، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، علامہ ابن حزم رحمہ اللہ، علامہ ذہبی رحمہ اللہ، جیسے عظیم نقاد محدثین کی مختصر تشریحات کے بعد، ذرا علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی سنیے:

((وكان الحسن البصری يذم هذا مِنْ فِعْلِهِ، ويقول: اِسْتَلْحَقَ زِيَادًا، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

---

❶ جمهرة انساب العرب، ص386، وهولاء بنو اخيه مغيرة بن زهران.

❷ سير اعلام النبلاء جلد 4، ص62.

وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ"))

"امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کے اس فعل کی مذمت کیا کرتے تھے، اور فرماتے کہ امیر معاویہ نے زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کیا جبکہ حضور ﷺ کا فرمان تھا کہ بچہ اسی کا کہلائے گا جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زانی کے لیے پتھر ہیں۔"

انجامِ گلستاں:

جس دینِ اسلام کے باغ کو رسول اللہ ﷺ نے، اور آپ کے نہایت مخلص صحابہ کرام نے اپنے لہو سے سینچا تھا، تئیس (23) برس کی طویل جدوجہد سے جو گلشن پُر بہار ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد جسے مزید خلفاء راشدین نے پُر فضا بنایا تھا، وہی گلشن ضمیروں کے سوداگروں نے، اور ثمن قلیل پر بک جانے والوں نے اجاڑ کے رکھ دیا۔

بربادیِ گلزار پر، حضور ﷺ خبردار کرتے ہوئے، دنیا سے رخصت ہوئے تھے:

((لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) [1]

"حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرماتے وقت فرمایا: "دیکھنا! کہیں میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنوں پر تلواریں چلاؤ۔"

بالآخر وہی ہوا جو آپ ﷺ پیش گوئی کر گئے تھے۔

جس حرام زادے زیاد کا ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں، اُس کی اِس مذموم حرکت سے، اس کا ماں جایا بھائی، ابوبکرہ سخت شرمسار اور نالاں تھا، ساری

[1] مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 3537، متفق علیہ۔

زندگی اس بھائی سے تادمِ مرگ بات نہیں کی۔

اور اسی زیاد ولد الحرام کا آگے جو عبید اللہ بیٹا پیدا ہوا۔ وہ بھی باپ کے نقش قدم پر چلا۔ اس نے میدانِ کربلا میں، خاندانِ نبوت کو تباہ و برباد کر دیا۔ ہمارے بعض دوست، واقعہ کربلا کو معمولی سمجھتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت کے جلیل القدر ائمہ اربعہ اور محدثین کرام کے دل، اس صدمے سے نہایت مغموم ہیں۔ وہ روافض کی طرح واویلا نہیں کرتے، نہ سینہ کوبی کرتے ہیں۔ بلکہ فرمانِ الٰہی کے مطابق صبر و تحمل کرتے ہیں۔ کبھی ان جیسے اہل علم کا دل بھر آئے تو تنہائی میں بیٹھے آنسو بہا لیتے ہیں اور اولادِ پیغمبر پر نہایت عقیدت و محبت سے، درود و سلام کے پھول نچھاور کر لیتے ہیں۔ وہ شہیدانِ کربلا کو یاد کر کے، اپنے ایمان کی بیٹری چارج کر لیتے ہیں۔ پھر میدانِ عمل میں آگے بڑھتے ہیں۔

؎ نوا پیرا ہو اے بلبل! کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں، شاہیں کا جگر پیدا

زندہ دلوں کو کربلا کا صدمہ پہنچا، مردہ دلوں کو خوشی ملی:

- تین مختلف اوقات میں، اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تین مختلف فرشتے، حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجے، وہ جب بھی قتل حسین کی خبر سناتے، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو برسنا شروع ہو جاتے۔
- آپ کی زوجہ محترمہ، ام المومنین، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب قتل حسین کی خبر سنی تو قاتلوں کو بددعائیں دیتے ہوئے، بیہوش ہو کر زمین پر گر گئیں۔ ❶
- اللہ تعالیٰ نے خود ناراضی کے عالم میں فرمایا:

((اِنِّی قَتَلْتُ بِیَحْیٰی بْنِ زکریا سَبْعِیْنَ، وَاِنِّیْ قَاتِلٌ بِابْنِ

❶ تہذیب التہذیب ابن حجر جلد 2، ص355.

بِنْتِكَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَسَبْعِيْنَ اَلْفًا.))

''بے شک میں نے، اپنے نبی یحییٰ علیہ السلام کے ایک قتل ناحق کا بدلہ ستر ظالموں اور قاتلوں سے لیا۔ لیکن اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے نواسے کا انتقام میں، ستر ہزار، پھر ستر ہزار (یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار) ظالموں اور قاتلوں سے لوں گا۔'' [1]

☆ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے لکھا:

جب شہادتِ حسین کی خبر، اہل مدینہ کو پہنچی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی، اپنے خاندان کی خواتین کے ہمراہ بے حال ہو کر روتی ہوئی باہر نکلیں، اور یہ اشعار کہہ رہی تھیں:

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ
مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ افضل الْاُمَمِ
بِعِتْرَتِیْ وباھلی عند منطلقی
مِنْهُمْ اُسَارٰی ومنھم ضُرِّجُوْا بِدَمِ
مَا كَانَ هٰذَا جَزَائِیْ اِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ
اِنْ تُخْلِفُوْنِیْ بِشَرٍّ فِیْ ذَوِیْ رَحِمٍ [2]

''اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پوچھ لیا کہ تم نے خیر الامم کا خدائی ٹائٹل پا کر، میرے دنیا سے رخصت ہوتے ہی، میرے گھرانے کے ساتھ کیا گل کھلائے؟ کیا کیا ستم ڈھائے؟ تو بتاؤ، کیا جواب دو گے؟ میری نسل پیغمبرانہ میں سے خواتین محترم کو زنجیریں پہنا دیں،

[1] تہذیب التہذیب لابن حجر جلد 2، ص254۔ المنتظم لابن جوزی جلد 5، ص346۔

[2] سندہ اجود، معجم کبیر طبرانی 3، ص118۔ المنتظم جلد 5، ص344۔

اور میرے پھولوں جیسے جوانوں کو، خون میں نہلا دیا۔ میں تو ساری زندگی، تمہاری بھلائی کرتا رہا، مگر تم نے الٹا میرے ذاتی گلشن کو ہی برباد کر کے رکھ دیا۔"

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت لائے:

((قال ابراھیم النخعی: لَوْ كُنْتُ مِمَّنْ قَاتَلَ الْحُسَيْنَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ لَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ.)) ٥

☆ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر میں خدانخواستہ قاتلانِ حسین میں شریک ہوتا، پھر خوش قسمتی سے مجھے جنت میں بھی داخل کر دیا جاتا تو شرمندگی کے باعث، میں حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھنے کی سکت نہ رکھتا۔ آپ ﷺ کے سامنے بارے شرم کے نظریں نہ اٹھا سکتا۔

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت بھی لائے ہیں:

((قَالَتْ مَرْجَانَةُ لِابْنِهَا عُبَيْدِ اللهِ: يَا خَبِيْثُ! قَتَلْتَ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ، لَا تَرٰى وَاللهِ الْجَنَّةَ أَبَدًا.)) ٥

"مرجانہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ سے کہا: او خبیث! تو نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کیا ہے۔ اللہ کی قسم! تو جنت کو کبھی دیکھ بھی نہ پائے گا۔"

یعنی جنت میں داخل ہونا دور کی بات ہے، تو جنت کو دور سے دیکھ بھی نہ سکے گا۔ یہ ایمان والی ماں، اپنے قاتل اہل بیت بیٹے کو، سخت رنج اور صدمے

٥ تہذیب التہذیب جلد2، ص355۔ طبرانی کبیر جلد3، ص112، رجالہ ثقات۔
٥ تہذیب التہذیب جلد 2، ص357۔

سے کہہ رہی ہے۔ حالانکہ ماں کو اپنا بیٹا کتنا پیارا ہوتا ہے۔

بیٹے کے ہاتھوں ستائی ہوئی ایک اور ماں:

علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے:

عہد نبوی میں ایک نوجوان، جسے علقمہ کہتے تھے، بہت عبادت گزار اور صدقہ وخیرات کرنے والا تھا۔ شدید بیمار ہوا، بالآخر اس کی بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوا دیا کہ میرا شوہر حالت نزع میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بلال وعلی اور سلمان وعمار رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا کہ علقمہ کی حالت دیکھیں۔ ان چاروں نے پہنچ کر، اسے کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین کی، مگر وہ زبان بستہ ومہر بہ لب ہو چکا تھا۔ جب انہیں احساس ہوا کہ کہیں بغیر کلمہ پڑھے رخصت نہ ہو جائے، انہوں نے بلال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس کے والدین زندہ ہیں؟ بتایا گیا کہ صرف ماں زندہ ہے لیکن بہت بوڑھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا: جاؤ اس کی ماں کو میرا سلام کہیں اور پوچھیں، کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا سکتی ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آ جائیں؟

((فَقَالَتْ :نَفْسِیْ لِنَفْسِهِ الْفِدَاءُ، اَنَا اَحَقُّ بِاِتْیَانِهٖ.))

وہ بڑھیا کہنے لگی: میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتی ہوں۔

اس نے اپنی لاٹھی پکڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ کے سامنے مؤدب بیٹھ گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اماں جان! سچ سچ بتاؤ، علقمہ کا کیا معاملہ ہے؟

کہنے لگی: بہت نمازی اور روزے رکھنے والا، صدقہ وخیرات کرتے وقت،

نہ شمار کر کے دیتا ہے نہ ناپ تول کر۔ یعنی بے شمار خرچ کرتا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ آپ کے ساتھ اس کا برتاؤ کیسا ہے؟

کہا: مجھے اس پر سخت غصہ ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: غصہ کس لیے ہے؟

کہنے لگی: ہمیشہ اپنی بیوی کو مجھ پر فوقیت دیتا ہے۔ اُسی کا فرمانبردار اور میرا نافرمان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ماں کی ناراضی سے ہی، اس کی زبان کلمہ شہادت پڑھنے سے بند ہوگئی ہے۔

حضور ﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ باہر کھلی جگہ ڈھیر ساری لکڑیاں جمع کر کے، آگ جلائیں، جب خوب شعلے بھڑک اٹھیں، تو علقمہ کو اس میں پھینک کر جلا دیں۔ بڑھیا نے جب یہ سنا تو پکار اٹھی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِبْنِيْ وَثَمْرَةُ فُؤَادِيْ، تُحْرِقُهٗ بِالنَّارِ بَيْنَ يَدَيَّ، فَكَيْفَ يَحْتَمِلُ قَلْبِيْ؟))

''اے اللہ کے رسول! وہ میرا بیٹا ہے، میرے دل کا ٹکڑا ہے، آپ اسے میرے سامنے آگ میں جلا دیں گے تو میرا دل کیسے برداشت کرے گا؟''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام علقمہ! اللہ تعالیٰ کا عذاب تو اس سے کئی گنا زیادہ شدید اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کا بیٹا، اُس دردناک عذاب سے بچ نکلے، تو اسے معاف کر دیں۔

((فَرَفَعَتْ يَدَيْهَا وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُشْهِدُ اللّٰهَ فِيْ سَمَائِهٖ، وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَمَنْ حَضَرَنِيْ، اِنِّيْ قَدْ رَضِيْتُ عَنْ عَلْقَمَةَ.))

''بڑھیا نے کپکپاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور

کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں آسمانوں میں خدا کو گواہ بنا کے، آپ کی اور تمام حاضرین کی موجودگی میں اعلان کرتی ہوں کہ میں نے اپنے بیٹے علقمہ کو معاف کر دیا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو علقمہ کے پاس بھیجا کہ اب دیکھو وہ کلمہ پڑھنے کے قابل ہوا کہ نہیں؟ کہیں اس کی ماں نے میری شرم کرتے ہوئے یہ کچھ نہ کہا ہو۔ بلال جب اس کے دروازے پر پہنچے تو وہ کلمہ پڑھ رہا تھا۔ پھر اس کی روح پرواز کر گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ❶

تیسری ماں کا کردار:

صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث میں ذکر ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رات کے وقت میں اور مسطح کی ماں گھر جا رہی تھیں۔ ام مسطح کو ٹھوکر لگی تو کہا: تَعِسَ مِسْطَحْ، یعنی مسطح تباہ و برباد ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حیرت سے پوچھا: اپنے بیٹے مسطح کو کیوں بددعا دے رہی ہو؟ وہ تو بدری صحابی ہے۔ ام مسطح نے جواب دیا: عائشہ! تمہیں معلوم نہیں، میرا یہ بیٹا بھی ان لوگوں میں شامل ہے، جنہوں نے آپ کی ذات پر جھوٹا بہتان لگایا ہے۔ ❷

تینوں ماؤں کے کردار پر تجزیہ:

❶ پہلی ماں عبید اللہ بن زیاد (قاتل حسین) کی مرجانہ، اپنے بیٹے کو واقعہ کربلا کے بعد، دکھ بھرے انداز میں کہتی ہے اے خبیث! رسول اللہ کے نواسے کو قتل کرنے کے بعد، بخدا تو جنت کو کبھی دیکھ بھی نہ پائے گا۔

---

❶ تنبیہ الغافلین، ص 58، باب حق الوالدین۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر 4750، کتاب التفسیر۔

❷ دوسری ماں، علقمہ کی، جس نے بیٹے کی زیادتیوں، نافرمانیوں، ایذا رسانیوں کو بالآخر معاف کر دیا۔

❸ تیسری امِ مسطح جنھوں نے بیٹے کے بدری صحابی ہونے کے باوجود، اسے بددعائیں دیں۔

ان تینوں میں فرق واضح ہے، مرجانہ اور ام مسطح، اس لیے بیٹوں پر سخت ناراض کہ ان کے بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کی حرمت کو پامال کیا۔ لیکن ام علقمہ نے اپنی ذات سے متعلق گستاخیوں کو معاف کر دیا۔ یہ ان کا ذاتی حق تھا۔ یعنی حرمت رسول کو پامال کرنے والا بہت بڑا مجرم ہے۔ بہ نسبت حرمت ماں کے۔ حالانکہ جرم یہ بھی بڑا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کو صدمہ کربلا:

((قال الحسن البصری: قُتِلَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ سِتَّةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَاللّٰهِ مَا عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ اَهْلُ بَيْتٍ يُشْبِهُوْنَ.)) ❶

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

حسین بن علی کے ہمراہ ان کے اپنے گھرانے کے سولہ (16) افراد شہید ہوئے۔ اللہ کی قسم! اس روز، روئے زمین پر، ان جیسا کوئی گھرانہ نہیں تھا۔

((قَالَتْ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمُّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا: سَمِعْتُ الْجِنَّ تَنُوْحُ عَلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما.)) ❷

❶ معجم طبرانی جلد 3، ص 118۔

❷ معجم کبیر طبرانی جلد 3، ص 121۔ تہذیب التہذیب جلد 2، ص 355 رجالہ رجال الصحیح۔

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: شہادتِ حسین پر جنوں کو روتے ہوئے سنا گیا تھا۔

☆ ذوید الجعفی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

((لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ انْتُهِبَ جَزُوْرٌ مِنْ عَسْكَرِهِ، فَلَمَّا طُبِخَتْ إِذَا هِيَ دَمٌ، فَأَكْفَؤُوْهَا.))

''جب حسین شہید کیے گئے تو ان کے لشکر سے ایک اونٹنی لوٹ لی گئی۔ جب اسے کاٹ کر گوشت پکایا گیا تو وہ سارا خون بن گیا تھا، بالآخر انہیں زمین پر بہانا پڑا۔'' ❶

☆ ابن زیاد نے جب حسین کے بریدہ سر کو اپنے سامنے طشت میں دیکھا تو ان کے چہرۂ انور پر چھڑی مارنے لگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَأَسُوْءَنَّكَ، لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُقَبِّلُ مَوْضِعَ قَضِيْبِكَ مِنْ فِيْهِ.))

''اللہ کی قسم! میں تجھے یہ بات سنا کر ضرور جلاؤں گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسین کے یہی لب چومتے دیکھا تھا، جن پر تو اب چھڑی مار رہا ہے۔'' ❷

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ، وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَقَالَ النَّبِيُّ: هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.)) ❸

---

❶ معجم الكبير جلد3، ص121، رجاله ثقات.

❷ معجم الكبير، ص125، رواه البزار والطبراني ورجاله وثقوا.

❸ صحيح بخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي، حديث نمبر3753.

''عراقی لوگ محرم کے مکھی مارنے کا گناہ و کفارہ تو پوچھتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو، قتل کرنے پر (فکر مند نہیں ہیں) جب کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا: وہ دونوں نواسے (حسن و حسین) میرے گلستانِ دنیا کے مہکتے پھول ہیں۔''

آئمہ اسلام کو صدماتِ اہل بیت رسول ﷺ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم:

- امام حسین کے پوتے، زید بن علی بن حسین نے، جب صفر 122ھ میں اموی بادشاہ، ہشام بن عبد الملک کے خلاف خروج کیا، تو امام ابوحنیفہؒ نے دس ہزار روپے کی مالی اعانت کی، اور اس کو جہاد قرار دیا اور فرمایا:

((خُرُوْجُهٗ يُضَاهِيْ خُرُوْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ.)) ⓿

- 145ھ میں جب حسن بن علی کے پوتوں، محمد بن عبداللہ اور ابراہیم بن عبداللہ نے، عباسی بادشاہ منصور کے خلاف خروج کیا، تو امام ابوحنیفہ نے اس کو نفلی حج سے پچاس گنا زیادہ، اجر و ثواب کا جہاد قرار دیا۔ اور لوگوں کو اس جہاد میں شرکت کرنے، اور ابراہیم کا ساتھ دینے کی رغبت دلائی۔ ⓿

- حسن بن قحطبہ، منصور عباسی کے قابل اعتماد سپہ سالار (Commander in chief) تھے، مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ تھے۔ منصور نے جب اس کو ابراہیم بن عبداللہ کے مقابلے کے لیے بھیجنا چاہا، تو اس نے امام ابوحنیفہ کے کہنے پر، ابراہیم کا مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ ⓿

⓿ مناقب الامام للمكی، بحواله تفهيم المسائل جلد 3، ص 287.

⓿ مناقب الامام للمكی، بحواله تفهيم المسائل جلد 3، ص 287.

⓿ مناقب الامام للمكی، بحواله تفهيم المسائل جلد 3، ص 287.

4. علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

((تُوُفِّيَ شَهِيْدًا مُسْقِيًا فِيْ سَنَةِ خَمْسِيْنَ وَمِائَة.)) [1]

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو زبردستی زہر پلا کر 150ھ میں شہید کیا گیا۔

5. علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا:

''وَقَدْ قَالَ الشَّافِعِيُّ: ''مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ'' اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ وَاِنْ كَانَ النَّاسُ خَالَفُوْهُ فِيْ اَشْيَاءٍ وَاَنْكَرُوْهَا عَلَيْهِ فَلَا يَسْتَرِيْبُ اَحَدٌ فِيْ فِقْهِهٖ وَفَهْمِهٖ وَعِلْمِهٖ. وَقَدْ نَقَلُوْا عَنْهُ اَشْيَاءً يَقْصُدُوْنَ بِهَا الشَّنَاعَةَ عَلَيْهِ وَهِيَ كِذْبٌ عَلَيْهِ قَطْعًا. مَثَلُ مَسْاَلَةِ الْخِنْزِيْرِ الْبَرِّيِّ وَنَحْوِهَا.'' [2]

''امام شافعی رحمہ اللہ فرما چکے ہیں کہ ''جو بھی دین کی فقہ سیکھنے کی تمنا کرے گا، وہ امام ابوحنیفہ کے سامنے بچوں کی طرح ہوگا۔'' بے شک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بعض لوگوں نے، کئی چیزوں میں مخالفت کی تھی، اور ان پر نکیر کی تھی۔ مگر کوئی شخص ان کے تفقہ فی الدین، ان کی فہم و فراست، ان کے علم و عرفان میں ذرا بھی شک نہیں کرسکتا۔ کچھ چیزیں ان کی طرف سے، محض ان کو برا بنانے کے لیے نقل ہوئی ہیں جو کہ نرا جھوٹ ہیں۔ مثلاً بری خنزیر کا مسئلہ اور دیگر ایسے ہی مسائل۔''

امام مالک رحمہ اللہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے لکھا:

[1] سیر اعلام النبلاء، جلد 6، ص 403.

[2] منہاج السنة النبویة جلد 1، ص 372.

((ضُرِبَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ رحمه الله في سنة سبع واربعين ومائة.))

امام مالک رحمہ اللہ کو 147ھ میں مارا گیا۔

((ضَرَبَهُ سُلَيْمَانَ بْنَ عَلِيٍّ سَبْعِيْنَ سَوْطًا.))

سلیمان بن علی (والی مدینہ) نے، امام مالک رحمہ اللہ کو ستر (70) کوڑے مروائے۔

((وَالسَّبَبُ فِيْ ضَرْبِهِ اَنَّهُمْ سَاَلُوْهُ عَنْ مُبَايَعَةِ محمد بن عبد الله وَقَالُوْا لَهُ: اِنَّ فِيْ اَعْنَاقِنَا بَيْعَةَ اَبِيْ جَعْفَرَ (منصور خليفه) فَقَالَ: اِنَّمَا بَايَعْتُمْ مُكْرَهِيْنَ. وَلَيْسَ عَلٰى مُكْرَهٍ يَمِيْنٌ۔ فَاَسْرَعَ النَّاسُ اِلٰى مُحَمَّدٍ (ذو النفس الزكية))) ❶

''امام مالک رحمہ اللہ کی سزا کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے، ان سے فتویٰ مانگا، محمد بن عبداللہ کی بیعت کرنا کیسا ہے جبکہ ہماری گردنوں میں ابوجعفر منصور کی بیعت کا پٹا پڑا ہوا ہے؟ امام نے جواب دیا کہ ابوجعفر کی بیعت زبردستی کی ہے، دل کے نہ چاہنے پر ہے۔ اور مجبور کر کے کسی سے قسم لی جائے تو اس قسم کا کوئی کفارہ نہیں دینا پڑتا۔ لوگوں کا اس فتوے کو سننا تھا کہ محمد بن عبداللہ (ذوالنفس الزکیۃ) کی طرف دوڑ پڑے۔''

① ابن خلکان رحمہ اللہ نے یہ اضافہ کیا:

((وَمُدَّتْ يَدُهُ حَتّٰى انْخَلَعَتْ كَتِفُهُ.)) ❷

❶ المنتظم، الجزء 8، ص 106.

❷ وفيات الاعيان جلد 2، ص 301.

''امام کا بازو پکڑ کر، اتنا زور سے کھینچا گیا کہ کندھے کا جوڑ جوڑ کے لیے اکھڑ گیا۔''

② علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:

((قَالَ مَالِكٌ: طَلَاقُ الْمُكْرَهِ لَا يَجُوزُ عِنْدَهُ، فَغَضِبَ جَعْفَرٌ، فَدَعَا بِمَالِكٍ.))

''امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے نزدیک زبردستی (مجبور کر کے) لی گئی طلاق، جائز نہیں ہے۔ جعفر (والی مدینہ) نے غضب ناک ہو کر، امام مالک کو بلویا اور وضاحت طلب کی۔''

((فَأَمَرَ بِتَجْرِيدِهِ، وَضَرْبِهِ بِالسِّيَاطِ، وَجُبِذَتْ يَدُهُ حَتَّى انْخَلَعَتْ مِنْ كَتِفِهِ.)) ❶

''پھر اس ظالم نے امام کے کپڑے اتارنے، اور ننگے بدن کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ بازو اتنا سختی سے کھینچا کہ کندھے کا جوڑ بے کار ہو گیا۔''

③ ''المدونة'' کے مقدمہ میں عنوان ہے: اما عن محنته رضی الله عنه.

((اَنَّ اَبَا جَعْفَرٍ نَهَى مَالِكًا عَنِ الْحَدِيثِ "لَيْسَ عَلَى مُسْتَكْرَهٍ طَلَاقٌ" ۔ ثُمَّ دَسَّ اِلَيْهِ مَنْ يَسْأَلُهُ، فَحَدَّثَهُ بِهِ عَلَى رُؤُوسِ النَّاسِ، فَضَرَبَهُ بِالسِّيَاطِ.)) ❷

''بے شک ابو جعفر رحمہ اللہ نے، امام مالک رحمہ اللہ کو یہ حدیث بیان

---

❶ سیر اعلام النبلاء جلد 8، ص 80.

❷ ترجمة الامام مالك رحمه الله، المدونة، ص 10.

کرنے سے منع کیا، زبردستی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔'' پھر جاسوس بھیج کر سوال کیا گیا۔ امام نے یہ حدیث برسر عام بیان کردی۔ اس کے نتیجے میں ظالم نے، امام کو کوڑے لگوائے۔''

④ امام ابن العماد رحمہ اللہ نے لکھا:

یہ بھی روایت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کو بغداد لے جایا گیا، کیونکہ ان کے فتوے حکمرانوں کو راس نہیں آتے تھے۔ وہاں پوچھا گیا: نکاحِ متعہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ امام نے فرمایا: حرام ہے۔ پھر پوچھا گیا: قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرمایا: قرآن سے دلیل لاؤ۔

((فَطِيْفَ بِهٖ عَلٰى ثَوْرٍ مُشَوَّهًا، فَكَانَ يَرْفَعُ الْقَذْرَ عَنْ وَجْهِهٖ وَيَقُوْلُ: يَا اَهْلَ بَغْدَادَ مَنْ لَّمْ يَعْرِفْنِيْ فَلْيَعْرِفْنِيْ، اَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، فُعِلَ بِيْ مَا تَرَوْنَ لِاَقُوْلَ بِجَوَازِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَلَا اَقُوْلُ بِهٖ.)) ⁰

بالآخر امام کے چہرہ مبارک پر سیاہی مل کر، گدھے پر سوار کرکے، بغداد کی گلیوں میں گھمایا گیا۔ امام اپنے چہرے سے گندگی صاف کرتے ہوئے فرماتے جارہے تھے:

اے بغداد کے رہنے والو! جو مجھے نہیں جانتا، وہ اب جان لے، مجھے پہچان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ میرا یہ حشر اس لیے ہوا ہے کہ مجھ سے نکاحِ متعہ کے جواز کا، زبردستی فتویٰ لیا جا رہا تھا۔ لیکن میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ حکومت کی مرضی کے مطابق، جوازِ نکاحِ متعہ سے انکاری ہوں۔

⁰ شذرات الذہب، جلد 2، ص 351۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم:

والی یمن جو حد درجہ سفاک و ظالم تھا، اس نے خلیفہ ہارون الرشید کو خط لکھا: یہاں علویوں کی تحریک سر اٹھا رہی ہے انہی میں شافع مطلبی کا لڑکا (امام شافعی رحمہ اللہ) بھی ہے، جو نہ میرا حکم مانتا ہے، نہ میری پابندیوں کو خاطر میں لاتا ہے۔ یہ اپنی زبان سے وہ کام کر رہا ہے جو ایک جنگجو سپاہی تلوار سے بھی نہیں کرسکتا۔

خلیفہ نے یہ مکتوب پڑھتے ہی والی یمن کو فرمان لکھا:

وہ نو کے نو (9) آدمی مع شافعی کے فوراً بغداد بھیج دیے جائیں۔

بالآخر وہ نو افراد، ہارون الرشید کے حکم سے قتل کر دیے گئے۔

رشید کے حکم سے، جب قتل کے لیے شافعی کو بھی چمڑے کے فرش پر بٹھایا گیا۔ اور تلوار سامنے لائی گئی۔ تو انہوں نے فرمایا:

اے امیر المومنین! ان دو آدمیوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ایک ان میں سے مجھے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔

دوسرا مجھے اپنا غلام تصور کرتا ہے۔

ان دونوں میں سے کون مجھے محبوب ہونا چاہیے؟

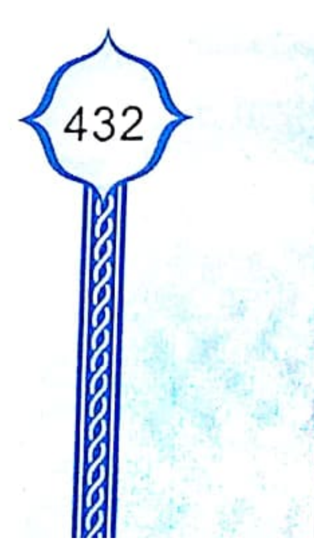
ہارون الرشید نے جواب دیا:

وہ شخص جو تمہیں اپنا بھائی تصور کرتا ہے۔

امام شافعی نے کہا:

اے امیر المومنین! یہ بات آپ نے فرمائی ہے۔

لہٰذا، آپ، عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ اور علوی، علی کی اولاد ہیں۔ اور ہم بنو مطلب ہیں۔ اس طرح عباسی ہمیں اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور علوی ہمیں اپنا غلام خیال کرتے ہیں۔



☆ اس علمی و عقلی بات سے خلیفہ متاثر ہوا اور امام شافعی کی جان بچ گئی۔ ❶

آل نبی ﷺ کے بارے میں دو شعر:

آلُ النَّبِيِّ ذَرِيْعَتِيْ وَهُمُوْا اِلَيْهِ وَسِيْلَتِيْ

اَرْجُوْ بِهِمْ اُعْطٰى غَدًا بِيَدِي الْيَمِيْنِ صَحِيْفَتِيْ ❷

”نبی اکرم ﷺ کی آل اولاد میرا ذریعہ ہیں۔ وہی میرا وسیلہ ہیں۔ میں انہی کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ کل روزِ قیامت، میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور حب اہل بیت رضی اللہ عنہم:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا:

((قال صالح ابن احمد بن حنبل: قُلْتُ لِاَبِيْ: اِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ: اِنَّهُمْ يُحِبُّوْنَ يَزِيْدَ۔ قَالَ: يَا بُنَيَّ! وَهَلْ يُحِبُّ يَزِيْدَ اَحَدٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ؟ فَقُلْتُ: يَا اَبَتِ! فَلِمَاذَا لَا تَلْعَنُهُ؟ قَالَ: يَا بُنَيَّ! وَمَتٰى رَاَيْتَ اَبَاكَ يَلْعَنُ اَحَدًا؟)) ❸

”حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے صالح نے، اپنے والد سے پوچھا: ابا جان! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ، یزید سے محبت کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا: میرے بیٹے! جو شخص بھی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ کیسے یزید سے محبت رکھ سکتا ہے؟ تو میں نے عرض کیا، ابا جان! پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں

❶ الشافعی ابوزہرہ مترجم، ص 58.

❷ دیوان الامام الشافعی، ص 34.

❸ مجموعۃ الفتاویٰ، ابن تیمیہ، جلد 2، ص 254، مفصل الاعتقاد

کرتے؟ فرمایا: اے میرے لختِ جگر! آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ تیرے باپ نے کسی پر بھی لعنت کی ہو؟ یعنی میں زبان کو صاف ستھرا رکھتا ہوں، غیر معیاری الفاظ، زبان سے نہیں نکالتا۔"

☆ قاضی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ منصور پوری نے لکھا:

خلقِ قرآن کا مسئلہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں نکلا، سلطنت بغداد، اس مسئلہ کی حامی تھی۔ امام نے سختی سے اس کا انکار کیا، اس کی وجہ سے ان پر ظلم کیا گیا۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں۔ اسی حالت میں انہیں پیدل، دوسو میل کا سفر طے کروایا گیا۔ تازیانے لگائے گئے۔ ذلت ورسوائی کے ریکارڈ توڑے گئے۔ لیکن امام ہمام نے ایسے صبر واستقامت کے نمونے دکھلائے، کہ ظالم ظلم کرتے کرتے تھک گئے۔ یہ واقعہ ماہِ رمضان 220ھ کا ہے۔

اس زمانے میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بڑے زاہد وعابد بزرگ تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کیوں نہیں کرتے۔

فرمایا: میں اپنے آپ کو اتنی بڑی مصیبتوں میں ڈالنے کی ہمت نہیں پاتا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا صبر تو انبیاء کرام جیسا ہے۔ ❶

☆ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بشر رحمۃ اللہ علیہ حافی کا قول یوں نقل کیا ہے:

"اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ اَقُوْمَ مَقَامَ الْاَنْبِيَآءِ؟" ❷

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں مقامِ انبیاء پر کھڑا ہو جاؤں؟" یعنی یہ حوصلہ صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ہے میرا نہیں ہے۔

---

❶ تاریخ المشاہیر، ص 45.

❷ سیر اعلام النبلاء: جلد 11، ص 197.

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (استاذ امام بخاری) نے فرمایا:

"اِذَا رَأَیْتَ مَنْ یُّحِبُّ اَحْمَدَ، فَاعْلَمْ اَنَّہٗ صَاحِبُ سُنَّۃٍ." ❶

"جب تو کسی کو امام احمد سے محبت کرتا دیکھے تو یقین کرلے کہ وہ حقیقی اہل سنت ہے۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا:

"قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ: کَانَ اَبِیْ یَقُوْلُ: قُوْلُوْا لِاَھْلِ الْبِدَعِ، بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْجَنَائِزُ." ❷

"امام احمد کے بیٹے عبداللہ نے بیان کیا کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے: اہل بدعت (ظالم حکمرانوں) کو بتادو کہ ہماری اور تمہاری حق پرستی ومقبولیت کا پول ہمارے جنازوں سے کھل جائے گا۔"

ساتھ ہی ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَقِیْلَ حُزِرَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ، فَکَانُوْا ثَمَانُ مِائَۃِ اَلْفِ رَجُلٍ وَّسِتِّیْنَ اَلْفِ امْرَأَۃٍ."

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں حاضرین کا اندازہ لگایا گیا تو آٹھ لاکھ مرد شریک ہوئے تھے، اور ساٹھ ہزار عورتوں نے شرکت کی تھی۔" ❸

اسی طرح پاکستان کے ایک حکمران نے ڈاکٹر نذیر احمد رحمہ اللہ کو شہید کروا کے

❶ سیر اعلام النبلاء جلد 11: ص 198۔

❷ تہذیب التہذیب جلد 1: ص 75۔

❸ تہذیب التہذیب جلد 1، ص 75۔

کہا تھا کہ اب سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھانے والے چار ممبران اسمبلی بھی نہ رہے۔ لیکن دونوں کے جنازوں نے راز کھول دیا کہ سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی میت جس چارپائی پر، قذافی اسٹیڈیم لاہور لے جائی جا رہی تھی، اسے لمبے بانس باندھے گئے تھے اور لاکھوں انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا میت کے چاروں اطراف جا رہا تھا۔ اور نوجوان بے ہوش ہو ہو کر گرتے جاتے تھے۔

دوسری طرف اسی حکمران کا جنازہ دیکھیں، جسے چند فوج اور ان کے گھرانے کے افراد نے شرکت کر کے، خاموشی سے تجہیز و تکفین کر ڈالی تھی، قائد عوام کے جنازے نے ان کی مقبولیت کا بھرم کھول دیا تھا۔

لہٰذا محبان اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازوں کا منظر، ذرا تاریخ کے جھروکوں سے دیکھیں تو سہی۔

حادثہ کربلا کے بعد:

علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت لائے ہیں:

((قَالَ الْاَعْمَشُ: خَرِئَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِی اَسَدٍ عَلٰی قَبْرِ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہما، قَالَ: فَاَصَابَ اَهْلَ ذٰلِكَ الْبَیْتِ خَبَلٌ وَّجُنُوْنٌ وَّ جُذَامٌ وَّ مَرَضٌ وَّ فَقْرٌ.)) ❶

''امام اعمش نے کہا: بنو اسد قبیلے کے ایک آدمی نے، قبر حسین علیہ السلام پر پائخانہ کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام افرادِ خانہ کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر دیا۔ کسی کو پاگل کر دیا، کوئی دیوانہ ہو گیا، کوئی کوڑھی ہوا، کوئی دائمی مریض ہو کے رہ گیا، کوئی در بدر بھیک مانگتا

❶ معجم کبیر للطبرانی جلد 3: ص 120، رجالہ صحیح، روایت نمبر 2860.

پھرتا تھا۔"

تشریح:

جرم تو ایک شخص نے کیا، سزا سارے گھرانے کو کیوں ملی؟

اس لیے کہ سب کے دل میں نواسہ رسول ﷺ کے خلاف نفرت بھری ہوئی تھی۔ امام اعمش کے بارے میں ابن قتیبہ نے لکھا ہے:

"قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي أَصْحَابِ الْحَدِيثِ، لِأَنَّ الْحَدِيثَ كَانَ أَغْلَبَ عَلَيْهِ مِنَ الْقِرَاءَةِ."[1]

"ہم اعمش کا ذکر اصحاب الحدیث میں کر چکے ہیں، کیونکہ قراءت کے مقابلے میں حدیث کا ان پر غلبہ تھا۔"

علامہ طبرانی نے یہ روایت بھی لائے ہیں:

((قَالَ ابو رجاء عطاردی: لَا تَسُبُّوا عَلِيًّا وَلَا أَهْلَ هٰذَا الْبَيْتِ، فَإِنَّ جَارًا لَنَا مِنْ بلهجيم قَالَ: أَلَمْ تَرَوْا إِلَى هٰذَا الْفَاسِقِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَتَلَهُ اللّٰهُ، فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِي عَيْنَيْهِ، فَطَمَسَ اللّٰهُ بَصَرَهُ.))[2]

"امام ابورجاء عطاردی تابعی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے کو گالی نہ دو، ہمارا ایک ہمسایہ تھا، جس نے کہا تھا: دیکھو اس فاسق حسین کو اللہ اسے ہلاک کرے (نعوذ باللہ) تو اللہ تعالیٰ نے دو ستارے اس کی آنکھوں میں مارے، وہ ہمیشہ کے لیے اندھا ہو گیا۔"

[1] المعارف: ص 230.

[2] معجم كبير طبرانی، جلد 3: ص112، روایت نمبر 2830 رجاله صحيح.

سفیان کو اس کی دادی نے بتایا:
دو جعفی آدمی قتل حسین علیہ السلام میں شریک ہوئے تھے۔
"وَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَطَالَ ذَكَرُهُ حَتّٰى كَانَ يَلُفُّهُ، وَاَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَسْتَقْبِلُ الرَّاوِيَةَ بِفِيْهِ حَتّٰى يَأْتِيَ عَلٰى آخِرِهَا." [1]
"ایک کا عضو تناسل اتنا لمبا ہو گیا کہ اسے لپیٹنا پڑتا تھا، دوسرے کو استسقاء کی بیماری لگ گئی، مشک کو منہ لگا کر ساری پی جاتا تھا۔"
"قَالَ الزهری: مَا رُفِعَ بِالشَّامِ حَجَرٌ، يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلَّا عَنْ دَمٍ، رضی اللہ عنہ." [2]
"امام زہری نے فرمایا: جس دن حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا، شام کے علاقے میں جو پتھر بھی زمین سے اٹھایا جاتا، وہ خون سے لت پت ہوتا تھا۔"
مفسر قرآن امام السدی رحمہ اللہ نے بیان کیا:
"اَتَيْتُ كَرْبَلَاءَ اَبِيْعُ الْبَزَّ بِهَا، فَعَمِلَ لَنَا شَيْخٌ طَعَامًا، فَتَعَشَّيْنَاهُ عِنْدَهُ، فَذَكَرْنَا قَتْلَ الْحُسَيْنِ، فَقُلْنَا: مَا شَرَكَ فِيْ قَتْلِهٖ اَحَدٌ، اِلَّا مَاتَ بِأَسْوَءِ مِيْتَةٍ، فَقَالَ: مَا اَكْذَبَكُمْ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ! فَاَنَا مِمَّنْ شَرَكَ فِيْ ذٰلِكَ، فَلَمْ يَبْرَحْ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْمِصْبَاحِ وَهُوَ يَتَّقِدُ فَنَفَطَ فَذَهَبَ يُخْرِجُ الْفَتِيْلَةَ بِاِصْبَعِهٖ، فَاَخَذَتِ النَّارُ فِيْهَا، فَذَهَبَ يُطْفِيْهَا بِرِيْقِهٖ، فَاَخَذَتِ النَّارُ فِيْ لِحْيَتِهٖ، فَعَدَا فَاَلْقٰى نَفْسَهٗ فِي الْمَآءِ فَرَاَيْتُهٗ كَاَنَّهٗ حُمَمَةٌ." [3]

---

[1] معجم کبیر طبرانی، روایت نمبر 2857، رجالہ ثقات۔
[2] معجم کبیر طبرانی، روایت نمبر 2835، رجالہ صحیح۔
[3] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، جلد 3، ص 355،

میں ایک دفعہ کربلا آیا، وہاں میرا کپڑے کا بزنس تھا، ایک شام وہاں ایک بوڑھے نے ہمارا کھانا بنایا اور ہمیں دعوت دی، ہم نے کھانا کھالیا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے شہادت حسین کا ذکر ہوا۔ ہم نے کہا: جو بھی قتل حسین میں شریک ہوا، وہ بدترین موت ہی مر گیا۔ بوڑھے نے کہا: عراقیو! تم کتنے بڑے جھوٹے ہو! میں تو خود قاتلین حسین میں شامل تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ بوڑھا، چراغ (Lamp) کے قریب گیا، چراغ جلتے جلتے بجھنے لگا۔ تو اپنی انگلی سے بتی کو باہر نکالنے لگا۔ انگلی کو آگ لگ گئی۔ اپنے منہ کے لعاب سے، انگلی کی آگ بجھانے لگا تو اس کی داڑھی کو آگ لگ گئی، پھر وہ دوڑنے لگا، بالآخر پانی میں کود گیا بس آناً فاناً وہ جل کر کوئلہ ہو گیا۔"

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو کربلا کا صدمہ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا: قتل حسین کے بعد تین طرح کے گروہ پیدا ہوئے:

① حزب اول کا کہنا ہے کہ حسین ٹھیک قتل ہوئے کہ وہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈال رہے تھے۔

② حزب ثانی کا کہنا ہے کہ حسین کے قاتل کافر ہو گئے تھے۔

③ والحزب الثالث: وَهُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ يَرَوْنَ اَنَّهُ قُتِلَ مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا. تیسرے گروے کا کہنا ہے جو کہ اہل سنت والجماعت کا گروہ ہے بے شک حسین مظلوم شہید کیے گئے۔

اسی صفحہ پر آگے ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَمَعْلُوْمٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ اَنَّ هٰذَا لَمْ يَكُنْ وَاجِبًا عَلَيْهِ،

وَاَنَّهٗ كَانَ يَجِبُ تَمْكِيْنُهٗ مِمَّا طَلَبَ، فَقَاتَلُوْهُ ظَالِمِيْنَ لَهٗ، وَلَمْ يَكُنْ حِيْنَئِذٍ مُرِيْدًا لِتَفْرِيْقِ الْجَمَاعَةِ، وَلَا طَالِبًا لِلْخِلَافَةِ، وَلَا قَاتَلَ عَلٰى طَلَبِ الْخِلَافَةِ، بَلْ قَاتَلَ دَفْعًا عَنْ نَفْسِهٖ لِمَنْ صَالَ عَلَيْهِ وَطَلَبَ اَسْرَهٗ." ❶

''مسلمانوں کا اس بات پر واضح اتفاق ہے کہ دشمنوں پر قتل حسین واجب نہ تھا۔ بلکہ ان پر واجب یہ تھا کہ حسین نے جو مطالبہ پیش کیا تھا، اسے ممکن بناتے مگر انہوں نے ظالمانہ طور پر انہیں قتل کیا۔ اس وقت حسین تفریق مسلمین کے جرم میں مرتکب نہ تھے، نہ ہی وہ طالب خلافت وحکومت تھے۔ وہ انہوں نے خلافت کے حصول کے لیے لڑائی لڑی۔ بلکہ حملہ آوروں کے خلاف اپنا دفاع کرتے ہوئے لڑے، جو انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے۔''

اگلے صفحہ پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وَلَا رَيْبَ اَنَّ هٰذَا اَظْهَرَهٗ بَعْضُ الْمُتَعَصِّبِيْنَ عَلَى الْحُسَيْنِ، لِيَتَّخِذَ يَوْمَ قَتْلِهٖ عِيْدًا، فَشَاعَ هٰذَا عِنْدَ الْجُهَّالِ الْمُنْتَسِبِيْنَ اِلَى السُّنَّةِ." ❷

''بلاشبہ حسین رضی اللہ عنہ سے تعصب ونفرت رکھنے والوں نے اس بات کا مظاہرہ کیا کہ قتل حسین کے دن کو عید کے دن کی طرح مناتے ہیں، یہ رسم بدان لوگوں نے پھیلائی جو بدقسمتی سے اہل سنت کے ساتھ اپنی جہالت کا رشتہ جوڑتے ہیں۔''

❶ منهاج السنة النبوية جلد 4، ص281.

❷ منهاج السنة النبوية جلد4، ص282.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کے باڑے میں تھے، ان کا بیٹا عمر آیا تو باپ سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو فرمایا:

"أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ"، فَنَزَلَ فَقَالَ لَهُ: أَنَزَلْتَ فِيْ إِبِلِكَ وَغَنَمِكَ وَتَرَكْتَ النَّاسَ يَتَنَازَعُوْنَ فِي الْمُلْكِ، فَضَرَبَ سَعْدٌ فِيْ صَدْرِهِ وَقَالَ: اُسْكُتْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ."

"اس آتے ہوئے سوار سے، میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس نے سواری سے اترتے ہی باپ کو کہا: آپ ادھر اپنے اونٹوں اور بکریوں کے باڑے میں بیٹھ رہے ہیں، اور ادھر لوگوں کو حکومت کے بارے میں لڑتے ہوئے چھوڑ رکھا ہے۔ حضرت سعد نے بیٹے کے سینے پر ہاتھ مارا، اور فرمایا: چپ ہو جا، میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت رکھتا ہے، جو تقویٰ کی زندگی، دنیا سے بے نیازی اور خفیہ نیک عمل اختیار کرے۔"

آگے ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَابْنُهُ عُمَرُ هٰذَا كَانَ يُحِبُّ الرِّيَاسَةَ، وَلَوْ حَصَلَتْ عَلَى الْوَجْهِ الْمَذْمُوْمِ وَلِهٰذَا لَمَّا وَلِّى وِلَايَةً وَقِيْلَ لَهُ: لَا نُوَلِّيْكَ حَتّٰى تَتَوَلّٰى قِتَالَ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ، كَانَ هُوَ أَمِيْرُ تِلْكَ

منہاج السنۃ، جلد 3: ص 331۔

السَّرِيَّةَ" ❶

''ان کا یہ بیٹا عمر، اقتدار کا حریص تھا، چاہے وہ اقتدار برے طریقے سے ہی حاصل ہو، جب یہ گورنر بنا تو اس شرط پر کہ تو نے حسین اور ان کے رفقاء کو قتل کرنا ہے بالآخر یہی اس فوج کا سربراہ بنا تھا، جنہوں نے اہل بیت کو کربلا میں شہید کر ڈالا۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ بھی لکھتے ہیں:

"وَاَمَّا قَوْلُ الْاَزْهَرِيِّ مَا بَقِيَ اَحَدٌ مِنْ قَتَلَةِ الْحُسَيْنِ حَتّٰى عُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا." ❷

''لیکن ازہری کا یہ قول کہ قاتلین حسین میں سے کوئی نہیں بچ سکا، جسے اسی دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔''

"فَهٰذَا مُمْكِنٌ وَاَسْرَعُ الذُّنُوْبِ عُقُوْبَةً الْبَغْيُ، وَالْبَغْيُ عَلَى الْحُسَيْنِ مِنْ اَعْظَمِ الْبَغْيِ." ❸

''یہ بالکل ممکن ہے، سب گناہوں میں سے، تیز رفتار سزا، ظالم کو ملا کرتی ہے، اور حسین پر ظلم تو بہت بڑے جرم کا ارتکاب ہے۔''

"فَلَا رَيْبَ اَنَّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ مِنْ اَعْظَمِ الذُّنُوْبِ."

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قتل حسین بدترین گناہوں میں سے ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

❶ منهاج السنة جلد 3، ص: 331.
❷ منهاج السنة جلد 3، ص: 359.
❸ منهاج السنة، جلد3، ص 359.

''یزید کو جب قتل حسین کی خبر ملی تو اس نے کہا: لَعَنَ اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ، ''اللہ مرجانہ کے بیٹے (ابن زیاد) پر لعنت کرے۔''

آخر پر لکھتے ہیں:

"لٰكِنَّهُ مَعَ ذٰلِكَ مَا انْتَصَرَ لِلْحُسَيْنِ، وَلَا اَمَرَ بِقَتْلِ قَاتِلِهٖ، وَلَا اَخَذَ بِثَارِهٖ." ❶

''لیکن اس (یزید) نے، ان کاموں کے ساتھ ساتھ، حسین کے لیے انتقام نہ لیا، نہ ان کے قاتل کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ نہ ہی ان کا قصاص لیا۔''

آگے مزید امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اَمَّا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَحَقُّهُمَا وَاجِبٌ بِلَا رَيْبٍ، وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ خَطَبَ النَّاسَ بِغَدِيْرٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ: اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ، فَذَكَرَ كِتَابَ اللّٰهِ وَحَضَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي اَهْلِ بَيْتِيْ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ مِنْ اَعْظَمِ اَهْلِ بَيْتِهٖ اِخْتِصَاصًا بِهٖ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ اَنَّهُ اَدَارَ كِسَاءَهُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّ فَاطِمَةَ وَحَسَنٍ وَحُسَيْنٍ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاذْهَبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا." ❷

❶ منهاج السنة، جلد3، ص 358.

❷ منهاج السنة النبوية، جلد 3، ص360.

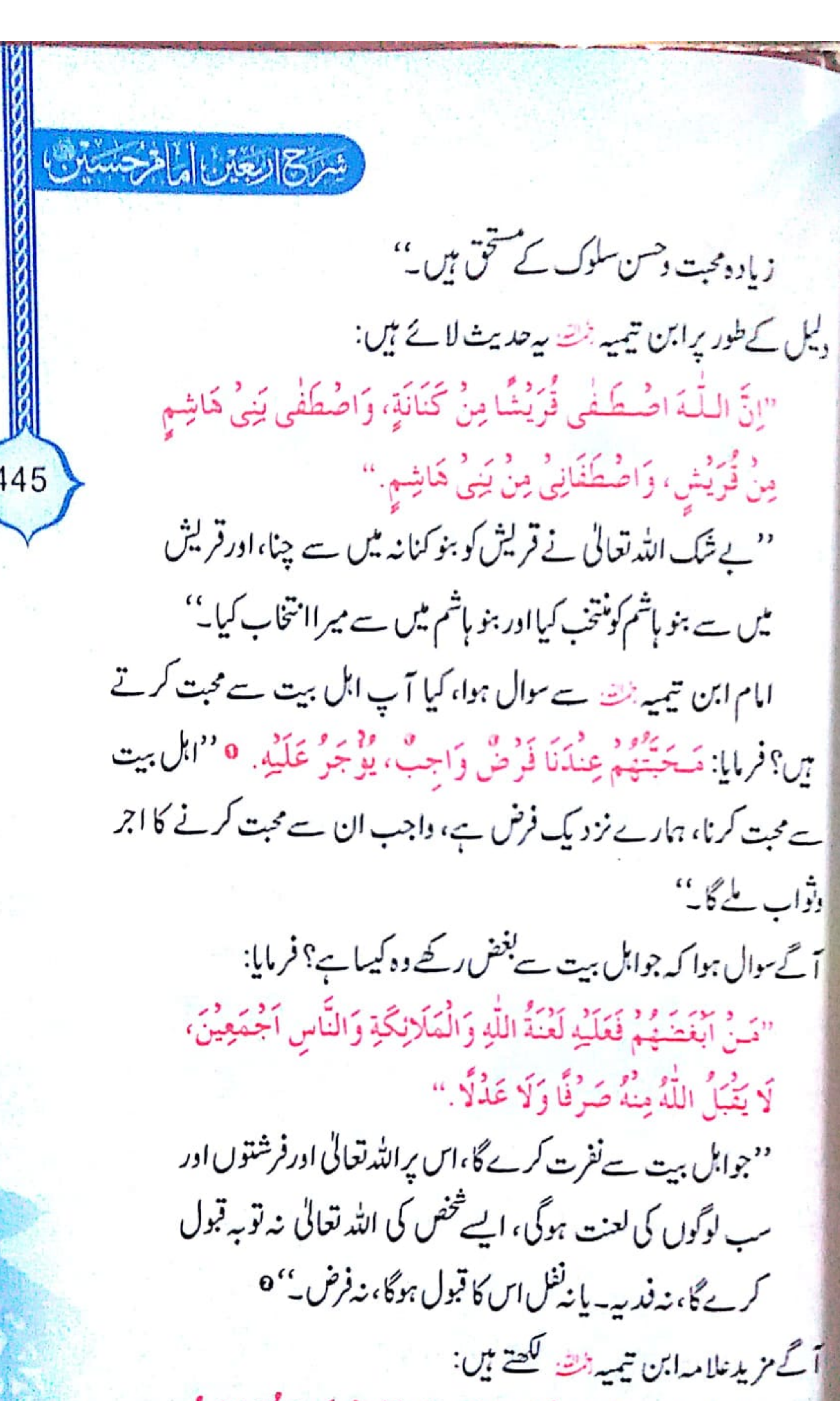
''حسن وحسین دونوں کا حق واجب ہے بغیر کسی شک کے صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے غدیر خم پر، لوگوں کو خطبہ پیش فرمایا، یہ مقام مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ ارشاد ہوا، میں تم میں دو بھاری، نہایت ہی نفیس چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں، ایک ان میں سے اللہ کی کتاب ہے، قرآن کریم کا ذکر کر کے اس پر عمل کی ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا: اور دوسری چیز، میرا گھرانہ ہے، میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، دوبار یہ فرمایا۔ لہٰذا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے گھرانے کی عظیم الشان خصوصی شخصیات ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں بیان ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنا کمبل علی و فاطمہ اور حسن و حسین پر تان لیا۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! یہ میرا گھرانہ ہے ان سے نجاست دور فرما دے، انہیں پاک اور صاف کر دے۔''

- مزید ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''وَلَا رَيْبَ اَنَّ لِاٰلِ محمد ﷺ حَقًّا عَلَى الْاُمَّةِ لَا يَشْرَكُهُمْ فِيْهِ غَيْرُهُمْ وَلَا يَسْتَحِقُّوْنَ مِنْ زِيَادَةِ الْمَحَبَّةِ وَالْمَوَالَاةِ مَالَا يَسْتَحِقُّهُ سَائِرُ بُطُوْنِ قُرَيْشٍ.''[1]

''اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ آل محمد ﷺ کا وہ خاص حق ہے امت کے اوپر، ان کے علاوہ کوئی اس حق میں شریک نہیں ہو سکتا۔ قریش کی تمام شاخوں میں سے، صرف آل محمد ﷺ ہی

[1] منهاج السنة جلد 2، ص 374.



زیادہ محبت وحسن سلوک کے مستحق ہیں۔"

دلیل کے طور پر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث لائے ہیں:

"إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةٍ، وَاصْطَفٰى بَنِىْ هَاشِمٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَاصْطَفَانِىْ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ."

"بے شک اللہ تعالیٰ نے قریش کو بنو کنانہ میں سے چنا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا۔"

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا، کیا آپ اہل بیت سے محبت کرتے ہیں؟ فرمایا: مَحَبَّتُهُمْ عِنْدَنَا فَرْضٌ وَاجِبٌ، يُؤْجَرُ عَلَيْهِ. ❶ "اہل بیت سے محبت کرنا، ہمارے نزدیک فرض ہے، واجب ان سے محبت کرنے کا اجر وثواب ملے گا۔"

آگے سوال ہوا کہ جو اہل بیت سے بغض رکھے وہ کیسا ہے؟ فرمایا:

"مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا."

"جو اہل بیت سے نفرت کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی، ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ نہ توبہ قبول کرے گا، نہ فدیہ۔ یا نہ نفل اس کا قبول ہوگا، نہ فرض۔" ❷

آگے مزید علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَكَذٰلِكَ حَدِيْثُ الْمُبَاهَلَةِ، شَرِكَهٗ فِيْهِ فَاطِمَةُ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ كَمَا شَرِكُوْهُ فِيْ حَدِيْثِ الْكِسَاءِ." ❸

---

❶ ابن تیمیه لم یکن ناصبا: ص 72 ❷ ابن تیمیه لم یکن ناصبا، ص 72.

❸ ابن تیمیه لم یکن ناصبا ، ص127.

''اسی طرح حدیث مباہلہ ہے، اس میں فاطمہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم شریک ہوئے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمبل میں یہ شریک ہوئے تھے۔''

''فَإِنَّ الْمُبَاهَلَةَ كَانَتْ لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ نَجْرَانَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ سَنَةَ تِسْعٍ أَوْ عَشْرٍ.''

''بے شک مباہلہ کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب نجران کا وفد مدینہ شریف آیا، یعنی فتح مکہ کے بعد نو (9) یا دس (10) ہجری کو۔''

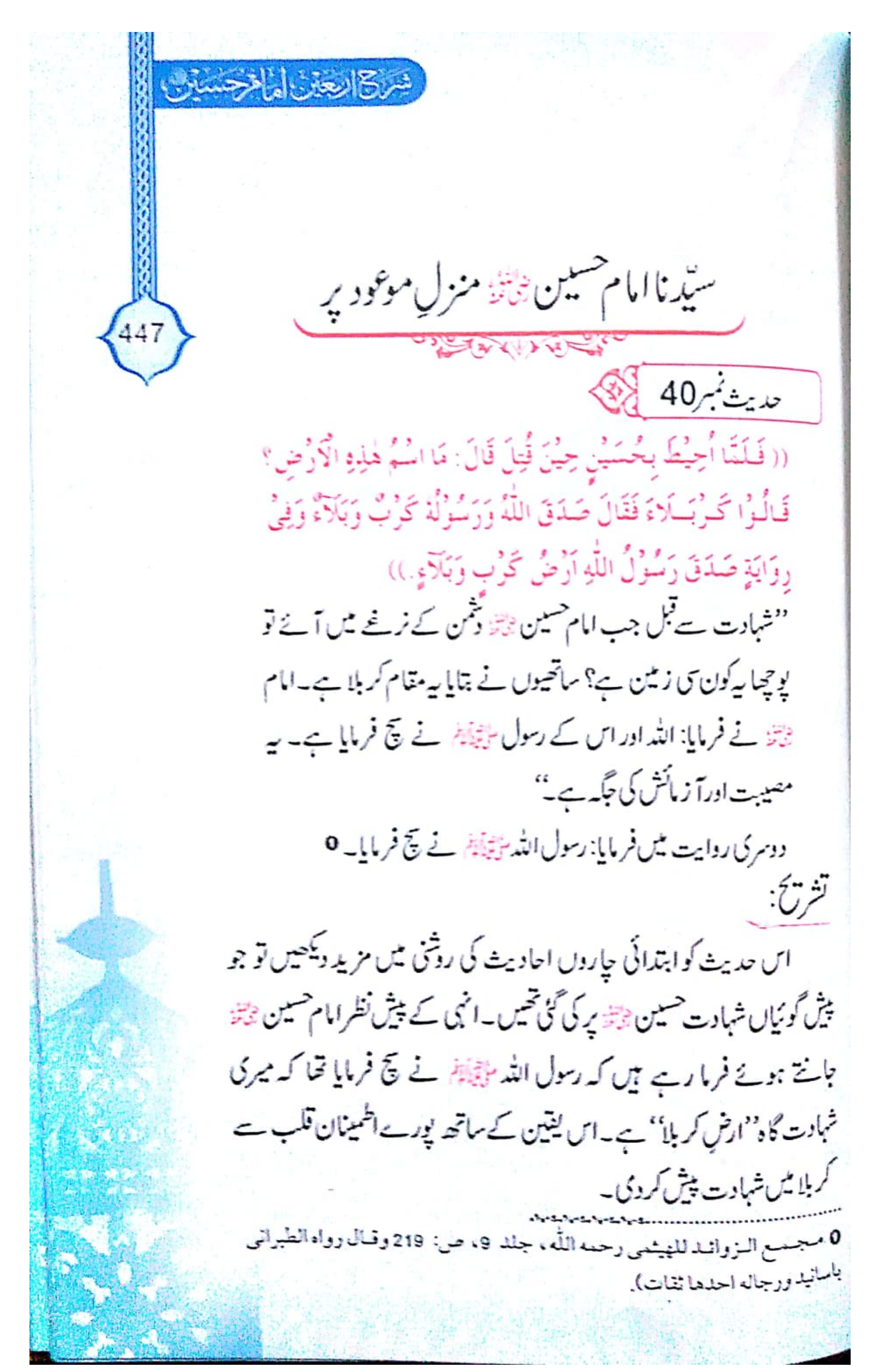
''وَالنَّبِيُّ ﷺ مَاتَ وَلَمْ يَكْمُلِ الْحُسَيْنُ سَبْعَ سِنِينَ، وَالْحَسَنُ أَكْبَرُ مِنْهُ بِنَحْوِ سَنَةٍ.''

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے تو حسین پورے سات سال کے نہیں ہوئے تھے اور حسن ان سے قریباً ایک سال بڑے تھے۔''

آگے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ مباہلہ میں شریک آدمی اپنے قریب ترین خونی رشتوں کو شامل کرتا ہے، جو اسے بہت ہی پیارے ہوتے ہیں۔ وَهُمْ يَخَافُونَ عَلَيْهِمْ مَا لَا يَخَافُونَ عَلَى الْأَجَانِبِ، ''وہ اپنے خون کے رشتوں پر جتنا خوفزدہ ہوتے ہیں، اتنا غیروں پر نہیں ہوتے۔ اسی لیے عیسائی وفد کے لوگ مباہلہ کرنے سے رک گئے، انہیں یقین ہوگیا کہ جو شخص اپنی پیاری بیٹی فاطمہ اور اپنے پیارے نواسوں کو لے کر، مقابلے کے لیے آ گیا ہے، بالکل یہ سچا ہے۔ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ اگر اس سے مباہلہ کیا تو اللہ کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑے گا۔ [1]



[1] ابن تیمیه لم یکن ناصبیا، ص127 تا 128.



سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ منزلِ موعود پر

حدیث نمبر 40

((فَلَمَّا اُحِيْطَ بِحُسَيْنٍ حِيْنَ قُتِلَ قَالَ: مَا اسْمُ هٰذِهِ الْاَرْضِ؟ قَالُوْا كَرْبَلَاءُ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَرْبٌ وَبَلَاءٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَرْضُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ.))

"شہادت سے قبل جب امام حسین رضی اللہ عنہ دشمن کے نرغے میں آئے تو پوچھا یہ کون سی زمین ہے؟ ساتھیوں نے بتایا یہ مقام کربلا ہے۔ امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ یہ مصیبت اور آزمائش کی جگہ ہے۔"

دوسری روایت میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ 0

تشریح:

اس حدیث کو ابتدائی چاروں احادیث کی روشنی میں مزید دیکھیں تو جو پیش گوئیاں شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر کی گئی تھیں۔ انہی کے پیش نظر امام حسین رضی اللہ عنہ جانتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ میری شہادت گاہ "ارضِ کربلا" ہے۔ اس یقین کے ساتھ پورے اطمینان قلب سے کربلا میں شہادت پیش کردی۔

---

0 مجمع الزوائد للہیثمی رحمہ اللّٰہ، جلد 9، ص: 219 وقال رواہ الطبرانی باسانید ورجالہ احدھا ثقات).

- اب علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ جیسے مؤرخین کی بات کہاں درست ٹھہری کہ امام حسین رضی اللہ عنہ دینی لحاظ سے کامیاب ہیں اور دنیاوی لحاظ سے ناکام۔ ہمیں حیرت ہے ایسے مؤرخین پر جو فطرت حق سے اغماض برتتے ہیں۔ معرکہ حق وباطل میں کیا یہی اصول حقیقت اور حق ہوگا۔ ہابیل سے لے کر آج تک بلکہ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام، امام حسین رضی اللہ عنہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی، شاہ اسماعیل شہید، امام حسن البنا شہید، سیّد قطب شہید، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمہم اللہ وغیرہم کیا یہ سارے حق پرست دنیاوی طور پر ناکام رہے؟ جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے۔

- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((يَجِيْءُ النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.)) [1]

''قیامت کے روز ایک نبی آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہی امتی ہوگا اور دوسرا نبی آئے گا اس کے ساتھ دو ہی امتی ہوں گے۔''

- اب اس حدیث کی رو سے کوئی ابن خلدون رحمہ اللہ ایسوں کو پوچھ سکتا ہے؟ کیا یہ اللہ کے نبی ہو کر دنیا سے ناکام گئے ہیں؟ جنہیں ایک ایک دو دو امتی مل سکے۔ نعوذ باللہ من ذلك!

سیّد مودودی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے: حق کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ ناکام وہ ہوتے ہیں جو حق کو قبول نہیں کرتے۔ ایسے مؤرخین کو ہماری طرف سے سات سلام۔ ہمیں تو محدثین کرام رحمہم اللہ پر ناز ہے جنہوں نے صحیح احادیث

[1] رواہ احمد واسنادہ ...

رسول ﷺ کی خاطر اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر، امت کو روشنی فراہم کی۔ جیسے حفاظت قرآن کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے سر لی ہے۔ ویسے ہی اپنے آخری رسول ﷺ کی احادیث بھی محفوظ کروا دیں۔

محدثین کرام رحمہم اللہ کا کردار:

① کیا امام بخاری رحمہ اللہ کو مسلمانوں نے در بدر نہیں پھرایا۔ پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ مولا! یہ زمین اب میرے لیے تنگ کر دی گئی ہے۔ مجھے اپنے پاس بلا لے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنے استاد امام بخاری رحمہ اللہ کے غم میں روتے روتے نابینا ہو گئے اور اسی صدمے سے وفات پا گئے۔

② امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام رحمہ اللہ صاحب نے دمشق پہنچ کر "الخصائص فی فضل علی رضی اللہ عنہ" تصنیف کی تو شامیوں نے آپ کو روند ڈالا، اور مار پیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ پھر کسی طرح مکہ مکرمہ پہنچائے گئے۔ جہاں حدیث کا یہ روشن چراغ زخموں اور ضربوں کی تاب نہ لا کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ [1]

بے مثال سخاوتِ حسین رضی اللہ عنہ:

امام ابی الدنیا رحمہ اللہ نے ذکر کیا:

① بنو سعد بن بکر کے بزرگ کے پاس ان کا عم زاد دیہاتی علاقے سے آیا۔ اس نے کہا: میرے چچازاد سے قتل ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے وارثوں

[1] اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام لصفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ، جلد 2، ص: 982.

سے کہا کہ آپ ہم سے خون بہا لے لیں اور مقتول کے وارث مان گئے
ہیں۔ میرے خاندان نے سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا ہے۔ میں یہاں
قریش قبیلے سے تعاون کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میرے لیے کھانا تیار کیا
گیا صبح کھانا کھا کر ہم نکلے کہ قریش کے بہترین سردار کے پاس جائیں جو
رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے فرزند ہیں۔ ہم سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے،
وہ گھر پر نہ تھے۔ ہم بلاط (بطحا) کے مقام پر ان سے جا ملے۔ ہم نے کہا:
ہم تنہائی میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی آپ کے پاس آدمی
ہیں۔ امام رضی اللہ عنہ رک گئے۔ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔

پھر میں نے التجا کی! اے صاحبزادہ بنت رسول ﷺ میرے چچا زاد
سے قتل ہو گیا۔ وارث خون بہا پر راضی ہو گئے ہیں۔ میں آپ کے قریش قبیلہ
سے مدد طلب کرنے آیا ہوں۔ میں نے سوچا پہل آپ سے کروں۔ امام
حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم اس اللہ کی جس کے قبضے میں حسین کی جان ہے!
میرے گھر میں ایک بھی دینار و درہم نہیں ہے۔ اس وجہ سے بازار جا کر گھر کا
سودا بھی نہ لا سکا۔ بہرحال آپ مجھے طاقتور آدمی نظر آتے ہیں۔ میرے کھیت
میں فصل کٹائی کا وقت ہو چکا ہے۔ وہاں چلے جاؤ کارکنان کے ذریعے پوری
فصل کٹوا کر اس سے غلہ نکال کر منڈی میں بیچ لو۔ اور ان کا خون بہا ادا کر دو۔
اس کے بعد آپ کو کسی سے سوال کرنے کی حاجت باقی نہ رہے گی۔ میں نے
کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں ایسے ہی کروں گا۔ امام رضی اللہ عنہ نے اپنے
کھیت کے نگران کے نام خط لکھ کر مجھے تھما دیا۔ تحریر تھا کہ فلاں بن فلاں آ رہا
ہے۔ ساری فصل اسے کاٹ لینے دو۔ اسے روکنا نہیں کیونکہ یہ میں اسے عطیہ
دے چکا ہوں۔ یہ آدمی گیا۔ فصل کٹوائی۔ پھر اسے فروخت کیا۔ بیس ہزار

درہم حاصل ہوئے۔ بارہ ہزار خون بہا کے ادا کیے۔ باقی آٹھ ہزار اس کے پاس بچ رہے۔ ❶

② بوفات علی رضی اللہ عنہ کے بعد سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ باپ کی طرف سے سالانہ پچاس غلام آزاد کرتے، حسن رضی اللہ عنہ کے بعد سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی سالانہ پچاس غلام اپنے باپ کی طرف سے آزاد کرتے رہے۔ ❷

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عاجزی اور انکساری:

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ یہ روایت بھی لائے ہیں:

((مَرَّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى مَسَاكِيْنَ وَقَدْ بَسَطُوْا كِسَاءً وَبَيْنَ أَيْدِيْهِمْ كِسَرًا فَقَالُوْا هَلُمَّ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فَحَوَّلَ وَرِكَهُ وَقَرَأَ ﴿ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴾ (النحل: 23) فَأَكَلَ مَعَهُمْ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَجَبْتُكُمْ فَأَجِيْبُوْا إِلَيَّ، فَقَالَ لِلرَّبَابِ يَعْنِي امْرَأَتَهُ أَخْرِجِيْ مَا كُنْتِ تَدَّخِرِيْنَ.)) ❸

''امام حسین رضی اللہ عنہ ایک بار فقیروں کے پاس سے گزرے جو زمین پر چادر بچھا کر روٹی کے ٹکڑے بکھیر کر بیٹھے تھے۔ امام رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھ کر بے تکلف پکارنے لگے: اے امام رضی اللہ عنہ! آیئے کھانا کھائیں۔ امام صاحب نے اپنی سواری کو موڑا۔ اترے اور قرآنِ کریم کی آیت پڑھی: ''بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' زمین پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ فارغ ہونے کے بعد فرمایا: میں نے

❶ موسوعة ابن ابی الدنیا، جلد 3، ص: 519.

❷ موسوعة ابن ابی الدنیا رحمه الله، ص: 510.

❸ موسوعة ابن ابی الدنیا رحمه الله، ص: 558.

تمہاری دعوت قبول کی۔ اب تم میری دعوت قبول کرو۔ جب وہ فقراء وقت مقرر پر گھر آئے تو امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: رباب رضی اللہ عنہا! جو کچھ تو نے کھانے پینے کے لیے جمع کیا ہے۔ وہ لے آؤ۔"

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ تربیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَجْلِسُ عَلَى الْأَرْضِ وَيَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ وَيَعْتَقِلُ الشَّاةَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ عَلٰى خُبْزِ الشَّعِيْرِ.))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ بکری خود باندھ لیتے۔ غلام کی دعوت نانِ جویں پر قبول کر لیتے تھے۔" ❶

شجاعتِ حسین رضی اللہ عنہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محرم کی نو تاریخ (تاسوعا) کو جب دشمن کا لشکر قریب آیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس سے کہا، خدارا ان سے مل کر پوچھیں۔ کیا ارادے ہیں؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس ہمارے امیر کا تحریری حکم نامہ آ گیا ہے کہ آپ ہتھیار ڈال دیں۔ اور (Surrender) اطاعت قبول کر لیں۔ ورنہ ہم جنگ لڑیں گے۔ امام نے کہا: آج رک جائیں، ہم رات کو غور کر لیتے ہیں۔ وہ چلے گئے۔ اسی عاشوراء کی رات کو امام رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا۔ خطبہ دیا

❶ رواه الطبراني الكبير، جلد 12، ص: 53 اسناده حسن.

اللہ کی حمد کی اور فرمایا: مجھے یقین ہے کہ کل دشمن آپ سے جنگ لڑیں گے۔ میں آپ سب کو اجازت دیتا ہوں، میری طرف سے تم سب آزاد ہو۔ رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا ہے۔ صاحب ہمت لوگ میرے گھرانے کو بھی ساتھ لیں۔ محفوظ مقامات پر نکل جائیں۔

((فَإِنَّهُمْ إِنَّمَا يَطْلُبُوْنَنِيْ فَإِذَا رَأَوْنِيْ لَهَوْا عَنْ طَلَبِكُمْ.))

''بے شک دشمن صرف میرے خون کا پیاسا ہے۔ صبح جب وہ مجھے یہاں موجود پائیں گے۔ تو آپ لوگوں کو بھول جائیں گے۔''

((فَقَالَ اَهْلُ بَيْتِهٖ: لَا اَبْقَانَا اللّٰهُ بَعْدَكَ وَاللّٰهِ لَا نُفَارِقُكَ وَقَالَ اَصْحَابُهٗ كَذٰلِكَ.))

''امام کے اہل بیت نے کہا: اللہ ہمیں آپ کے بعد زندہ نہ رکھے۔ اللہ کی قسم! ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ اس طرح آپ کے دیگر ساتھیوں نے کہا۔'' [1]

تشریح:

اہل بصیرت کہتے تھے کہ امام رضی اللہ عنہ نے دشمن سے ایک رات کی مہلت نہ مانگی تھی بلکہ انہوں نے اپنوں کو رات کے اندھیرے میں، نکل جانے کا موقع فراہم کیا تھا اور دشمن کو ایک رات کی مہلت دے کر انہیں غور وخوض کا وقت فراہم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہتر نفوس چلے تھے۔ مگر میدانِ کربلا میں شہید ہونے والے قریباً یک صد چالیس تھے۔ رات کے اندھیرے میں دشمن کے لشکر سے آ کر، امام کے ساتھی بن کر شہید ہو گئے۔ انہیں نظر آ گیا تھا کہ لشکر یزید باطل پر ہے اور امام عالی مقام حق پر ہیں۔

[1] سیر اعلام النبلاء لذهبی، جلد3، ص:351.

اب جو بات امام رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ تین شرائط پیش کی تھیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کے اس مذکور بیان سے کوئی میل نہیں کھاتیں۔ وہ تاریخ کی بناوٹی شرائط ہیں۔ اور یہ ایک عظیم محدث ذہبی رحمہ اللہ کی تحریر ہے۔ ان تین شرائط کا ثبوت نہ عقلاً درست ہے نہ نقلاً صحیح ہے۔ ہماری اس کتاب کی ابتدائی صحیح احادیث ان شرائط کی تائید نہیں کرتیں۔ نہ جلیل القدر نواسۂ رسول ﷺ سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ باطل کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ یہ نواسہ اس رسول ﷺ کا ہے جو یومِ حنین کے دن میدانِ جنگ میں، جب مسلمان لشکر میں بھگدڑ مچ گئی تھی، برابر اپنے خچر کو، دشمن کی طرف بڑھا رہے تھے اور باواز بلند پکار رہے تھے:

((اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ.))

''میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔'' ❶

بہادر رسول ﷺ کا نواسہ بزدل نہیں ہوسکتا اور بالخصوص جسے جنت کے جوانوں کا سردار ہونے کا خدائی ٹائٹل ملا ہو۔

گلشن نبوت کا گل سرسبد ہی باطل کو مطلوب تھا۔ Most Wanter Person یہ اعزاز اور کوئی کیسے پاسکتا تھا ؟

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں

التجائے حسین رضی اللہ عنہ بحضور حق تعالیٰ:

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میدانِ کربلاء میں دس محرم کی جب صبح ہوئی۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ربّ کو پکارا:

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: 4317

''اے اللہ! ہر مصیبت میں تو ہی میرا سہارا ہے۔ ہر مشکل میں تجھی سے امیدیں ہیں۔ آج جس جگہ میں کھڑا ہوں صرف تیرا آسرا ہے۔ ہر نعمت کا تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔'' ❶

حافظ ابن نعیم اصفہانی ؒ نے خطبہ امام کے یہ جملے نقل کیے:

اللہ کی حمد ثناء کے بعد فرمایا: حضرات! سارا معاملہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ دنیا بدل چکی ہے۔ نیکی کی صف لپیٹ دی گئی ہے۔ دنیا میں معمولی نیکی رہ گئی ہے، جیسے پانی کا گلاس خالی کریں تو نیچے ذرا سا پانی رہ جاتا ہے۔ زندگی برباد شدہ چراگاہ کی طرح ہوگئی ہے۔ تم دیکھو حق پر عمل پیرا کوئی نہیں رہا، باطل رکنے کا نام نہیں لیتا۔ ایسے حالات میں مومن تو اپنے ربّ سے ملاقات کو پسند کرے گا۔

" وَاِنِّیْ لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَالْحَیَاةَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا جُرْمًا. "

''میں تو اپنے لیے موت ہی کو سعادت اور خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو بھی جرم اور گناہ تصور کرتا ہوں۔'' ❷

تشریح:

امام عالی مقام کے آخری دونوں جملے ان کے مقصد خروج کو واضح کر رہے ہیں۔ کہ جابرانہ وظالمانہ نظام کے تحت مرد مومن سکون سے زندگی نہیں گزار سکتا۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق برائی کو بزور بازو

---

❶ سیر اعلام النبلاء للذھبی، جلد3، ص: 301۔

❷ حلیة الاولیاء، جلد 2، ص: 48۔

رد کے جو امام رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا زبان سے برا کہے، خطبے کے الفاظ پر غور کریں کہ نیکی کی بساط الٹ دی گئی ہے۔ حالانکہ اسلام دنیا میں عادلانہ نظام لے کر آیا اور ظالمانہ نظام کا خاتمہ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے قائم کردہ نظام عدل کو پھر قیصر و کسریٰ کی طرز پر ڈال دیا گیا۔ جس کا بھرم کھولنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کو آگے آنا پڑا۔ جو مصلحتوں سے بالاتر ہو کر مقصد نبوت کو اجاگر کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں کھلم کھلا اور واضح حکم دیتا ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ﴾ (الحجرات: 9)

''اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''

اتنے بڑے واضح حکم الٰہی کے ہوتے ہوئے باغی گروہ سے لڑ کر راہِ راست پر لانے کے بجائے، بعض نے اس باغی گروہ کو مجتہد کے درجے پر بٹھا دیا۔ اور خود غیر جانبدار ہو کر گوشہ نشین ہو گئے اور خاموش تماشائی بن بیٹھے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے غیر جانبداروں پر فرض بنتا تھا کہ جو خلافت راشدہ سے ٹکرائے اسے سیدھا کرتے اور خلافت راشدہ کو مستحکم کرتے۔ وقتی مصلحتوں کا خمیازہ بعد میں اہل مدینہ نے واقعہ حرہ کی صورت میں بھگتا۔ خانہ کعبہ کو جلانے والوں کی بعد میں سمجھ آئی عین وقت پر اہل کوفہ جبر و ظلم سے ڈر کر امام حسین رضی اللہ عنہ

سے نظریں پھیر گئے اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد تو ان کی آنکھیں کھلیں۔ اگر برائی کو ابتداء میں پکڑ لیتے تو مکہ ومدینہ اور کوفہ کو یہ سزائیں نہ سہنا پڑتیں۔ اور خلافت راشدہ سے ہمیشہ کے لیے امت مسلمہ محروم نہ ہوجاتی۔

یہ غیر جانبداری کی بیماری آج تک مسلمانوں کو گمراہی پر ڈالے ہوئے ہے۔ جس کی وجہ سے تمام مسلم ممالک کے اکثر حکمران خبیث النفس زانی وبدکار، ظالم وجابر، فاسق وفاجر چھائے ہوئے ہیں اور مدتوں سے اسلام کے لیے بدنامی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

محدثین کرام رحمہم اللہ کا شان اہل بیت میں نذرانۂ عقیدت:

محدثین کرام رحمہم اللہ نے جو اپنی تالیف کردہ کتب حدیث میں، شانِ اہل بیت پر باب باندھے ہیں ہم صرف انہی کو نقل کردیتے ہیں:

کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

1: امام بخاری رحمہ اللہ

باب مناقب علی بن ابی طالب القرشی الهاشمی ابی الحسن رضی اللہ عنہ (باب:9) صحیح بخاری.

باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ومنقبة فاطمة علیها السلام بنت النبی ﷺ (باب:12)

باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما (باب:22)

2: امام مسلم رحمہ اللہ

باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (باب:4) صحیح مسلم

باب فضائل الحسن والحسین (باب:8)

باب فضائل فاطمة بنت النبی علیها الصلاة والسلام (باب:15)

3: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (ابواب المناقب، جامع الترمذی)

مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(ابواب المناقب، جامع الترمذی)

مناقب اہل بیت النبی ﷺ (ابواب المناقب، جامع الترمذی)

4: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

سنن نسائی میں مستقل باب تو نہیں باندھا مگر موصوف نے منتشر احادیث اہل بیت ذکر کی ہیں۔ خصائص امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب مرتب کرنے پر شامیوں سے اتنی مار کھائی کہ وہی سبب موت بن گئی۔

5: امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب المناقب میں! قول علیه السلام للحسن بن علی،

ان ابنی هذا سید (المسند دوم للحمیدی)

کان الحسن بن علی یشبه النبی ﷺ مناقب الحسن.

6: امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ

باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ابی الحسن الهاشمی

(شرح السنة 14 جلد)

مناقب اهل الرسول ﷺ

مناقب ابی محمد الحسن وابی عبد الله الحسین ابنی

علی بن ابی طالب

مناقب فاطمة الزهراء

7: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

فاطمة اصغر بنات رسول الله ﷺ احبهن اليه فبدأت بها لحب رسول الله اياها.

فاطمہ، رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی جو آپ ﷺ کو سب سے پیاری تھی، رسول اکرم ﷺ سے خصوصی محبت کی وجہ سے سب سے پہلے ان کا ذکر کرتا ہوں۔

الحسين بن على بن ابى طالب رضي الله عنه يكنى ابا عبد الله

(المعجم الكبير، جلد 22، ص 397)

8: امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

فضائل على بن ابى طالب رضي الله عنه (المصنف جلد:11، ص 136)

ما جاء فى الحسن والحسين رضي الله عنهما (ايضاً، ص 162)

ما ذكر فى فضل فاطمة ابنة رسول الله (ايضاً، ص 184)

9: امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

كتاب اخباره ﷺ عن مناقب الصحابة.

ذكر فاطمة الزهراء بنت المصطفى ﷺ و

(صحيح ابن حبان جلد15، ص 401)

ذكر الحسن والحسين سبطى رسول الله ﷺ

(ايضاً، ص:409)

10: امام عبد الرحمان البنا رحمۃ اللہ علیہ

ابواب ما جآء فى ذكر اولاد ﷺ وآل بيته الطاهرين وزوجاته امهات المومنين

(الفتح الربانى شرح مسند احمد، جلد 22، ص 92)

11: حاکم الحافظ نیشاپوری رحمہ اللہ

ذکر بیان الواضح ان امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(المستدرک الحاکم جلد پنجم، ص 1766)

من مناقب اھل رسول اللہ ﷺ (ایضاً، ص 1767)

ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ (ایضاً، ص 1773)

ومن مناقب الحسن والحسین ابن بنت رسول اللہ ﷺ

(ایضاً، ص 1790)

12: حافظ عبدالرزاق رحمہ اللہ

باب فی ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(المصنف جلد 11، ص 144)

باب ذکر الحسن رضی اللہ عنہ (ایضاً، ص: 204)

13: حافظ الہیثمی رحمہ اللہ

باب فی فضل اھل البیت (مجمع الزوائد نہم، ص 182)

باب ما جآء فی الحسن بن علی رضی اللہ عنہ (ایضاً، ص 199)

باب مناقب الحسین بن علی (ایضاً، ص 215)

14: علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ

مسند الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(جامع المسانید دوم، ص 103)

مسند الحسین بن علی بن ابی طالب (ایضاً، ص 104)

مسند علی بن ابی طالب (ایضاً ششم، ص 123)

مسند فاطمۃ بنت رسول اللہ (ایضاً ھشم، ص 324)

15: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

علی بن ابی طالب الهاشمی رضی اللہ عنہ

(الاصابة فی تمییز الصحابه چهارم، ص 364)

فاطمة الزهراء بنت امام المتقین رسول ﷺ الهاشمیة

(ایضاً هشتم، ص 262)

الحسن بن علی بن ابی طالب الهاشمی سبط رسول الله

وریحانته امیر المومنین ابومحمد (ایضاً دوم، ص 60)

الحسین بن علی بن ابی طالب الهاشمی ابوعبدالله سبط

رسول الله ﷺ وریحانته (ایضاً، ص 67)

16: علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ

علی بن ابی طالب الهاشمی رضی اللہ عنہ

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب سوم، ص 197)

فاطمة بنت رسول ﷺ (ایضاً چهارم، ص 447)

الحسن بن علی بن ابی طالب الهاشمی رضی اللہ عنہ

(ایضاً اوّل، ص 436)

الحسین بن علی بن ابی طالب (ایضاً، ص 442)

17: احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

فی ذکر محبة اصحابه ﷺ واله وقرابته واهل بیته

وذریته (المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیه دوم، ص 527)

18: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ

علی اور حسین حق پر تھے۔ (نیل الاوطار دوم، ص 1580 قتال اهل البغی)

19: امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

سیرۃ ابی الحسنین علی رضی اللہ عنہ

(سیر اعلام النبلاء، سیرۃ الخلفاء، ص 223)

فاطمہ بنت رسول اللہ (ایضاً دوم، ص 118)

الحسن بن علی بن ابی طالب (ایضاً سوم، ص 245)

الحسین الشہید، الامام الشریف الکامل

(ایضاً سوم، ص 280)

علی ہذا القیاس تمام محدثین نے ''باب فی فضائل اہل بیت'' پر باندھے، یا ان کے بارے میں احادیث مختلف اور متعدد مقامات پر درج کردیں۔





مراجع ومصادر

1: القرآن الکریم۔

2: تفسیر امام البغوی، دار الطیبة الریاض، الطبعة الثانیة، 1426ھ۔2005م۔

3: تفسیر فتح القدیر، امام الشوکانی، دارالوفاء المنصورة مصر، الطبعة الثالثة 1426ھ۔2005م۔

4: تفسیر المنار، رشید رضا مصری، دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة 1426ھ۔2005م۔

5: تفسیر تفہیم القرآن، سیّد ابوالاعلیٰ المودودی، لاہور۔

6: تفسیر ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء پبلی کیشنز لاہور، 1965م۔

7: بصائر ذوی التمیز، المکتبة العلمیة، بیروت۔

8: صحیح البخاری، دارالسلام، الریاض، الطبعة الأولی 1417ھ۔1997م۔

9: صحیح البخاری، دارالحدیث القاہرة، الطبعة الأولی 1425ھ۔2004ء۔

10: صحیح البخاری مع تعلیقات الشیخ العثیمین دارالمستقبل القاہرہ 2009م۔

11: فتح الباری، دارالسلام الریاض، الطبعة الأولی 1421ھ۔2000م۔

12: صحیح مسلم، دار ابن حزم بیروت، 1416ھ۔1995م۔

13: شرح صحیح مسلم، امام النووی، دارالکتب العلمیة بیروت، 1424ھ۔2003م۔

14. شرح صحيح مسلم، امام الأبي، دار الكتب العلمية بيروت، 1429هـ - 2008م.
15. السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم بن الحجاج، نواب صديق حسن خان بدولة قطر.
16. فتح الملهم، علامه شبير احمد عثمانی، مكتبة دار العلوم كراتشی.
17. سنن الترمذی، دار الحديث القاهرة. مكتبة دار العلوم كراتشی، 1426هـ - 2005م.
18. تحفة الاحوذی، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی 1422هـ - 2001م.
19. سنن أبی داوٗد، دار ابن حزم بيروت، الطبعة الأولی 1418هـ - 1997م.
20. عون المعبود، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 1423هـ - 2002م.
21. سنن النسائی، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولی 1428هـ - 2007م.
22. شرح سنن النسائی (42 مجلدات) دار الجوزی، مكة المكرمة، الطبعة الثالثة، 1432هـ.
23. سنن ابن ماجة، شركة الطباعة العربية السعودية، الطبعة الثانية، 1404هـ - 1984م.
24. انجاز الحاجة شرح ابن ماجة (12 مجلدات) الشيخ محمد علی جانباز، المكتبة القدوسية لاهور 1421هـ - 2001م.
25. سلسلة الأحاديث الصحيحة، علامه البانی، (المجلد الاولی والثانی) المكتب الاسلامی بيروت، الطبعة الرابعة، 1405هـ - 1985م.
26. سلسلة الأحاديث الصحيحة، علامه البانی، (المجلد الثالث الی السابع القسم الثالث) مكتبة المعارف الرياض، 1399هـ -

1979م.

27: إرواء الغليل، علامه البانى، المكتب الاسلامى بيروت، الطبعة الثانية 1405هـ - 1985م.

28: المسند للامام احمد بن حنبل، دار الحديث القاهرة، الطبعة الأولى، 1416هـ - 1995م.

29: الفتح الربانى شرح المسند احمد، دار إحياء التراث العربى بيروت، الطبعة الأولى، 1416هـ - 1995م.

30: كنز العمال (18 مجلدات) مؤسسة الرسالة بيروت، 1413هـ - 1993م.

31: مجمع الزوائد، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1422هـ - 2001م.

32: المعجم الكبير للطبرانى، دار المؤيد لدار إحياء التراث العربى بيروت، 1422هـ - 2002م.

33: المعجم الأوسط للطبرانى، دار الحديث القاهرة، الطبعة الأولى 1417هـ - 1996م.

34: مشكاة المصابيح (بتحقيق الألبانى) المكتب الاسلامى بيروت، الطبعة الثالثة 1405هـ -

35: مرقاة المفاتيح (الملا على القارى) دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة 1414هـ - 1994م.

36: السنن الكبرى (للبيهقى) دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الرابعة 2010م.

37: المستدرك للحاكم، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى، 1420هـ - 2000م.

38: المصنف عبد الرزاق، دار إحياء التراث العربى بيروت، الطبعة الأولى 1420هـ - 2000م.

39: المصنف لابن أبى شيبة، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الثانية 1427هـ - 2006م.

40: شرح السنة للبغوى، المكتب الاسلامى بيروت، الطبعة الثانية 1403هـ - 1983م.
41: شرح الطيبى، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية باكستان، الطبعة الثانية 1417هـ.
42: الترغيب والترهيب، دار إحياء التراث العربى بيروت، الطبعة الثالثة، 1388هـ - 1967م.
43: حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الثالثة، 2007م.
44: صحيح ابن حبان، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثة، 1418هـ - 1997م.
45: البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة الثالثة 1424هـ - 2003م.
46: مسند ابى يعلى الموصلى، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى 1430هـ - 2009م.
47: موسوعة لابن ابى الدنيا، المكتبة العصرية بيروت، الطبعة الأولى 1426هـ - 2006م.
48: بلوغ المرام مع تعليقه إتحاف الكرام، صفى الرحمن مباركفورى، دارالسلام الرياض، 1427هـ - 2006م.
49: بلوغ المرام اردو ترجمه/ شارح، صفى الرحمن مباركفورى، دارالسلام الرياض، 1418هـ - 1997م.
50: مسند الحميدى، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1409هـ - 1988م.
51: جامع المسانيد، لابن الجوزى، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى 1426هـ - 2005م.
52: مسند امام الشافعى، دار البشائر الاسلامية بيروت، الطبعة الأولى 1426هـ - 2005م.
53: مسند ابى عوانة، دارالمعرفة بيروت، الطبعة الثانية 1429هـ -

2008م.

54: سنن سعید بن منصور، دار الصمیعی الریاض، الطبعة الثالثة 1427هـ۔2007م.

55: مسند ابی داؤد الطیالسی، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی 1425هـ۔2004م.

56: التلخیص الحبیر ابن حجر عسقلانی، المکتبة المکیة، مکة المکرمة، الطبعة الثانیة 1426هـ۔2006م.

57: شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالك، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثالثة 1425هـ۔2004م.

58: شعب الایمان للبیهقی، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی 1410هـ۔1990م.

59: سنن الدارقطنی، دار المؤید الریاض (دار المعرفة بیروت)، الطبعة الأولی 1422هـ۔2001م.

60: صحیح ابن خزیمه، المکتب الاسلامی بیروت، الطبعة الثالثة 1424هـ۔2003م.

61: ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1304هـ.

62: عمدة القاری، صحیح البخاری، مکتبه رشیدیه کوئته.

63: سنن الدارمی، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی 1417هـ ۔1996م.

64: الإصابة لابن حجر عسقلانی، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة 1423هـ۔2002م.

65: أسد الغابة لابن أثیر الجزری، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة 1423هـ۔2002م.

66: إکمال تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی 2011م.

67: شذرات الذهب لابن العماد، دار ابن کثیر بیروت، الطبعة الأولی

1406هـ - 1986م.
68: الدرر الكامنة لابن حجر العسقلانی، دارالکتب العلمية بیروت، الطبعة الأولى 1418هـ - 1997م.
69: تهذيب التهذيب، لابن حجر العسقلانی، دار صادر بيروت، الطبعة الأولى 1325هـ.
70: ميزان الاعتدال، امام الذهبی، المکتبة الأثرية، ضلع شيخوپوره پاکستان.
71: المؤتلف والمختلف، امام الدارقطنی، دارالغرب الاسلامی بیروت، الطبعة الأولى 1406هـ - 1986م.
72: كتاب الثقات، حافظ ابن حبان، دارالکتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1419هـ - 1998م.
73: الاستيعاب فی معرفة الاصحاب، حافظ ابن عبد البر، دارالکتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 1422هـ - 2002م.
74: لسان الميزان لابن حجر عسقلانی، دارالکتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 2010م.
75: تقريب التهذيب، لابن حجر عسقلانی، دارالکتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 2010م.
76: منهاج السنة النبوية، شيخ الاسلامؒ ابن تيميه، دارالکتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1420هـ - 1999م.
77: مجموعة الفتاوٰی، شيخ الاسلام ابن تيمية، مكتبة العبيكان الرياض، الطبعة الأولى 1419هـ - 1998م.
78: منهاج السنة النبوية، دار الفضيلة الرياض 1424هـ.
79: العواصم من القواصم، قاضی ابوبکر بن العربی، مکتبة السنة بالقاهرة، الطبعة الثانية، 1420هـ - 2000م.
80: مسدس حالی، مولانا الطاف حسين حالی، خزينۂ علم و ادب اردو بازار لاهور.
81: الباعث الحثيث، حافظ ابن کثير، دارالمعارف السعودية

الرياض .
:82 اصطلاحات المحدثين ، مولانا سلطان محمود (مقدمه بلوغ المرام) فاروقی کتب خانه ملتان ، سال اشاعت 1979ء .
:83 سنت رسولؐ کیا هے ، مولانا عاصم الحداد .
:84 العقيدة الواسطية (سوالاً و جواباً) علامه ابن تیمیه ، الرياض ، المملكة العربية السعودية 1409هـ ـ 1989م .
:85 الرد على المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد ، علامه ابن الجوزی ، دارالكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى 1426هـ ـ 2005م .
:86 سير أعلام النبلاء ، امام الذهبی ، مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى 1417هـ ـ 1996م .
:87 موسوعة آثار الصحابة ، سید کسروی ، دارالكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى 1418هـ ـ 1997م .
:88 ديوان الامام الشافعی ، دارالفكر بيروت ، 1415هـ ـ 1995م .
:89 کلیاتِ اقبال فارسی ، علامه اقبالؒ ، طابع شیخ غلام علی اینڈ سنز لاهور 1973 .
:90 شرح رموزِ بے خودی ، پرفیسر یوسف سلیم چشتی ، عشرت پبلشنگ هاؤس لاهور۔
:91 البداية والنهاية ، حافظ ابن کثیر ، دارالكتب العلمية بيروت ، الطبعة الخامسة 1409هـ ـ 1989م .
:92 التذكرة ، امام القرطبی ، دارالعلوم العربية بالقاهرة ، الطبعة الأولى 1418هـ ـ 1998م .
:93 رأس الحسين ، لشيخ الاسلام ابن تيمية ، دار الديان للتراث جمهورية مصر ، الطبعة الثانية 1408هـ ـ 1988م .
:94 تحفة المودود بأحكام المولود ، لابن قيم الجوزية ، دارالكتاب العربی بيروت ، الطبعة الأولى 1424هـ ـ 2004م .
:95 لسان العرب لابن منظور ، دار صادر بيروت ، الطبعة الرابعة

2007م.

96: الفرقان لشيخ الاسلام ابن تيميه، المكتبة العصريه بيروت، الطبعة الأولى 1425هـ - 2005م.

97: مختصر كتاب الموافقة بين أهل البيت والصحابة، حافظ اسماعيل الرازى، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1420هـ - 1999م.

98: حجة اللّٰه البالغة، لشيخ الشاه ولى اللّٰه، قديمى كتب خانه كراتشى.

99: المنتظم، لابن الجوزى، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1413هـ - 1993م.

100: أسرار خلافة الخلفاء، الشاه ولى اللّٰه، دارالكتب العلمية بيروت، سنة الطباعة 2009م.

101: نور الأبصار فى مناقب آل بيت النبى المختار، لشيخ مومن بن حسن الشبلنجى، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية، 1424هـ - 2002م.

102: الكامل فى التاريخ، علامه ابن أثير، دارالمعرفة بيروت، الطبعة الثانية 1428هـ - 2007م.

103: نهاية الأرب فى معرفة أنساب العرب، احمد بن على القلقشندى، دارالكتب العلمية بيروت.

104: تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام، امام الذهبى، دارالغرب الاسلامى تونس، الطبعة الثانية 2011م.

105: الامام الحسين، فضيلة الشيخ عبد الواحد خيارى الجزائرى الندوى، مترجم اردو، مكتبه نفائس القرآن لاهور 1428هـ.

106: الحسن والحسين، محمد رضا امين مكتبة جامعة فؤاد الاول سابقا، دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1407هـ - 1987م.

107: التاريخ الاسلامى، محمود شاكر، المكتب الاسلامى بيروت،

الطبعة السابعة 1411هـ - 1991م .

108: صفة الصفوة، علامه ابن الجوزی، مکتبة الایمان بالمنصورة أمام جامعة الأزهر، الطبعة الأولی 1419هـ - 1999م .

109: المدهش، علامه ابن الجوزی، دار الآثار القاهرة، الطبعة الأولی 1423هـ - 2003م .

110: غریب الحدیث، ابن قتیبة الدینوری، دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی 1418هـ - 1988م .

111: فتاوی الشیخ الالبانی فی المدینة والامارات، مکتبة الفرقان دولة الامارات دبی، الطبعة الأولی 1427هـ - 2006م .

112: صحیح تاریخ الطبری، دار ابن کثیر دمشق، بیروت، الطبعة الأولی 1428هـ - 2007م .

113: تاریخ دمشق الکبیر، المعروف بابن عساکر، دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعة الأولی 1421هـ - 2001م .

114: تاریخ دعوت و عزیمت، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریاتِ اسلام کراتشی، 1969ئم .

115: المحلٰی بالآثار، علامه ابن حزم الأندلسی، دارالکتب العلمیة بیروت، المحقق 1988م .

116: تحفة العروس، محمود مهدی الاستانبولی، بساط بیروت، 1984ء .

117: المیزان الکبری الشعرانیة، امام الشعرانی، دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة 2009م .

118: صفة صلاة النبیؐ، علامه الألبانی، مکتبة المعارف الریاض، الطبعة الثالثة 1424هـ - 2004م .

119: الاعتصام، امام ابواسحاق الشاطبی، دارالکتاب العربی بیروت، 1426هـ - 2005م .

120: عیون الأخبار، ابن قتیبة الدینوری، المکتبة العصریة بیروت، 1426هـ - 2006م .

121: بستان الواعظین، علامہ ابن الجوزی، دارالکتاب العربی بیروت، 1414ھ۔ 1994م۔
122: المعارف لابن قتیبة، قدیمی کتب خانہ کراتشی، 1414ھ۔ 1994م۔
123: الصواعق المحرقة، ابن حجر مکی، المکتبة العصریة بیروت، 1428ھ۔ 2007م۔
124: Holy Bible
125: جہانِ دیدہ، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن کراتشی، 2010ء۔
126: السیاسة الشرعیة، علامہ ابن تیمیہ، بشرح الشیخ العثیمین، دارالامام المجدد 1424ھ۔ 2004م۔
127: امام حسین اور واقعہ کربلا، حافظ ظفر اللہ شفیق پروفیسر، ادارہ صراط مستقیم لاہور 1429ھ۔ 2008م۔
128: بال جبریئل، علامہ اقبالؒ۔
129: شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، حافظ هبة الله الالکائی، دارطیبة الریاض، الطبعة التاسعة 1426ھ۔ 2005م۔
130: لغات الحدیث عربی اردو، علامہ وحید الزمان، میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراتشی۔
131: النبی محمد ﷺ کأنك تراه، الدکتور سید احمد جمعه سلام، مکتبة الإیمان بالمنصورة، الطبعة الأولی 1428ھ۔ 2007م۔
132: عیون الحکایات، علامہ ابن الجوزی، دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الثانیة 1429ھ۔ 2008م۔
133: تاج العروس من جواهر القاموس، مرتضی الزبیدی الحنفی، دارالفکر بیروت، 1414ھ۔ 1994م۔
134: تربیة الطفل من القرآن والسنة، الدکتور احمد جمعه سلام، مکتبة الایمان بالمنصورة، الطبعة الأولی 1428ھ۔ 2007م۔
135: شیخ الاسلام ابن تیمیہ لم یکن ناصبیا، سلیمان بن صالح،

دارالوطن، الرياض، الطبعة الأولى 1419هـ - 1998م.
136- التبصرة، علامه ابن الجوزی، دار ابن خلدون سکندرية، الطبعة الأولى 1416هـ - 1995م.
137- موسوعة الغزوات الكبرى، دارالفضيلة الرياض + دارالهدى النبوی مصر، الطبعة الثالثة 1427هـ - 2006م.
138- رحمة للعالمین، قاضی سلیمان منصور بوری، بروگریسو بکس اردو بازار لاہور.
139- زاد المعاد، حافظ ابن قیم، مؤسسة الرسالة بیروت، الطبعة السابعة والعشرون، 1415هـ - 1994م.
140- ثمار القلوب، ابومنصور الثعالبی، دار و مکتبة الهلال بیروت، الطبعة الأولى 2003م.
141- تاریخ خلیفه بن خیاط، دارالکتب العلمية بیروت، الطبعة الأولى 1415هـ - 1995م.
142- جمهرة أنساب العرب، علامه ابن حزم اندلسی، دارالکتب العلمية بیروت، الطبعة الثالثة 1424ه - 2003م.
143- تنبيه الغافلين، علامه ابوالليث سمرقندی، دارالفکر بیروت، 1418هـ - 1997م.
144- تفہیم المسائل 6 حصے، مولانا کوہر رحمان، مکتبه تفہیم القرآن مردان، 2002م.
145- وفيات الأعيان، ابن خلکان، دار إحياء التراث الاسلامی بیروت، الطبعة الأولى 1417هـ - 1997م.
146- المدوّنة الكبرىٰ، امام مالك، مكتبة الثقافة الدينية القاهرة.
147- امام شافعی، محمد ابوزہرہ مصری، ترجمہ رئیس احمد جعفری ندوی، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور.
148- تاریخ المشاہیر، قاضی سلیمان منصوربوری، بیت العلوم برانی انارکلی لاہور.
149- المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، احمد بن محمد القسطلانی،

دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الثانية 2009م.

150: نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، امام شوكانى، دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى 1423هـ - 2002م.

151: الفقه الأكبر، امام ابوحنيفه، شارح ملا على القارى، مكتبه رحمانيه اردو بازار لاهور.

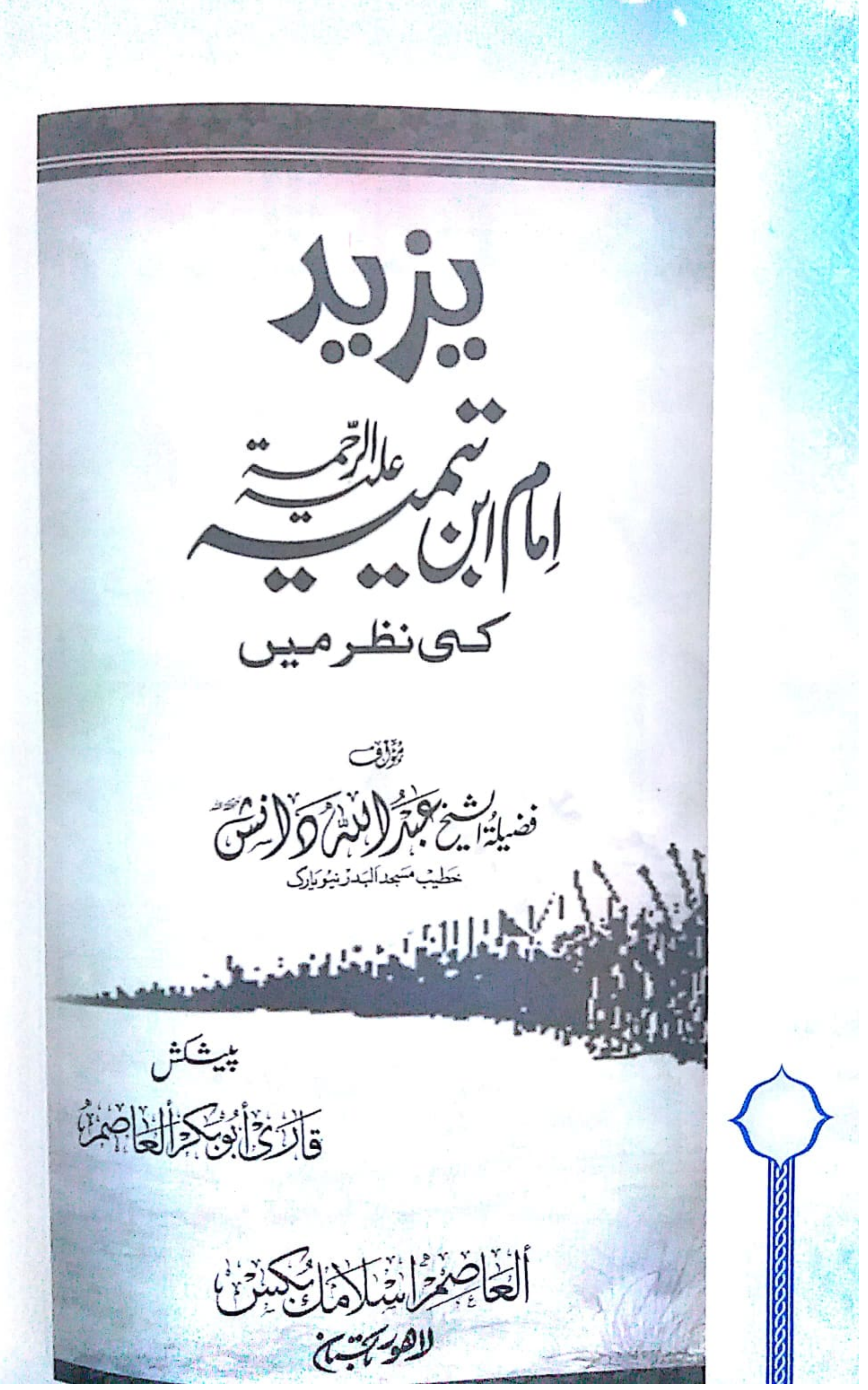
152: الفقه الاكبر امام ابوحنيفة، دار الكتب العلمية بيروت، سنة الطباعة 2011م.

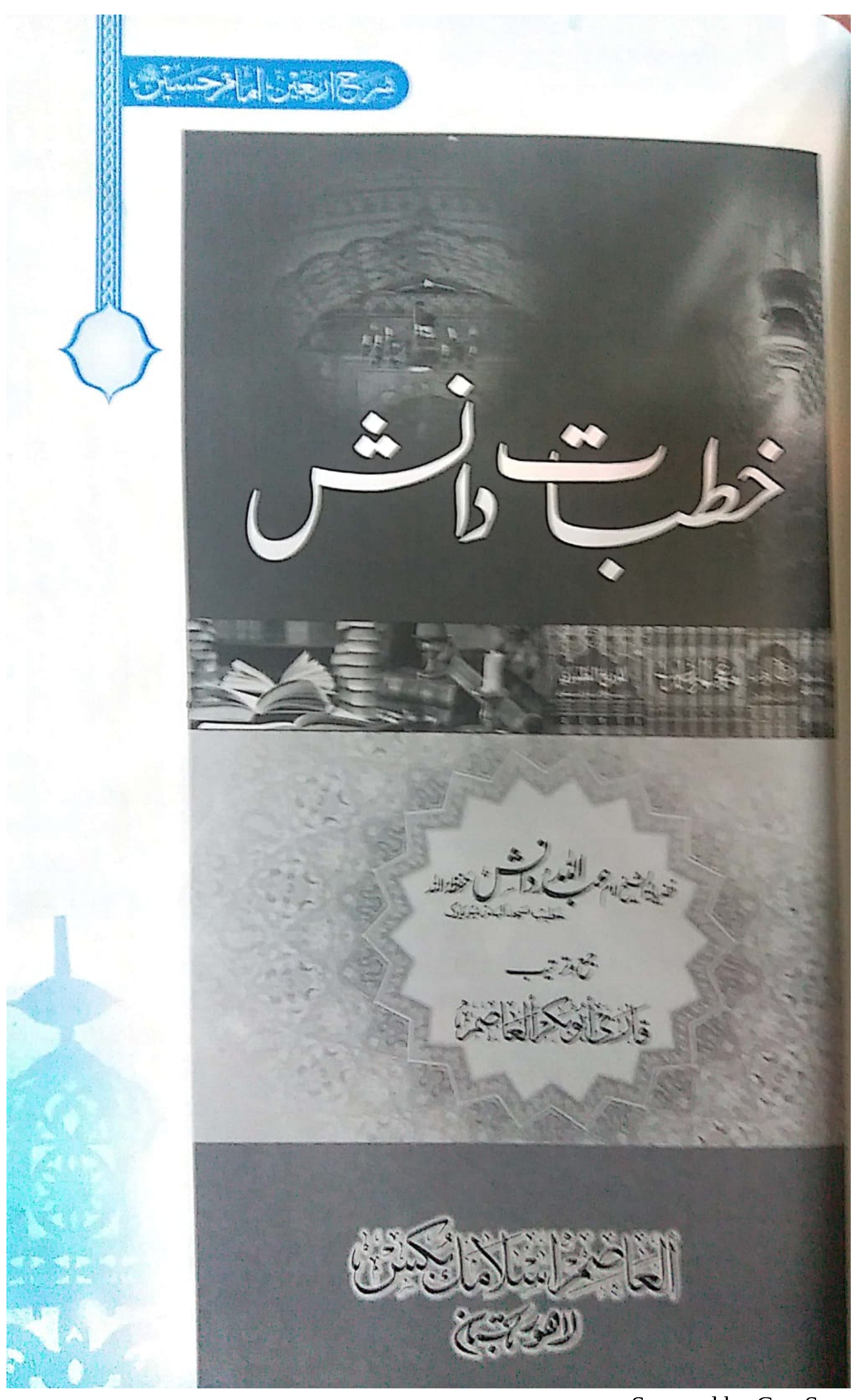


یادداشت




العاصم
اسلامک بکس
کی اپنے قارئین سے گزارش
الحمد للہ علوم قرآن و حدیث و تفسیر اور علوم تجوید و قراءت کی معیاری کتب
ہم اپنے قارئین تک پہنچانے کے لیے ہر دم کوشاں ہیں۔ آپ کو کسی بھی طرح کی
کتب منگوانا مقصود ہو تو ہم سے براہ راست بذریعہ خط، فون یا ای میل رابطہ کریں
ہم آپ کو ان شاء اللہ فوری طور پر کتب فراہم کریں گے۔
نوٹ: کتاب کی طباعت کا معقول انتظام ہے۔
مسودہ دیں اور مکمل طبع شدہ کتاب ہم سے لیں۔
فضیلۃ الشیخ امام عبداللہ دانش حفظہ اللہ تعالیٰ کی تمام مطبوعہ کتب ہمارے پاس دستیاب ہیں۔
العاصم اسلامک بکس کی درج ذیل کتب موجود ہیں۔
مقالات دانش (اول تا پنجم)
خطبات دانش
حج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
اربعین امام حسین رضی اللہ عنہ (عربی)
زبان کی حفاظت
مستند مجموعہ وظائف
العاصم اسلامک بکس لاہور پاکستان
28-الفضل مارکیٹ، 17 اردو بازار لاہور
0092-42-37122423
0092321-4862936
abubakrasim@yahoo.com
www.facebook.com/abubakrasim


یزید
امام ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ
کی نظر میں
مؤلف
فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش
خطیب مسجد البدر نیویارک
پیشکش
قاری ابوبکر العاصم
العاصم اسلامک بکس
لاہور پاکستان


خطبات دانش
عبداللہ دانش حفظہ اللہ
جمع و ترتیب
قاری ابوبکر العاصم
العاصم اسلامک بکس
لاہور پاکستان


بات سے بات
مؤلف
فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش
خطیب مسجد البدر نیو یارک
پیشکش
قاری أبوبکر العاصم
العاصم اسلامک بکس
لاہور پاکستان